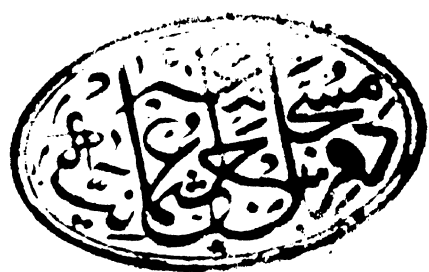
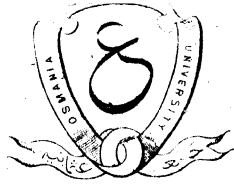


UNIVERSAL
LIBRARY

OU_224878

UNIVERSAL
LIBRARY





تسلسلہ کتب اسلامیہ

برطانوی حکومت ہند

(انڈرسن صاحب کی کتاب برٹش اوفیٹیشن ان انڈیا کا اردو ترجمہ)

انٹرمیڈیٹ کے لئے

مترجمہ

مولوی محمد الیاس صاحب فی ایم۔ اے۔ ال۔ ال۔ بی (علیگ)

(سابق پروفیسر کنکس علیگڑھ کالج)

رکن سررشتہ تالیف و ترجمہ

جامعہ عثمانیہ

۳۳۶ م ۱۳۲۸ھ بم ۱۹۱۹ء

مطبعہ دارالکتاب اسلامیہ

یہ کتاب مسکین کمپنی کی اجازت سے
جن کو حقوق کا پی رائٹ حاصل ہیں
طبع کی گئی ہے۔

مُقَدِّمہ



دنیا میں ہر قوم کی زندگی میں ایک ایسا زمانہ آتا ہے جب کہ اُس کے قوائے ذہنی میں انحطاط کے آثار نمودار ہونے لگتے ہیں ، ایجاد و اختراع اور غور و فکر کا مادہ تقریباً مفقود ہو جاتا ہے ، تخیل کی پرواز اور نظر کی جولانی تنگ اور محدود ہو جاتی ہے ، علم کا دار و مدار چند رسمی باتوں اور تقلید پر رہ جاتا ہے ۔ اُس وقت قوم یا تو بیکار اور مردہ ہو جاتی ہے یا سنبھلنے کے لئے یہ لازم ہوتا ہے کہ وہ دوسری ترقی یافتہ اقوام کا اثر قبول کرے ۔ تاریخ عالم کے ہر دور میں اس کی شہادتیں موجود ہیں ۔ خود ہمارے دیکھتے دیکھتے جاپان پر یہی گزری اور یہی حالت اب ہندوستان کی ہے ۔ جس طرح کوئی شخص دوسرے بنی نوع انسان سے قطع تعلق کر کے تنہا اور الگ تھلک نہیں رہ سکتا اور اگر رہے تو پنپ

یہ کتاب سیکلن کمپنی کی اجازت سے
جن کو حقوق کا پی رائٹ حاصل ہیں
طبع کی گئی ہے۔

مُقَدِّمہ



دنیا میں ہر قوم کی زندگی میں ایک ایسا زمانہ آتا ہے جب کہ اُس کے قوائے ذہنی میں انحطاط کے آثار نمودار ہونے لگتے ہیں، ایجاد و اختراع اور غور و فکر کا مادہ تقریباً مفقود ہو جاتا ہے، تخیل کی پرواز اور نظر کی جولانی تنگ اور محدود ہو جاتی ہے، علم کا دار و مدار چند رسمی باتوں اور تقلید پر رہ جاتا ہے۔ اُس وقت قوم یا تو بیکار اور مردہ ہو جاتی ہے یا سنبھلنے کے لئے یہ لازم ہوتا ہے کہ وہ دوسری ترقی یافتہ اقوام کا اثر قبول کرے۔ تاریخ عالم کے ہر دور میں اس کی شہادتیں موجود ہیں۔ خود ہمارے دیکھتے دیکھتے جاپان پر یہی گزری اور یہی حالت اب ہندوستان کی ہے۔ جس طرح کوئی شخص دوسرے بنی نوع انسان سے قطع تعلق کر کے تنہا اور الگ تھلک نہیں رہ سکتا اور اگر رہے تو پنپ

نہیں سکتا اسی طرح یہ بھی ممکن نہیں کہ کوئی قوم دیگر اقوام عالم سے بے نیاز ہو کر پھولے پھلے اور ترقی پائے۔ جس طرح ہوا کے جھونکے اور ادنیٰ پرندوں اور کیڑے مکوڑوں کے اثر سے وہ مقامات تک ہرے بھرے رہتے ہیں جہاں انسان کی دسترس نہیں اسی طرح انسانوں اور قوموں کے اثر بھی ایک دوسرے تک اڑ کر پہنچتے ہیں۔ جس طرح یونان کا اثر روم اور دیگر اقوام یورپ پر پڑا جس طرح عرب نے عجم کو اور عجم نے عرب کو اپنا فیض پہنچایا جس طرح اسلام نے یورپ میں تاریکی اور جہالت کو مٹا کر علم کی روشنی پہنچائی اسی طرح آج ہم بھی بہت سی باتوں میں مغرب کے محتاج ہیں۔ یہ قانون عالم ہے جو یوں ہی جاری رہا اور جاری رہیگا۔

”دنئے سے دیا یوں ہی جلتا رہا ہے“

جب کسی قوم کی نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے اور وہ آگے قدم بڑھانے کی سعی کرتی ہے تو ادبیات کے میدان میں پہلی منزل ترجمہ ہوتی ہے۔ اس لئے کہ جب قوم میں جدت اور ایج نہیں رہی تو ظاہر ہے کہ اس کی تصانیف معمولی، ادھوری، کم مایہ اور ادنیٰ ہونگی۔ اُس وقت قوم کی بڑی خدمت یہی ہے کہ ترجمہ کے ذریعہ سے دنیا کی اعلیٰ درجہ کی تصانیف اپنی زبان میں لائی جائیں۔ یہی ترجمے خیالات میں تغیر اور معلومات میں اضافہ کریں گے، جمود کو توڑیں گے اور قوم میں ایک نئی حرکت پیدا کریں گے اور پھر آخر یہی ترجمے تصنیف و تالیف

کے جدید اسلوب اور ڈھنگ سمجھائیں گے۔ ایسے وقت میں ترجمہ تصنیف سے زیادہ قابل قدر زیادہ مفید اور زیادہ فیض رساں ہوتا ہے۔

اسی اصول کی بنا پر جب عثمانیہ یونیورسٹی کی تجویز پیش ہوئی تو ہنر اکراٹھ ہائینس رستم دوراں ارسطوئے زماں سپہ سالار آصف جاہ مظفر الممالک نظام الملک نظام الدولہ **نَوَابِ مِيرُ عُثْمَانُ عَلِيخان بَہادر فتح جنگ** جی۔سی۔اس۔آئی۔جی۔سی۔بی۔ای۔والی حیدرآباد دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ نے جن کی علمی قدردانی اور علمی سرپرستی اس زمانہ میں ایسے علوم کے حق میں آب حیات کا کام کر رہی ہے، بہ تقاضائے مصلحت و دور بینی سب سے اول سررشتہ تالیف و ترجمہ کے قیام کی منظوری عطا فرمائی جو نہ صرف یونیورسٹی کے لئے نصاب تعلیم کی کتابیں تیار کریگا بلکہ ملک میں نشر و اشاعت علوم و فنون کا کام بھی انجام دیگا۔ اگرچہ اس سے قبل بھی یہ کام ہندوستان کے مختلف مقامات میں تھوڑا تھوڑا انجام پایا مثلاً فورٹ ولیم کالج کلکتہ میں زیر نگرانی ڈاکٹر گلکرسٹ، دہلی سوسائٹی میں 'انجمن پنجاب میں زیر نگرانی ڈاکٹر لائٹنر و کرنل ہالرائڈ، علی گڑھ سائنٹفک انسٹیٹیوٹ میں جس کی بنا سرسید احمد خاں مرحوم نے ڈالی۔ مگر یہ کوششیں سب وقتی اور عارضی تھیں۔ نہ اُنکے پاس کافی سرمایہ اور سامان تھا نہ انہیں یہ موقع حاصل تھا

اور نہ انہیں **أَعْلَى حَضَرَتِ وَأَفْلَسَ** جیسے علم پرور
فرمانروا کی سرپرستی کا شرف حاصل تھا۔ یہ پہلا وقت ہے کہ
اردو زبان کو علوم و فنون سے مالا مال کرنے کے لئے باقاعدہ
اور مستقل کوشش کی گئی ہے۔ اور یہ پہلا وقت ہے کہ
اردو زبان کو یہ رتبہ ملا ہے کہ وہ اعلیٰ تعلیم کا ذریعہ قرار
پائی ہے۔ احیائے علوم کے لئے جو کام آگسٹس نے رومہ میں
خلافت عباسیہ میں ہارون الرشید و مامون الرشید نے ہسپانیہ میں
عبدالرحمن ثالث نے، بکراجیت و اکبر نے ہندوستان میں
افرڈ نے انگلستان میں، پیٹر اعظم و کیتھرائٹ نے روس میں
اور مت شی ہٹو نے جاپان میں کیا، وہی فرمانروائے دولت
أَصْفِيكَ نے اس ملک کے لئے کیا۔ **أَعْلَى حَضَرَتِ وَأَفْلَسَ**
کا یہ کارنامہ ہندوستان کی علمی تاریخ میں ہمیشہ فخر و مباہات
کے ساتھ ذکر کیا جائیگا۔

منجملہ اُن اسباب کے جو قومی ترقی کا موجب ہوتے ہیں ایک
بڑا سبب زبان کی تکمیل ہے۔ جس قدر جو قوم زیادہ ترقی یافتہ
ہے اُسی قدر اُس کی زبان وسیع اور اس میں نازک خیالات
اور علمی مطالب کے ادا کرنے کی زیادہ صلاحیت ہوتی ہے،
اور جس قدر جس قوم کی زبان محدود ہوتی ہے اُسی قدر تہذیب
و شایستگی بلکہ انسانیت میں اس کا درجہ کم ہوتا ہے۔ چنانچہ
وحشی اقوام میں الفاظ کا ذخیرہ بہت ہی کم پایا گیا ہے۔ علمائے
فلسفہ و علم اللسان نے یہ ثابت کیا ہے کہ زبان، خیال اور

خیال، زبان ہے اور ایک مدت کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ انسانی دماغ کے صحیح تاریخی ارتقا کا علم، زبان کی تاریخ کے مطالعہ سے حاصل ہو سکتا ہے۔ الفاظ ہمیں سوچنے میں ویسی ہی مدد دیتے ہیں جیسی آنکھیں دیکھنے میں۔ اس لئے زبان کی ترقی درحقیقت عقل کی ترقی ہے۔

علم ادب اسی قدر وسیع ہے جس قدر حیات انسانی۔ اور اس کا اثر زندگی کے ہر شعبہ پر پڑتا ہے۔ وہ نہ صرف انسان کی ذہنی، معاشرتی، سیاسی ترقی میں مدد دیتا، اور نظر میں سمٹ دماغ میں روشنی، دلوں میں حرکت اور خیالات میں تغیر پیدا کرتا ہے بلکہ قوموں کے بنانے میں ایک قوی آلہ ہے۔ قومیت کے لئے ہم خیالی شرط ہے اور ہم خیالی کے لئے ہم زبانی لازم۔ گویا ایک زبانی قومیت کا شیرازہ ہے جو اسے منتشر ہونے سے بچائے رکھتا ہے۔ ایک زمانہ تھا جب کہ مسلمان اقطاع عالم میں پھیلے ہوئے تھے لیکن اُن کے علم ادب اور زبان نے انہیں ہر جگہ ایک کر رکھا تھا۔ اس زمانے میں انگریز ایک دنیا پر چھائے ہوئے ہیں لیکن بادیجود بُعد مسافت و اختلافِ حالات ایک زبانی کی بدولت قومیت کے ایک سلسلے میں منسلک ہیں، زبان میں جادو کا سا اثر ہے اور صرف افراد ہی پر نہیں بلکہ اقوام پر بھی اُس کا وہی تسلط ہے۔

یہی وجہ ہے کہ تعلیم کا صحیح اور فطرتی ذریعہ اپنی ہی زبان ہو سکتی ہے۔ اس امر کو **أَعْلَى حَضَرَتِ وَأَقْلَسُ** نے

پہچانا اور جامعہ عثمانیہ کی بنیاد ڈالی۔ جامعہ عثمانیہ ہندوستان میں پہلی یونیورسٹی ہے جس میں ابتدا سے انتہا تک ذریعہ تعلیم ایک دیسی زبان ہوگا۔ اور یہ زبان اردو ہوگی۔ ایک ایسے ملک میں جہاں ”ہانت بہانت کی بولیاں“ بولی جاتی ہیں، جہاں ہر صوبہ ایک نیا عالم ہے، صرف اردو ہی ایک عام اور مشترک زبان ہو سکتی ہے۔ یہ اہل ہند کے میل جول سے پیدا ہوئی اور اب بھی یہی اس فرض کو انجام دیگی۔ یہ اس کے خمیر اور وضع و ترکیب میں ہے۔ اس لئے یہی تعلیم اور تبادلہ خیالات کا واسطہ بن سکتی اور قومی زبان کا دعوئے کر سکتی ہے۔

جب تعلیم کا ذریعہ اردو قرار دیا گیا تو یہ کھلا اعتراض تھا کہ اردو میں اعلیٰ تعلیم کے لئے کتابوں کا ذخیرہ کہاں ہے اور ساتھ ہی یہ بھی کہا جاتا تھا کہ اردو میں یہ صلاحیت ہی نہیں کہ اس میں علوم و فنون کی اعلیٰ تعلیم ہو سکے۔ یہ صحیح ہے کہ اردو میں اعلیٰ تعلیم کے لئے کافی ذخیرہ نہیں۔ اور اردو ہی پر کیا منحصر ہے، ہندوستان کی کسی زبان میں بھی نہیں۔ یہ طلب و رسد کا عام مسئلہ ہے۔ جب مانگ ہی نہ تھی تو رسد کہاں سے آتی۔ جب ضرورت ہی نہ تھی تو کتابیں کیونکر مہیا ہوتیں۔ ہماری اعلیٰ تعلیم غیر زبان میں ہوتی تھی، تو علوم و فنون کا ذخیرہ ہماری زبان میں کہاں سے آتا۔ ضرورت ایجاد کی مان ہے۔ اب ضرورت محسوس ہوئی ہے تو کتابیں بھی

میتا ہو جائیں گی۔ اسی کمی کو پورا کرنے اور اسی ضرورت کو رفع کرنے کے لئے سرشتہ تالیف و ترجمہ قائم کیا گیا۔ یہ صحیح نہیں ہے کہ اردو زبان میں اس کی صلاحیت نہیں۔ اس کے لئے کسی دلیل و برہان کی ضرورت نہیں۔ سرشتہ تالیف و ترجمہ کا وجود اس کا شافی جواب ہے۔ یہ سرشتہ ہی کام کر رہا ہے۔ کتابیں تالیف و ترجمہ ہو رہی ہیں اور چند روز میں عثمانیہ یونیورسٹی کالج کے طالب علموں کے ہاتھوں میں ہونگی اور رفتہ رفتہ عام شائقین علم تک پہنچ جائیں گی۔

لیکن اس میں سب سے کٹھن اور سنگلاخ مرحلہ وضع اصطلاحات کا تھا۔ اس میں بہت کچھ اختلاف اور بحث کی گنجائش ہے۔ اس بارے میں ایک مدت کے تجربہ اور کامل غور و فکر اور مشورہ کے بعد میری یہ رائے قرار پائی ہے کہ تنہا نہ تو ماہر علم صحیح طور سے اصطلاحات وضع کر سکتا ہے اور نہ ماہر لسان۔ ایک کو دوسرے کی ضرورت ہے۔ اور ایک کی کمی دوسرا پورا کرتا ہے۔ اس لئے اس اہم کام کو صحیح طور سے انجام دینے کے لئے یہ ضروری ہے کہ دونوں یک جا جمع کئے جائیں تاکہ وہ ایک دوسرے کے مشورہ اور مدد سے ایسی اصطلاحیں بنائیں جو نہ اہل علم کو ناگوار ہوں نہ اہل زبان کو۔ چنانچہ اسی اصول پر ہم نے وضع اصطلاحات کے لئے ایک ایسی مجلس بنائی جس میں دونوں جماعتوں کے اصحاب شریک ہیں۔ علاوہ ان کے

ہم نے اُن اہل علم سے بھی مشورہ کیا جو اس کی خاص اہلیت رکھتے ہیں اور بُعدِ مسافت کی وجہ سے ہماری مجلس میں شریک نہیں ہو سکتے۔ اس میں شک نہیں کہ بعض الفاظ غیر مانوس معلوم ہوں گے اور اہل زبان انہیں دیکھ کر ناک بہوں چڑھائیں گے۔ لیکن اس سے گزیر نہیں۔ ہمیں بعض ایسے علوم سے واسطہ ہے جن کی ہوا تک ہماری زبان کو نہیں لگی۔ ایسی صورت میں سوائے اس کے چارہ نہیں کہ جب ہماری زبان کے موجودہ الفاظ خاص خاص مفہوم کے ادا کرنے سے قاصر ہوں تو ہم جدید الفاظ وضع کریں۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ہم نے محض ٹالنے کے لئے زبردستی الفاظ گھڑ کر رکھ دئے ہیں بلکہ جس نہج پر اب تک الفاظ بنتے چلے آئے ہیں اور جن اصول ترکیب و اشتقاق پر اب تک ہماری زبان کاربند رہی ہے، اس کی پوری پابندی ہم نے کی ہے۔ ہم نے اُس وقت تک کسی لفظ کے بنانے کی جرأت نہیں کی جب تک اُسی قسم کی متعدد مثالیں ہمارے پیش نظر نہ رہی ہوں۔ ہماری رائے میں جدید الفاظ کے وضع کرنے کی اس سے بہتر اور صحیح کوئی صورت نہیں۔ اب اگر کوئی لفظ غیر مانوس یا اجنبی معلوم ہو تو اس میں ہمارا قصور نہیں۔ جو زبان زیادہ تر شعر و شاعری اور قصص تک محدود ہو، وہاں ایسا ہونا کچھ تعجب کی بات نہیں۔ جس ملک سے ایجاد و اختراع کا مادہ سلب ہو گیا ہو جہاں لوگ نئی چیزوں کے بنانے اور دیکھنے کے عادی نہ ہوں، وہاں جدید الفاظ کا

غیر مانوس اور اجنبی معلوم ہونا موجب حیرت نہیں۔ الفاظ کی حالت بھی انسانوں کی سی ہے۔ اجنبی شخص بھی رفتہ رفتہ مانوس ہو جاتے ہیں۔ اول اول الفاظ کا بھی یہی حال ہے۔ استعمال آہستہ آہستہ غیر مانوس کو مانوس کر دیتا ہے اور صحت و غیر صحت کا فیصلہ زمانہ کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ ہمارا فرض یہ ہے کہ لفظ تجویز کرتے وقت ہر پہلو پر کامل غور کر لیں، آئندہ چل کر اگر وہ استعمال اور زمانہ کی کسوٹی پر پورا اترتا تو خود ٹکسالی ہو جائیگا اور اپنی جگہ آپ پیدا کر لیگا۔ علاوہ اس کے جو الفاظ پیش کئے گئے ہیں وہ الہامی نہیں کہ جن میں رد و بدل نہ ہو سکے، بلکہ **فرہنگ اصطلاحات عثمانیہ** جو زیر ترتیب ہے پہلے اس کا مسودہ اہل علم کی خدمت میں پیش کیا جائے گا اور جہاں تک ممکن ہوگا اس کی اصلاح میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا جائے گا۔

لیکن ہماری مشکلات صرف اصطلاحات علمیہ تک ہی محدود نہیں ہیں۔ ہمیں ایک ایسی زبان سے ترجمہ کرنا پڑتا ہے جو ہمارے لئے بالکل اجنبی ہے، اس میں اور ہماری زبان میں کسی قسم کا کوئی رشتہ یا تعلق نہیں۔ اس کا طرز بیان، ادائے مطلب کے اسلوب، محاورات وغیرہ بالکل جدا ہیں۔ جو الفاظ اور جملے انگریزی زبان میں بالکل معمولی اور روزمرہ کے استعمال میں آتے ہیں، اُن کا ترجمہ جب ہم اپنی زبان میں کرنے بیٹھتے ہیں تو سخت دشواری پیش آتی ہے۔ ان تمام دشواریوں پر

غالب آنے کے لئے مترجم کو کیسا کچھ خون جگر کھانا نہیں پڑتا۔ ترجمہ کا کام، جیسا کہ عموماً خیال کیا جاتا ہے، کچھ آسان کام نہیں ہے۔ بہت خاک چھاننی پڑتی ہے تب کہیں گوہر مقصود ہاتھ آتا ہے۔ اس سرشت کا کام صرف یہی نہ ہوگا (اگرچہ یہ اس کا فرض اولین ہے) کہ وہ نصاب تعلیم کی کتابیں تیار کرے، بلکہ اس کے علاوہ وہ ہر علم پر متعدد اور کثرت سے کتابیں تالیف و ترجمہ کرائے گا، تاکہ لوگوں میں علم کا شوق بڑھے، ملک میں روشنی پھیلے، خیالات و قلوب پر اثر پیدا ہو، جمالت کا استیصال ہو۔ جمالت کے معنی اب لاعلمی ہی کے نہیں بلکہ اس میں افلاس، کم ہمتی، تنگ دلی، کوتاہ نظری، بے غیرتی، بد اخلاقی سب کچھ آجاتا ہے۔ جمالت کا مقابلہ کر کے اسے پس پا کرنا سب سے بڑا کام ہے۔ انسانی دماغ کی ترقی علم کی ترقی ہے۔ انسانی ترقی کی تاریخ علم کی اشاعت و ترقی کی تاریخ ہے۔ ابتدائے آفرینش سے اس وقت تک انسان نے جو کچھ کیا ہے، اگر اس پر ایک وسیع نظر ڈالی جائے تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ جوں جوں علم میں اضافہ ہوتا گیا، پچھلی غلطیوں کی صحت ہوتی گئی، تاریکی گھٹتی گئی، روشنی بڑھتی گئی، انسان میدانِ ترقی میں قدم آگے بڑھاتا گیا۔ اسی مقدس فرض کے ادا کرنے کے لئے یہ سرشت قائم کیا گیا ہے اور وہ اپنی بساط کے موافق اس کے انجام دینے میں کوتاہی نہ کرے گا۔

لیکن غلطی، تحقیق و جستجو کی گھات میں لگی رہتی ہے۔ ادب کا

کامل ذوق سلیم ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتا۔ بڑے بڑے نقاد اور مبصر فاش غلطیاں کر جاتے ہیں۔ لیکن اس سے ان کے کام پر حرف نہیں آتا۔ غلطی ترقی کے مانع نہیں ہے، بلکہ وہ صحت کی طرف رہتائی کرتی ہے پچھلوں کی بھول چوک آنے والے مسافر کو رستہ بھٹکنے سے بچا دیتی ہے۔ ایک جاپانی ماہر تعلیم (بین کی کوچی) نے اپنے ملک کا تعلیمی حال لکھتے ہوئے اس صحیح کیفیت کا ذکر کیا ہے جو ہونہار اور ترقی کرنے والے افراد اور اقوام پر گزرتی ہے۔

”ہم نے بہت سے تجربے کئے اور بہت سی ناکامیاں اور غلطیاں ہوئیں، لیکن ہم نے ان سے نئے سبق سیکھے اور فائدہ اٹھایا۔ رفتہ رفتہ ہیں اپنے ملک کی تعلیمی ضروریات اور امکانات کا صحیح اور بہتر علم ہوتا گیا اور ایسے تعلیمی طریقے معلوم ہوتے گئے جو ہمارے اہل وطن کے لئے زیادہ موزوں تھے۔ ابھی بہت سے ایسے مسائل ہیں جو ہمیں حل کرنے میں بہت سی ایسی اصلاحیں ہیں جو ہمیں عمل میں لانی ہیں، ہم نے اب تک کوشش کی اور ابھی کوشش کر رہے ہیں اور مختلف طریقوں کی برائیاں اور بھلائیاں دریافت کرنے کے درپے ہیں، تاکہ اپنے ملک کے فائدے کے لئے اچھی باتوں کو اختیار کریں اور رواج دیں اور برائیوں سے بچیں۔ اس لئے جو حضرات ہمارے کام پر تنقیدی نظر ڈالیں انہیں وقت کی تنگی، کام کا ہجوم اور اس کی اہمیت اور ہماری مشکلات پیش نظر رکھنی چاہئیں۔ یہ پہلی سہی ہے اور پہلی سہی میں کچھ نہ کچھ خامیاں

ضرور رہ جاتی ہیں، لیکن آگے چل کر یہی خامیاں ہماری رہنما بنیں گی اور پختگی اور اصلاح تک پہنچائیں گی۔ یہ نقش اول ہے، نقش ثانی اس سے بہتر ہوگا۔ ضرورت کا احساس علم کا شوق، حقیقت کی لگن، صحت کی 'نوہ' جدوجہد کی رسائی خود بخود ترقی کے مارج طے کر لے گی۔

جاپانی بڑے فخر سے یہ کہتے ہیں کہ ہم نے تیس چالیس سال کے عرصے میں وہ کچھ کر دکھایا جس کے انجام دینے میں یورپ کو اتنی ہی صدیاں صرف کرنی پڑیں۔ کیا کوئی دن ایسا آئے گا کہ ہم بھی یہ کہنے کے قابل ہوں گے؟ ہم نے پہلی شرط پوری کر دی ہے یعنی بیجا قیود سے آزاد ہو کر اپنی زبان کو اعلیٰ تعلیم کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ لوگ ابھی ہمارے کام کو تذبذب کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں اور ہماری زبان کی قابلیت کی طرف متنبہ نظریں ڈال رہے ہیں۔ لیکن وہ دن آنے والا ہے کہ اس ذرے کا بھی ستارہ جکے گا، یہ زبان علم و حکمت سے مالا مال ہوگی اور

اَعْلٰی حَضَرَتِ وَاَقْلَسُ کی نظر کیہا اثر کی بدولت یہ دنیا کی مذہب و شایستہ زبانوں کی ہمسری کا دعوے کرے گی۔ اگرچہ اُس وقت ہماری سعی اور محنت حقیر معلوم ہوگی، مگر یہی شامِ غربت صبحِ وطن کی آمد کی خبر دے رہی ہے، یہی شبِ بیدارِ روزِ روشن کا جلوہ دکھائیں گی، اور یہی مشقت اُس قصرِ رفیع الشان کی بنیاد ہوگی جو آئندہ تعمیر ہونے والا ہے۔ اس وقت ہمارا کام صبر و استقلال سے میدان صاف کرنا،

دماغ بیل ڈالنا اور نیو کھودنا ہے، اور افراد وار شیریں حکمت کی خاطر سنگدلانہ پہاڑوں کو کھود کھود کر جوئے علم لانے کی سعی کرتا ہے۔ اور گو ہم نہ ہوں گے مگر ایک زمانہ آئیگا جب کہ اس میں علم و حکمت کے دریا بہیں گے اور ادبیات کی افتادہ زمین سرسبز و شاداب نظر آئے گی۔

آخر میں میں سررشتہ کے مترجمین کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اپنے فرض کو بڑی مستعدی اور شوق سے انجام دیا۔ نیز میں ارکان مجلس وضع اصطلاحات کا شکر گزار ہوں کہ ان کے مفید مشورے اور تحقیق کی مدد سے یہ مشکل کام بخوبی انجام پا رہا ہے۔ لیکن خصوصیت کے ساتھ یہ سررشتہ جناب مسٹر محمد اکبر حیدری بی۔ اے معتمد عدالت و تعلیمات و کو توالی و امور عامہ سرکار عالی کا ممنون ہے جنہیں ابتدا سے قیام و انتظام جامعہ عثمانیہ میں خاص انہماک رہا ہے۔ اور اگر ان کی توجہ اور امداد ہمارے شریک حال نہ ہوتی تو یہ عظیم الشان کام صورت پذیر نہ ہوتا۔ میں سید راس مسعود صاحب بی۔ اے (آکسن) آئی۔ ای۔ ایس۔ ناظم تعلیمات سرکار عالی کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ ان کی توجہ اور عنایت ہمارے حال پر مبذول رہی اور ضرورت کے وقت ہمیشہ بلا تکلف خوشی کے ساتھ ہمیں مدد دی۔

عبدالحق

ناظم سررشتہء تالیف و ترجمہ (عثمانیہ یونیورسٹی)

اَلْكَارِجَالُ



- مولوی عبدالحق صاحب بی۔ اے۔۔۔۔۔ ناظم۔
- قاضی محمد حسین صاحب۔ ایم۔ اے۔ ریٹائر۔۔۔ مترجم ریاضیات
- چودھری برکت علی صاحب بی۔ بیس۔ سی۔۔۔ مترجم سائنس
- مولوی سید ہاشمی صاحب۔۔۔۔۔ مترجم تاریخ۔
- مولوی محمد الیاس صاحب برنی ایم۔ اے۔۔۔ مترجم معاشیات
- قاضی تلمذ حسین صاحب ایم۔ اے۔۔۔ مترجم سیاسیات
- مولوی خضر علی خاں صاحب بی۔ اے۔۔۔ مترجم تاریخ۔
- مولوی عبدالماجد صاحب بی۔ اے۔۔۔ مترجم فلسفہ و منطق
- مولوی عبدالحکیم صاحب شری۔۔۔۔۔ مولف تاریخ اسلام
- مولوی سید علی رضا صاحب بی۔ اے۔۔۔ مترجم قانون۔
- مولوی عبداللہ العماوی صاحب۔۔۔۔۔ مترجم کتب عربی
- علاوہ ان مذکورہ بالا مترجمین کے مولوی حاجی
- صفی الدین صاحب ترجمہ شدہ کتابوں کو مذہبی نقطہ نظر
- سے دیکھنے کے لئے اور نواب حیدر یار جنگ (مولوی علی حیدر صاحب
- طبا طبائی) ترجموں پر نظر ثانی کرنے کے لئے مقرر فرمائے گئے ہیں۔

ارکان مجلس و خطبات

مولوی مرزا مہدی خان صاحب کوکب وظیفہ یاب نگر عالی (سابق ناظم مردم شہار)
مولوی حمید الدین صاحب بی۔ اے صدر دارالعلوم
نواب حیدر یار جنگ (مولوی علی حیدر صاحب طباطبائی)
مولوی حمید الدین صاحب سلیم
مولوی عبدالحق بی۔ اے ناظم سرشتہ تالیف و ترجمہ

علاوہ ان مستقل ارکان کے ، متہمین سرشتہ تالیف و ترجمہ نیز
دوسرے اصحاب سے بلحاظ انکے فن کے مشورہ کیا گیا۔ مثلاً
خان فضل محمد خان صاحب ایم۔ اے ریگلر (پرنسپل ٹی ہائی اسکول حیدرآباد)
مولوی عبد الواسع صاحب (پروفیسر دارالعلوم حیدرآباد)
پروفیسر عبدالرحمن صاحب بی۔ ایس۔ سی (نظام کالج)
مرزا محمد ہادی صاحب بی۔ اے (پروفیسر کرچن کالج لکھنؤ)
مولوی سلیمان صاحب ندوی

سید راس سعود صاحب بی۔ اے (ناظم تعلیمات حیدرآباد) وغیرہ

برطانوی حکومت ہند

فہرست مضامین

صفحہ

۱	 تاریخی مقدمہ	پہلا باب -
۱۹	 وزیر ہند اور اس کی کونسل	دوسرا باب -
۳۲	 وائسرائے اور اس کی کونسل	تیسرا باب -
۴۵	 صوبوں کی حکومتیں	چوتھا باب -
۵۵	 حکومت اضلاع	پانچواں باب -
۶۳	 بلدیات اور مجالس مقامی	چھٹا باب -
۸۲	 محکمہ وضع قوانین	ساتواں باب -
۱۰۰	 محکمہ عدالت	آٹھواں باب -
۱۱۴	 پولیس اور مجس	نواں باب -
۱۲۶	 مالیات	دسواں باب -
۱۵۲	 مالگذاری	گیارہواں باب -
۱۶۵	 تعلیم	بارہواں باب -
۱۸۴	 طبی امداد و صفائی	تیرہواں باب -
۲۰۰	 تعمیرات	چودہواں باب -
۲۰۹	 امداد و تحفظ	پندرہواں باب -

برطانوی حکومت ہند

فہرستِ مضامین

صفحہ

۱	پہلا باب - تاریخی مقدمہ
۱۹	دوسرا باب - وزیر ہند اور اس کی کونسل
۳۲	تیسرا باب - وائسرائے اور اس کی کونسل
۴۵	چوتھا باب - صوبوں کی حکومتیں
۵۵	پانچواں باب - حکومتِ اضلاع
۶۴	چھٹا باب - بلدیات اور مجالسِ مقامی
۸۲	ساتواں باب - محکمہ وضع قوانین
۱۰۰	آٹھواں باب - محکمہ عدالت
۱۱۶	نواں باب - پولیس اور مجلس
۱۲۶	دسواں باب - مالیات
۱۵۲	گیارہواں باب - مالگذاری
۱۶۵	بارہواں باب - تعلیم
۱۸۶	تیرہواں باب - طبی امداد و صفائی
۲۰۰	چودھواں باب - تعمیرات
۲۰۹	پندرہواں باب - امدادِ تحفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پہلا باب

تاریخی مقدمہ

جب سے انگریز ہندوستان آئے۔ یہاں کی تاریخ میں تقسیم دور تین دور نمودار ہو چکے ہیں۔ سترہویں صدی کے شروع سے اٹھارویں صدی کے وسط تک ایٹ انڈیا کمپنی تاجروں کی ایک باقاعدہ جماعت تھی جو دیسی حکومتوں کی مراد سے ہندوستان میں کاروبار کرتی تھی۔ اسی زمانہ میں یہاں ہالینڈ اور فرانس کی تجارتی کمپنیاں بھی موجود تھیں۔ اس کے بعد اٹیسویں صدی کے وسط تک یعنی سو برس انگریزی کمپنی یہاں سلطنت کے قیام اور استحکام میں مصروف رہی۔ یہاں کی حکومت میں وہ زیادہ زیادہ دخل دینے لگی اور اس میں اس قدر منہک ہوئی کہ بالآخر اس کے تجارتی حقوق اور کاروبار کا خاتمہ

باب ۱ ہو گیا۔ اسی دوران میں شاہ انگلستان کا دخل بڑھتا رہا
حتیٰ کہ ۱۸۵۷ء کی شورش کے بعد کپینی کے رہے رہے
حقوق بھی شاہ انگلستان نے لے لئے۔ شاہ انگلستان کے
زیر حمایت آجانے سے ہندوستان میں ایک کایا پلٹ
ہو گئی اور ترقی کا نیا دور شروع ہوا۔ ہندوستان میں
دستور کا نشوونما کیونکر ہوا؟ اس بحث کے سلسلہ میں
اول تو اُن چارٹروں یا منشوروں کا مختصر ذکر ضروری
ہے۔ جو ابتدائی زمانہ میں ایسٹ انڈیا کمپنی کو وقتاً فوقتاً
ملے رہے۔ اس کے بعد یہ بیان ہوگا کہ ہندوستان کے
متعلق پارلیمنٹ میں کیا کیا قانون پاس ہوتے رہے
اور ہر بیس سال بعد جو منشور پر نظر ثانی ہوئی تو کیونکر کپینی
کے حقوق و اختیارات بہ تدریج سلب ہونے سے ہندوستان
کے معاملات پر پارلیمنٹ کا اقتدار بڑھ گیا۔ اور سب سے
آخر میں وہ قانون بیان ہوں گے جو ۱۸۵۷ء عیسوی کے
بعد سے ہندوستان کے متعلق برطانوی پارلیمنٹ میں پاس
ہوتے رہے ہیں۔ اور جن پر ہندوستان کا موجودہ دستور
خاص طور پر مبنی ہے۔

تعلیمی نئی دنیا کی (۱) ایسٹ انڈیا کمپنی ۱۵۹۹ء تا ۱۷۰۳ء دور اول قسطنطنیہ
دریافت ترکوں کے ہاتھ آنے اور امریکہ اور کیپ آف گڈ ہوپ
جدید یورپ دریافت کرنے کے بعد ہی یورپ کی تاریخ کایا پلٹ ہو گئی
کانشوونما دول کی دلچسپی کا مرکز بحر روم کے مشرقی ساحل سے

ہٹ کر بحر اوقیانوس پر آ رہا۔ گویا بحر اوقیانوس نئی دنیا کا باب ۱
 بحر روم بن گیا۔ مغربی یورپ کی اقوام نے کچھ تو اپنے
 جغرافیائی موقع محل کے طفیل سے اور کچھ اپنے من چلے ملاحوں
 اور جہازرانوں کی اولعزمیوں کی مدد سے ہندوستان اور
 امریکہ سے تجارت شروع کرنے میں سب پر پیشقدمی
 کی۔ ۱۴۹۹ء کا ذکر ہے کہ واسکو ڈی گاما کالیکٹ آکر اتر-
 اور تھوڑے ہی عرصہ کے اندر ہندوستان میں ایک پرتگالی
 حکومت قائم ہو گئی۔ چند سال بعد پرتگال تو اسپین کی
 بڑی سلطنت میں ضم ہو گیا۔ لیکن اسپین کو جو تجارتی
 اجارہ حاصل تھا انگلستان اور ہالینڈ پہلے ہی سے اس
 کے توڑنے کی فکر میں تھے۔ انگلستان کی تاریخ میں
 یہ زمانہ نہایت اہم گزرا ہے جبکہ لنکسٹر خاندان
 کے کمزور بادشاہوں کا سلسلہ ختم ہوا اور ٹیوڈر خاندان
 کے بادشاہوں نے ان کے جانشین ابتر حکومت میں ایک نئی
 قومی روح پھونک دی۔ جبکہ انگلستان اور اسکاٹلینڈ کے
 اتحاد کی بنا پڑی۔ جبکہ حکومت نے قوم کے واسطے ایک
 خاص مذہب قرار دیا۔ دینی مذہب پراسٹنٹ جو کہ مذہب
 عیسوی کی ایک شاخ ہے) اور جبکہ سلطنت برطانیہ
 کی بنیاد رکھی گئی۔ اسی زمانہ میں ہالینڈ نہایت دلیری
 کے ساتھ اسپین کے ساتھ مصروف پیکار تھا۔ اور نتیجہ
 یہ ہوا کہ اسپین کی طاقت ٹوٹ گئی اور ہالینڈ کو

باب اسپین والوں کی چیرہ دستی سے نجات ملی ۔

اب اسپین اور پرتگال کو مشرقی تجارت کا اجارہ اپنے ہاتھ میں رکھنا محال تھا ۔ اور جلد انکی حکومت اور اقتدار پر زوال آنا شروع ہو گیا ۔ انگلستان اور ہالینڈ کے لوگ جو ایک ہی مذہب پراسٹنٹ کے پیرو تھے کچھ روز تو یورپ میں بہت دوست بنے رہے ۔ لیکن تھوڑے ہی عرصہ بعد پتہ چلا کہ مشرق میں ان کے اغراض و مفاد باہم مخالف ہیں ۔ چنانچہ سترھویں صدی میں دونوں قوموں کے تاجر حصول منفعت کی غرض سے خوب خوب مقابلہ کرتے رہے ۔ غریب تاجروں کی حالت بہت خطرناک تھی ۔ یورپ میں سیاسیات میں الاوام کی حالت کچھ ہی کیوں نہ ہو سمندر پر کوئی امن و امان نہ تھا ۔ تجارت کے واسطے مسلح طاقت بھی لازمی تھی اور فتح ہمیشہ زبردست کا حصہ تھی ۔ انہیں خرابیوں کی بدولت منشور یافتہ کمپنیاں ظہور میں آئیں ۔ جس زمانہ میں ٹیجینی ہالینڈ والوں نے ایک ایسٹ انڈیا کمپنی قائم کی ملکہ الیزبتھ نے بھی لندن کے کچھ تاجروں کو شرق الہند سے تجارت شروع کرنے کا منشور عطا کیا ۔ منشور کیا تھا گویا کمپنی کو بطور خود جنگ کرنے کا اجازت نامہ تھا ۔ بادشاہ اور کمپنی کے باہمی تعلقات مبہم چھوڑ دئے گئے ۔ کیونکہ جن سلطنتوں سے یورپ میں دوستی ہو انکے

مقابل کسی علانیہ جنگ میں شریک نظر آنا انگلستان کے باب ۱ واسطے خلاف مصلحت تھا۔ انگلستان نے تو بس اپنی طرف سے ایسٹ انڈیا کمپنی کو تجارت کرنے کا اجارہ دیدیا تھا۔ اور اس خاص حق کے معاوضہ میں کمپنی بادشاہ کو منافع میں سے وقتاً فوقتاً حصہ دیتی رہتی تھی۔

منشور ملنے کے بعد کمپنی نے مشرق سے تجارت کرنے کمپنی کے واسطے بسہولت بہت سی رقم فراہم کر لی اور رفتہ نشوونما رفتہ ایر پھیر کی ترکیبوں سے ہندوستان اور انگلستان کے درمیان وہ تعلقات قائم کر دئے جو آگے چلکر قریب تر ہوتے گئے ملکہ الیزبتھ نے جو منشور عطا کیا تھا۔ بعد کے بادشاہ وقتاً فوقتاً اس کی تجدید کرتے رہے۔ اور ۱۶۸۸ء کے انقلاب کے بعد منشور کی تجدید باقاعدہ پارلیمنٹ کے قانون سے ہونے لگی منشور دینے اور منافع میں حصہ ہانٹنے کے سوا حکومت برطانیہ کو کمپنی کے معاملات سے کچھ سروکار نہ تھا۔ اور نہ وہ کسی طرح پر ذمہ دار تھی۔ اول اول تو اختیارات اور نگرانی ایک گورنر اور ایک کونسل کے ہاتھ میں تھی۔ بعد کو اس کام کے واسطے کمپنی کے مالکوں اور ناظموں کی جدا جدا مجلسیں بن گئیں مالکوں میں شمار ہونے کے لئے کمپنی کے دو سو پونڈ کے اسٹاک یا حصہ کی خریداری کافی تھی۔ لیکن ناظموں کی جماعت میں شریک ہونے کے واسطے کم از کم دو ہزار پونڈ کا اسٹاک

باب ۱ خریدنا لازمی تھا۔ ہر سال کل مالک یا شرکاء آپس میں سے ناظم منتخب کرتے تھے۔ مالکوں اور ناظموں کی مجلسوں میں بہ لحاظ اختیارات جو تعلقات تھے ان کی بھی صراحت اچھی طرح نہیں ہوئی تھی۔ البتہ یہ صاف ظاہر ہے کہ مالکوں کو ناظموں کے فیصلے منسوخ کرنے کا برابر اختیار تھا۔ تجارتی اجارہ کے علاوہ کمپنی کو منشور میں یہ بھی حق مل گیا تھا کہ وہ چاہے تو اراضیات حاصل کرے۔ اپنے مقامات کی قلعہ بندی کرے، مسلح طاقت سے اپنے مال و جائداد کی حفاظت کرے، سکے چلا دے، اور اپنی بستیوں میں عدالتیں قائم کر کے انصاف جاری کرے۔ اگرچہ ہالینڈ اور پرتگال والے بہت جلد تجارت کو چھوڑ کر موقع ملتے ہی ملک گیری پر اتر آئے، لیکن انگریزوں نے اول اول تجارتی رعایات اور سہولتیں حاصل کرنے کی کوشش کی اور چند تجارتی مقامات کے قبضہ پر قانع رہے۔ سب سے پہلا تجارتی مقام تو سورت تھا۔ جہاں شہنشاہ جہانگیر کی طرف سے چند خاص رعایتیں مرحمت ہو گئی تھیں۔ ۱۶۱۶ء میں کمپنی نے ایک کارخانہ سولی ٹیم میں جاری کیا۔ اور ۱۶۱۸ء میں کمپنی نے ایک راجہ سے کچھ زمین خرید کر فورٹ سینٹ جارج تعمیر کیا، جو اب بھی بہ مقام مدراس موجود ہے۔ دریائے ہنگی پر بھی ایک کارخانہ کھولا جو ۱۶۹۰ء میں حکمتہ کو منتقل ہو گیا۔ ۱۶۹۰ء میں پرتگالیوں نے بمبئی کا مقام چارلس ٹم

کو دے ڈالا۔ چارلس نے چند ہی سال بعد اس کو دس پونڈ باب سالانہ لگان پر کمپنی کے ہاتھ اٹھا دیا۔ وہ یہی مقام ہے جہاں اب بمبئی جیسا شہر آباد ہے۔

اٹھارویں صدی کے شروع شروع ہندوستان میں بہت کمپنی ایک بد نظمی پھیلی ہوئی تھی۔ مغلیہ خاندان کے آخری فرمانروا حکمران بن گئے یعنی اورنگ زیب عالمگیرؒ نے شائع میں رحلت کی۔ نتیجہ اسلامی سلطنت کو اس سے پہلے ہی گھن لگ چکا تھا۔ مرہٹے، مسلمان شہزادے اور ہندو راجہ سب کے سب سلطنت مغلیہ کے حصے بخرے کرنے میں کشمکش کر رہے تھے انگریزوں کی تجارت معرض خطر میں آگئی، اور کمپنی کو ہندوستان کے سیاسیات میں دخل دئے بغیر کوئی چارہ نہیں رہا۔ (ولندیزیوں) پر جو ان کے ملک ہالینڈ میں مصیبت آئی تو ان کی طاقت ٹوٹ گئی اور انہیں سے بیشتر لوگ جزائر شرق الہند میں آجے جہاں اب تک ان کی حکومت جاری ہے۔ اس دوران میں ایک اور پوربین جماعت دخل میدان ہوئی۔ ۱۶۶۷ء کا ذکر ہے کہ لوئی چہار دہم کے طوفانی عہد حکومت میں ایک شخص کو لبرٹ کے خاص اہتمام اور نگرانی میں ایک فرانسیسی ایٹ انڈیا کمپنی قائم ہوئی۔ لیکن شاہ لوئی نے غلطی یہ کی کہ فضول یورپ میں جنگ کا سلسلہ باندھ دیا، اپنی نہایت محنتی اور صنل رعایا یعنی ہوگیٹاٹ لوگوں کو مذہبی سخت گیری سے پریشان کر دیا۔ اپنی حکومت کو

باب ۱ زائد از ضرورت مرکزی بنا دیا۔ یعنی محکموں کے بہت سے اختیارات سلب کر کے اپنے ہاتھ میں لے لئے۔ یہی اسباب تھے جن سے مستقل فتنہ و فساد کی بنا پڑی اور جنہوں نے فرانسیسوں کے منصوبوں کو مشرق میں کبھی سر نہ کرنے دیا۔ البتہ جب اٹھارویں صدی میں بہت کچھ زمانہ گزر گیا اور لوئی بھی رخصت ہو چکا تو فرانسیسوں کی قسمت نے مشرق میں ہلٹا کہا دیا۔ ۱۷۷۱ء میں جزیرہ ماریشس پر قبضہ ہو گیا اور بحر شرقی میں فرانسیسی بیڑے کا وہی صدر مقام قرار پایا۔ پانڈیچری اور چندر نگر میں جو قدم جے تو وہاں سے انڈون ملک میں پاؤں پھیلانے کی کارروائیاں شروع ہوئیں۔ ۱۷۷۴ء میں ڈوہلے گورنر ہنگر پانڈیچری آیا کہ تاریخ ہندوستان میں ایک نیا دور شروع ہو گیا۔ اس نے خوب اندازہ کر لیا کہ ہندوستان میں یورپ والوں کی ترقی و اقتدار کے واسطے بہت وسیع میدان موجود ہے۔ چنانچہ اس نے پالیسی یہ قرار دی کہ ہندوستانی حکمرانوں کے باہمی جھگڑوں میں دخل دے اور ہندوستانی فوجوں کو یورپ کے طریق پر قواعد سکھائے۔ دم کے دم میں اس کو کاسیابی حاصل ہو گئی۔ اور کچھ روز کے واسطے جنوبی ہندوستان میں فرانس کا سب پر سک بٹھ گیا۔ مگر ایک طرف کلائیو جیسے الوالعزم جنرل کا مقابلہ اور دوسری طرف فرانس کی دل آزار بے توجہی اور بے اتفاقی اور سب پر طرہ یہ کہ انگلستان کا سمندر

پورا پورا تسلط قائم تھا نتیجہ یہ ہوا کہ ڈوہلے کی امیدوں کی باب ۱
 یانی پھر گیا۔ اور بنگال اور جنوبی ہندوستان میں انگریزی
 کمپنی کو وہ ذمہ داریاں قبول کرنی پڑیں جس کا اس کو وہم
 و گمان بھی نہ تھا۔ ۱۷۵۷ء میں کلائیوا نے کمپنی کی
 طرف سے بنگال بہار اور اڑیسہ کی دیوانی شاہ دہلی سے اپنے
 ہاتھ میں لے لی۔ اور اسی قابل یاد کار واقعہ پر اور اول کا اختتام
 سمجھنا چاہئے۔

(۲) ۱۷۶۵-۱۸۵۸ عیسوی - دوہری حکومت -

۱۷۵۷ء کا ذکر ہے۔ جبکہ لارڈ نارٹھ کی وزارت برسرِ دوسرے
 اقتدار تھی۔ انگلستان ہندوستان کی طرف متوجہ ہوا جہاں ایک
 نئی صورت پیدا ہو گئی تھی۔ ایک تجارتی کمپنی نے عجیب و
 غریب حالات سے مجبور ہو کر ہندوستانی سیاسیات میں دخل
 ہونا شروع کر دیا تھا۔ اور وہ کروڑوں مخلوق پر حکومت کرنے کی
 ذمہ داری اپنے اوپر لے چکی تھی۔ ہندوستان کے اصلی حالات
 کے متعلق انگلستان کی عام رائے میں بہت مغالطہ پھیلا ہوا
 تھا۔ یہ سچ ہے کہ کمپنی کے بعض ملازم بیحد دولت گھسیٹ
 رہے تھے لیکن ساتھ ہی کمپنی کی مالی حالت کچھ اچھی نہ تھی۔
 قرضہ کا بار بہت بڑھ گیا تھا۔ فوجیں تیار رکھنے کی ضرورت
 تھی۔ لڑائیوں میں اس کو شکست بھی اٹھانی پڑتی تھی۔
 بالخصوص جنوبی ہندوستان میں حیدر علی کو کمپنی کے مقابلے میں
 ایک بڑی کارگر فتح حاصل ہو چکی تھی۔ اور قحط نے بنگال میں

باب ۱۔ سخت افلاس پھیلا رکھا تھا۔ بایں ہمہ ہر سال بڑھ بڑھ کر حصہ نکلتا تھا اور حصہ دار پھر بھی زیادہ سے زیادہ کا مطالبہ کرتے تھے۔ مزید برآں انگریزوں کے ظلم و تشدد کے افسانے برابر ہندوستان سے انگلستان پہنچتے رہے۔ بہت سے کوگوں کا خیال ہو گیا کہ اس یحییٰ دگی کا ایک ہی حل ہے وہ یہ کہ حکومت برطانیہ کمپنی کے مقبوضات کے انتظام میں عملاً زیادہ مداخلت کرے اور کمپنی کے سیاسی اختیارات کی حتی الوسع صاف صاف تشریح کر دی جائے۔

قانون تنظیم ۱۷۷۲ء پاس ہوا جس کا مشہور انگریزی نام رے گوٹے ٹنگ ایکٹ ہے۔ کمپنی اس وقت جن سخت مالی دشواریوں میں مبتلا تھی۔ ان سے نجات دلا دی اور ساتھ ہی ایسے قواعد بنائے کہ مقدار مناسب سے زائد شرکا میں تقسیم نہ ہو سکے۔ لیکن لارڈ نارٹھ کی حکومت کا کام صرف یہی نہ تھا کہ کمپنی کو دیوالہ بھٹنے سے بچا لیا، بلکہ اس سے کہیں زیادہ اہم معاملات کا تصفیہ کر دیا اور کمپنی نے جو ہندوستان میں حکومت قائم کر رکھی تھی اس کے کل پہلوں پر غور اور توجہ کی۔ انگلستان میں تو ناظموں اور مالکوں کی مجلسوں کا دستور بدل دیا گیا۔ ناظموں کے عہدہ کی سیاد ایک سال کے بجائے چار سال مقرر ہوئی اور مالکوں کی مجلس میں رائے دینے کا حق صرف ان لوگوں کے واسطے مخصوص ہو گیا جو کم از کم ایک ہزار پونڈ قیمتی حصہ کے بارہ

ماہ تک مالک رہ چکے ہوں۔ ہندوستان میں سول گورنمنٹ باب ۱ اور ملکی انتظام کے واسطے قوانین و قواعد بنا کر جاری کرنا دیسی حکمرانوں سے اتحاد اور معاہدے کرنا، یہ سب اختیارات گورنر بنگال کے سپرد ہوئے۔ اور اس کی مدد کے واسطے تین میٹروں کی ایک کونسل مقرر ہو گئی۔ گورنر باجلاس کونسل کو مدد اس اور بمبئی کی حکومت پر بھی اختیارات نگرانی حاصل تھے۔ پہلا گورنر جنرل یعنی وارن ہیسٹنگس اور نیز اس کے تینوں مشیر تو خود قانون تنظیم کے ذریعہ سے مقرر ہوئے۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی طے پا گیا کہ پانچ سال کے بعد سے تقررات کا اختیار ناظم کمپنی کے ہاتھ میں رہے گا۔ اسی قانون نے کلکتہ میں ایک عدالت العالمیہ کی بنا ڈالی۔ سرائی جا پانی سب سے پہلے چیف جسٹس یعنی سیر مجلس عدالت مقرر ہوئے۔ اور ان کی مدد کے واسطے تین مزید جج مقرر کئے گئے۔

دور ثانی کی خصوصیت یہی دوہری حکومت تھی کہ انتظام فاکس ایٹ سلطنت میں کمپنی اور شاہ انگلستان۔ دونوں شریک تھے انڈیا۔ اور مندرجہ بالا رے گوئے ٹنگ ایکٹ یا قانون تنظیم کا نفاذ اس دور کی سب سے پہلی اہم کارروائی تھی۔ چند ہی سال میں صاف معلوم ہو گیا کہ ہندوستان کے معاملات کی حالت اب بھی قابل اطمینان نہیں ہے۔ وارن ہیسٹنگس کو اپنے دس سال کے عہد حکومت میں بے شمار دقتیں پیش آئیں۔ جنوب میں حیدر علی نے اور مغرب میں مرہٹوں نے فرانسیسیوں

باب ۱ سے اتحاد کر رکھا تھا۔ اور بڑے بڑے خطرے اور نیرباریاں برداشت کر کے کہیں ہیٹنگس نے انگریزوں کے قدم جمائے رکھے۔

فرید براں خود گورنر جنرل اور اس کی کونسل کے ممبروں میں خوب چل رہی تھی اور برابر قصے سننے میں آتے تھے کہ کمپنی کے لوگوں نے ہندوستانیوں پر ایسے ایسے ظلم ڈھائے۔ فاکس اور نارٹھ کی وزارت برسر اقتدار تھی اور فاکس نے ہندوستان کے معاملات کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا چنانچہ ~~۱۸۵۸ء~~ کا ذکر ہے کہ اس نے دیوان عام میں ایسا مسودہ قانون پیش کیا۔ اس کو اصلاح کی یہ صورت نظر آئی کہ کمپنی کی حکومت ہند میں شاہی اختیارات بڑھائے جائیں۔ چنانچہ ایک مجلس قائم ہوئی جس کے سات رکن خود مسودہ میں نامزد کر دئے گئے ان کا کام یہ تھا کہ ہندوستان کے معاملات کی خاص نگرانی کریں۔ تجارت اور کاروبار کے انتظام کے واسطے پارلیمنٹ نے بڑے بڑے حصہ داروں میں سے نو ناظم علیحدہ مقرر کروئے۔ اس مسودہ کی مخالفت میں ولیم پٹ پیش پیش رہا۔ سب سے بڑا اعتراض یہ تھا کہ ہندوستانی مرہٹی گری یعنی ہندوستان میں عہدے دینے کا اختیار کمپنی کے ناظموں کے ہاتھ سے ہٹ کر شاہی وزراء کے قبضہ میں آ جا دیکھا۔ اور اس طرح پر وزراء کا اقتدار اور رسوخ بڑھنا خالی از خطرہ نہیں۔ جارج ثالث اور اس کے دوستوں نے پہلے ہی سے انگلستانی مرہٹی گری سے کام لیکر یعنی لوگوں کو عہدے دے دیکر پارلیمنٹ میں ایک پارٹی یا گروہ بنا رکھا

تھا جو ان کے ممنون احسان ہونے کی وجہ سے لازماً انہیں باب کا ساتھ دیتا تھا۔ اور بہت سے لوگوں کے دل میں یہ خطہ گزرا کہ کہیں ہندوستانی مرہی گری سے بھی اسی گروہ بندی کا کام نہ لیا جائے۔ بالآخر دیوان خاص میں وہ مسودہ رد ہو گیا اور دونوں وزیروں یعنی فاکس اور نارٹھ کو استعفا داخل کرنا پڑا۔

اتحادی وزارت ٹوٹنے کے بعد جب خود ولیم پٹ برسر حکومت آیا تو اس کو بھی ہندوستانی حکومت کی اصلاح کے واسطے ایک بل پیش کرینکی ضرورت محسوس ہوئی۔ لیکن یہ احتیاط رکھی کہ مسودہ میں فاکس کی غلطیوں کا اعادہ نہ ہونے پائے۔ اور مرہی گری اور کل معاملات کا بار خود کمپنی کے ناظموں کے ہاتھ میں چھوڑ دئے۔ خاص خاص اصولوں میں البتہ اس کی پالیسی وہی تھی جو فاکس کی تھی۔ مثلاً حکومت کی نگرانی اور دیکھ بھال کمپنی کے بجائے پارلیمنٹ کے سپرد ہوگی۔ قانون نے چھ رکن کی ایک نگران مجلس قائم کر دی۔ ان کا کام بالفاظ قانون یہ تھا کہ ہندوستان میں جو برطانوی مقبوضات ہوں ان کے محال اور ان کی حکومت کے سول اور فوجی محکموں سے جس قدر امور متعلق ہوں۔ اور جو کچھ کارروائیاں عمل میں آئیں ان پر اپنی نگرانی رکھیں اور بند و بست کریں۔ ایک وزیر مال اور ایک وزیر سلطنت یہ دونوں اس نگران مجلس میں شریک تھے۔ اور ان کے بعد جو

باب ۱ رکن سینیرینی اعلیٰ ہوتا تھا وہ مجلس نگران کا صدر کہلاتا تھا۔ اس کی حیثیت اور مرتبہ بہت اہم شمار ہوتا تھا۔ گویا قریب قریب وہی تھا جو آجکل وزیر ہند کو حاصل ہے۔ اگرچہ ناظموں اور دیوان خاص نے بہت کچھ زور ڈالا لیکن مارکان کمپنی کی مجلس نے وارن ہسٹنگس کو ہندوستان سے واپس بلائے سے انکار کر دیا۔ آخر کار اس مجلس کے اختیارات توڑ دئے گئے اور اس کو ناظموں کا ماتحت بنا دیا تھا کہ وہ انتظامات میں اس قسم کا دخل نہ دے سکے اور ناظموں کی رائے پر عمل ہو۔ پٹ کا یہ قانون ۱۷۷۳ء تک نافذ رہا۔ البتہ اس میں کچھ فروعی تبدیلیاں ہوتی رہیں۔ ۱۷۹۳ء میں جب پرانے چارٹر کی تجدید کا وقت آیا تو پٹ کا ایک نہایت گھبراہٹ دوست ڈانڈاس نگران مجلس کا صدر تھا اس کے ذریعہ سے بہت کچھ تفصیلی کام انجام پایا۔ اور اسی سال مشروط سول سروس کے قواعد و ضوابط مرتب ہوئے۔ ۱۸۱۸ء میں اور بھی زیادہ معاملات طے ہوئے۔ اس دوران میں ہندوستان میں بہت کچھ سکایا پلٹ ہو چکی تھی۔ لارڈ ویلزلی کو جنگ میں استعفیٰ کالیایاں ہوئیں کہ کمپنی کی حکومت ملک میں بہت کچھ پھیل گئی۔ مشرقی تجارت کا یہ منافع دیکھ دیکھ دوسرے تاجروں نے بھی اس کی شرکت کا حق طلب کیا۔ اور ایسی حالت میں کمپنی کا قدیم تجارتی اجارہ بیجا نظر آنے لگا۔ اپنے تجارتی حقوق بحال رکھنے کے واسطے کمپنی نے بھی خوب زور لگایا۔

تجربہ کار انگریزوں نے جو ہندوستان میں بطور ملازم حکومت کر چکے باب ۱
تھے۔ اور جن میں خود وارن ہسٹنگس بھی جس کو واپس آئے
عرصہ گزر چکا تھا، شامل تھا، یہ خیال ظاہر کیا کہ اگر تجارت
کی اجازت عام اور غیر مخصوص کر دی گئی تو بڑی دقتوں کا
سامنا ہوگا۔ کمپنی کے ملازموں اور ہندوستانیوں کے لئے تعلقات
کی نگرانی میں پہلے ہی سے جس قدر دشواری پیش آ رہی تھی
انہوں نے اس کو خاص طور پر جتا دیا۔ آخر ایک سمجھوتہ ہو گیا۔
ہندوستانی تجارت کے خاص حقوق کمپنی سے واپس لے لئے گئے
صرف چاء کی تجارت کا اجارہ اس کے پاس رہ گیا۔ البتہ
چین کی تجارت اب بھی بہ تمام بحال اسی کے ہاتھ میں رہی۔
ہندوستانی تجارت کے واسطے ایک لائسنس یا اجازت نامہ کا
طریق جاری کر دیا گیا۔ تاکہ من چلے انگریزی تاجر ہندوستانیوں
پر چیرہ دستی نہ کر سکیں۔ کمپنی کی مربی گری یعنی ملازم رکھنے کے
اختیارات اور دیگر سیاسی حقوق ویسے ہی برقرار رہے۔ البتہ
اعلیٰ عہدہ داروں کے تقرر میں شاہی منظوری ضروری قرار پا گئی
۱۷۷۳ء میں جو منشور کی تجدید ہوئی تو چین سے تجارت کرنیکا
اور چاء کی تجارت کا اجارہ بھی جو اب تک کمپنی کے واسطے
محفوظ چلا آتا تھا اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ اگرچہ کمپنی کے
تجارتی حقوق ختم ہو گئے، پھر بھی اسکی سیاسی ذمہ داریاں برقرار
رہیں۔ البتہ ۱۷۷۳ء والے منشور کی عبارت صاف بتلا رہی
ہے کہ کمپنی کی حکومت کے بہت تھوڑے دن باقی رہ گئے

باب ۱ تھے۔ چنانچہ اس میں یہ بھی صراحت نہیں کی گئی کہ کتنی مدت تک چارٹر یا منشور بحال رہے گا۔

تیسرا دور (۳) ۱۸۵۷ء ہندوستان تاج و نگین برطانیہ کے تحت میں۔

۱۸۵۷ء میں دوسری حکومت کے طریق کا خاتمہ ہو گیا اور حکومت ہند کمپنی کے ہاتھ سے نکل کر تاج و نگین برطانیہ کے تحت میں آگئی۔ ایک وزیر ہند سابق نگران مجلس کا جانشین قرار پایا۔ اس کی مدد کے واسطے ایک کونسل یا مجلس مقرر ہوئی اور خاص اہم عہدوں کا تقرر بھی اسی کے ہاتھ میں چھوڑ دیا گیا۔ سول عہدہ داروں کے عملدرآمد کے متعلق جو قواعد و قوانین ۱۸۵۷ء میں نافذ ہوئے ۱۸۶۱ء تک وہی جاری رہے۔ اس کے بعد سول سروس کا قانون پاس ہو گیا۔ ایسے عہدوں کی ایک فہرست تیار ہوئی جو مشروط سروس یا خدمات والوں کے واسطے مخصوص کر دی گئی۔ اور صرف خاص خاص حالتوں میں بہ منظوری وزیر ہند باجلاس کونسل بیرونی لوگ ان عہدوں پر مقرر ہو سکتے تھے۔ حکومت ہند بیشتر سابق حالت پر قائم رہی۔

۱۸۵۷ء کے بعد سے برطانوی پارلیمنٹ نے ہندوستان

کے متعلق بہت کم ایسے قانون پاس کئے جن کو اول درجہ کی اہمیت حاصل ہے۔ گورنر جنرل کی کونسل میں اضافہ کرنے کے اختیارات مل چکے ہیں وقتاً فوقتاً نئے نئے صوبے بنے اور موجودہ حدود کی ترسیم کی گئی، اور سول کے قواعد بھی

تبدیل ہوتے رہے ہیں۔ ۱۸۶۱ء کے قانون مجالس ہند نے باب (۱) وضع قانون کی نئی بنیاد ڈالی اور یہ پابندی چند شرائط مدراس اور بمبئی کی حکومتوں کو پھر قانون بنانے کا حق مل گیا۔ نیز یہ اہتمام ہوا کہ بنگال، صوبہ متحدہ اور پنجاب میں جدا جدا مجالس وضع قوانین قائم ہوں۔ ۱۸۹۲ء کے قانون کی بدولت ہندوستان کی مجالس وضع قوانین میں اور توسیع ہوئی۔ ۱۸۶۱ء میں ہائی کورٹ ایکٹ یا قانون عدالت العالیہ پاس ہوا تو محکمہ عدالت کی بہت سی پیچیدگیاں رفع ہو گئیں کہنی کی اور نیز شاہی عدالتیں منسوخ ہو کر کلکتہ مدراس اور بمبئی میں ہائی کورٹ قائم ہو گئے۔

لارڈ مارلے نے ۱۸۵۷ء میں ہندوستانی کونسلوں کا قانون کونسل ایکٹ دیوان خاص میں پیش کیا جس کا ہندوستان کے دستور پر بہت یاقانون مجالس گہرا اثر پڑا۔ بمبئی اور مدراس کی انتظامی مجالس کا اضافہ کر کے ۱۸۵۹ء مجلسی حکومت کے طریق کو رواج دیا گیا۔ ان مجلسوں میں ایک ایک ہندوستانی کا تقرر بھی عمل میں آیا۔ اسی قسم کی مجلسیں دوسرے صوبوں میں بھی جہاں لفٹنٹ گورنر رہتا ہے اور خصوصاً بنگال میں قائم کرنے کا اختیار دیدیا گیا۔ ساتھ ہی امپیریل یعنی شاہی نیز صوبہ دار مجالس وضع قوانین کی توسیع ہوئی اور انتخابی عنصر میں اضافہ ہوا۔ یعنی منتخب شدہ اراکین کی تعداد بڑھ گئی۔

۱۹۱۱ء میں شاہ معظم جارج پنجم مع اپنی ملکہ کے ہندوستان دلی دربار ۱۹۱۱ء

باب ۱ تشریف لائے اور بذات خود دہلی میں ایک شاہی دربار منعقد کیا۔ تاریخ ہند میں یہ ایک انوکھا موقع تھا کہ انگریزی بادشاہ نے پہلی مرتبہ سرزمین ہند پر قدم رکھا۔ دربار یوں بھی قابل یادگار تھا کہ شاہ معظم نے نہایت اہم تبدیلیوں کا اعلان فرمایا مدت سے کلکتہ دارالسلطنت چلا آتا تھا اب تاریخی شہر دہلی کو یہ شرف عطا ہوا۔ اور بعض دیگر صوبوں میں بھی کچھ رد و بدل ہوا۔ اگلے سال پارلیمنٹ میں ایک قانون پاس ہوا جس کے ذریعہ سے ان تبدیلیوں پر عملدرآمد ہو گیا۔

ہندوستانی دستور اور حکومت کی یہ ایک مختصر سرگزشت ہے۔ اس ملک کے متعلق جو خاص خاص قانون پاس ہوئے ان کا ذکر کر دیا گیا اور معمولی قوانین کا بیان قلم انداز ہو گیا یہ ذہن نشین ہونا ضروری ہے کہ برطانوی پارلیمنٹ نے جو قانون پاس کر دئے ہیں انہی کی پابندی سے حکومت ہند چلتی ہے ہندوستان میں حکومت کے تینوں شعبے یعنی انتظامی وضع قوانین اور عدالتی انہیں قوانین کے مطابق قائم ہیں۔ اور صرف برطانوی پارلیمنٹ ہی ان قوانین میں تبدیلی اور ترمیم کر سکتی ہے۔

واضح ہو کہ پارلیمنٹ سے انگلستان کی ملکی مجلس مراد ہے جس میں دیوان خاص و عام دونوں شامل ہیں۔

دوسرا باب

وزیر ہند اور اسکی کونسل یا مجلس

اس سے قبل واضح ہو چکا ہے کہ پیٹ کے سسٹم عیسوی ناظم کی مجلس^۱ والے قانون نے حکومت ہند پر دوہری نگرانی قائم کر دی تھی۔ ناظموں کی مجلس تو کہنی کی طرف سے حکومت کی نگرانی کرتی تھی اور نگران مجلس بادشاہ کی طرف سے نگرانی رکھتی تھی۔ ناظموں کو تو وہ لوگ منتخب کرتے تھے جو کم از کم ایک معین قیمت کے اشاک یا حصہ کے بارہ جینے یا زیادہ عرصہ تک مالک رہ چکے ہوں۔ اور نگران مجلس کے ممبر بادشاہ کی طرف سے نامزد ہوتے تھے۔ اقتدار کی میزان اسی مجلس کے ہاتھ میں تھی۔ اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کی ذمہ داریاں بھی بڑھتی گئیں۔ ناظم اس مجلس میں پیش کئے بنیر کوئی تحریر براہ راست ہندوستان نہیں بھیج سکتے تھے۔ علاوہ انہیں نگران مجلس کو یہ بھی حق حاصل تھا کہ اصرار کر کے جو تحریر چاہے ناظموں سے تیار کرا لے۔

۱۸۵۷ء میں جب ہندوستان کی حکومت بہ تمام وکمال وزیر ہند اور اسکی کونسل

شاہ انگلستان نے اپنے ذمہ لے لی تو نگران مجلس کے صدر کا جانشین ایک پانچواں وزیر بنا، جس کی مدد کے واسطے ایک کونسل یا مجلس مقرر ہوئی۔ وزیر ہند پارلیمنٹ کا رکن بھی ہے مجلس وزراء کا رکن بھی پیروی کونسل کا ممبر بھی۔ لہذا اس کو دیوان عام میں کثرت کی تائید درکار ہے اور انگلستان کی حکومت فرقہ بندی کے اقتضا کے بموجب اس کو عہدہ قبول اور ترک کرنا پڑتا ہے۔ لیکن ممبران کونسل کی حیثیت وزیر سے بالکل مختلف ہے از روئے قانون ان کا پارلیمنٹ میں شریک ہونا ممنوع ہے۔ پس وہ فرقوں کے سیاسیات میں کوئی عملی حصہ نہیں لے سکتے۔ شروع میں کل پندرہ کونسلر یعنی ممبران کونسل تھے۔ لیکن اب کونسل میں حسب رائے وزیر ہند دس ممبروں سے لیکر چودہ تک شریک رہتے ہیں۔ ان کا تقرر وزیر ہند کے ہاتھ میں ہے۔ اور صرف شایستہ چال چلن کی حالت میں اپنے عہدہ پر رہ سکتے ہیں۔ ان کو کونسل سے علیحدہ کرنے کا طریق یہ ہے کہ دیوان عام اور دیوان خاص میں اس کے متعلق ایک ایڈریس یا عرضداشت پیش کر کے منظور کراتے ہیں۔ اول اول عہدہ کی میعاد دس سال اب سات سال کر دی گئی۔ یہ بھی ضرور ہے کہ کچھ ممبر کم از کم سات سال تک ہندوستان میں ملازم یا مقیم رہ چکے ہوں۔ اور تقرر کے وقت برطانوی ہندوستان چھوڑے ان کو پانچ سال سے زیادہ گزرے ہوں۔ آجکل دو ممبر ہندوستانی ہیں ایک ہندو

اور ایک مسلمان۔ کونسل بہت مکمل اور جامع معلوم ہوتی ہے۔ باب ۴ پرانے سول ملازم ہندوستانی، فوجی اور مالی ماہر سب کے نمائندہ شریک رہتے ہیں۔ کونسل کئی کمیٹیوں میں منقسم ہے۔ جو ہفتہ میں کئی مقررہ دن اجلاس کر کے مختلف محکموں کی نگرانی کرتی ہیں۔

وزیر اپنی کونسل کا صدر ہے وہ خود ہی نائب صدر مقرر کرتا وزیر ہند

ہے۔ اور جب چاہے اس کو علحدہ بھی کر سکتا ہے۔ کونسل صرف اور اس کی ان امور کی نگرانی کر سکتی ہے جو وزیر ہند اس کے سامنے پیش کونسل کے کرے۔ وہ اپنی طرف سے کسی معاملہ میں پیشقدمی نہیں کر سکتی۔ باہمی تعلقات

مزید براں وزیر ہند کو کونسل میں اختیار منسوخ بھی حاصل ہے۔

یعنی یہ کہ وہ کثرت آراء کے فیصلہ کو رد کر دے۔ البتہ چند

امور اس کے اختیار سے مستثنیٰ ہیں مثلاً استلکاک محصل و جائداد تنخواہ

اور رخصت کے قواعد کی تبدیلی۔ اور مشروط سول سروس پر

ہندوستانیوں کا تقرر۔ ایسے امور میں کونسل کی کثرت رائے

ضروری ہے۔ جب وزیر ہند اور کونسل میں اختلاف رائے ہو

تو جو کوئی ممبر شریک جلسہ رہا ہو چاہے تو رو عدا جلسہ میں

فیصل شدہ امور کی بابت اختلاف رائے مع وجہ تحریر کر سکتا

ہے۔ سوائے خاص ضروری اور راز کے معاملات کے تمام

احکام اور مراسلات پر یا تو کونسل کے جلسے میں بحث ہوتی

ہے۔ یا ہندوستان روانہ ہونے سے کم از کم سات روز قبل

کونسل کے کمرہ میں معائنہ کے واسطے رکھ دئے جاتے

ہیں۔ پس فی الجملہ کونسل کے اختیارات مشیرانہ ہیں۔ البتہ

باب ۲ اور اور طرح پر اس کا اثر بہت کچھ پڑ سکتا ہے۔ اگرچہ لارڈ لینسڈون، لارڈ نارٹھ بروک، لارڈ رین اور لارڈ کرزن جیسے لوگ کیبنٹ یعنی مجلس وزراء کے ممبر رہ چکے ہیں۔ لیکن کوئی وزیر ہند ایسا نہیں ہوا جو ہندوستان میں ملازم رہ چکا ہو۔ پس جن معاملات کا اس کو انتظام کرنا پڑتا ہے ان کا تجربہ نہیں ہوتا۔ اور قدرۃً اس پر کونسل کے اُن انگریز اور ہندوستانی ممبروں کی رائے کا بہت کچھ اثر پڑتا ہے جن کی عمر کا بہترین زمانہ ہندوستان کی خدمت میں بسر ہوا ہو۔

وزیر ہند۔ ہندوستان کے معاملات میں بادشاہ کا دستوری مشیر ہے۔ ہندوستان کی حکومت اور محال کی باتہ وہ تمام اختیارات اور فرائض اسی کے حصہ میں آئے ہیں جو کبھی نگران مجلس یا کمپنی کے ناظموں اور راز دار کمیٹی سے متعلق تھے۔ وہ ہندوستان میں ہر افسر حتیٰ کہ گورنر جنرل کے نام حکم جاری کر سکتا ہے اور حکومت ہند کا متحدہ یعنی برطانیہ عظمیٰ اور آئرلینڈ میں جو کچھ کام ہوتا ہے اس کی نگرانی بھی اسی کے سپرد ہے۔ ہندوستان کو جو حکم احکام آتے ہیں اُن سب پر یا تو اس کے دستخط ہوتے ہیں یا اس کی عدم موجودگی میں کسی اور وزیر کے اور علیٰ ذہا جو مراسلات ہندوستان سے روانہ ہوں وہ بھی اسی کے نام ہونے چاہئیں۔ ان وسیع اختیارات اور فرائض میں سے بہت سے اس کی ذاتی ذمہ داری پر مبنی ہیں۔ بعض میں کونسل کا مشورہ بھی ضروری ہے۔ اور کچھ معاملات

صرف کونسل کی کثرت رائے سے طے ہو سکتے ہیں۔ جو ہندوستانی باب (۲)،
تقررات بادشاہ کے ہاتھ میں ہیں ان کے متعلق بادشاہ وزیر ہند
کے مشورہ پر عمل کرتا ہے۔ البتہ وائسرائے کا تقرر وزیر اعظم
کی سفارش سے ہوتا ہے۔ دستوری طور پر وزیر ہند کے اختیارات
بہت وسیع ہیں۔ علی طور پر وہ کیا کیا ہیں اس کا دریافت کرنا
مشکل ہے۔ صرف وہی لوگ اس سوال کا جواب دے سکتے
ہیں جن کو ہندوستانی اور انگلستانی حکومت کا خاص تجربہ حاصل
ہے۔ لیکن صاف ظاہر ہے کہ اختیارات کی وسعت بہت کچھ اس
شخص کے خصائل اور اوصاف پر منحصر ہے جو اس عہدہ پر مقرر ہو۔
سرجان اسٹریچی جو پانچ وائسرائوں کے عہد میں حکومت ہند کے
ممبر رہ چکے ہیں اور بعد کونڈن میں مجلس ہند یعنی انڈیا کونسل
کے بھی رکن بن گئے، اس معاملہ میں رائے دینے کا بہترین حق
رکھتے ہیں۔ ان کا قول ہے کہ وزیر کا خاص کام تو یہ ہے
کہ حکومت ہند کے استفسارات کا جواب دیا کرے اور بڑے
بڑے سیاسی اور مالی معاملات کے علاوہ ایسے استفسارات کی
تعداد اور نوعیت بیشتر اس وقت کے گور جنرل کے خصائل اور
اوصاف پر منحصر ہے۔ بعض گور جنرل ذاتی ذمہ داری بہت گھٹا
دیتے ہیں اور ہر کام کرنے سے پہلے انگلستان کی حکومت سے
دریافت کر لیتے ہیں۔ اس کے برعکس بعض خود اپنی اور اپنے مشیروں کی
رائے سے کام کرنا پسند کرتے ہیں۔ لیکن معمولاً وزیر ہند اپنی طرف سے
بہت کم کام چھیڑتا ہے۔ ملک کے اندرونی معاملات میں اس حد

باب ۲ تک تو ہندوستانی حکومت تقریباً بالکل خود مختار ہے کہ موجودہ مصارف بڑھائے بغیر سلطنت کا کاروبار انجام دے۔ اگر سر جان اسٹریچی کی مندرجہ بالا رائے صحیح مان لی جائے تب بھی انگلستانی حکومت ہندوستان کی حکومت میں بہت کچھ دخل رکھتی ہے۔ خود سر جان اسٹریچی نے یہ بھی بتایا ہے کہ آب و ہوا کے فرق اور دیگر وجوہات کی بنا پر حکومت کے اعلیٰ عہدہ دار اکثر بدلتے رہتے ہیں۔ اور بالخصوص وائسرائے، گورنر، لفٹنٹ گورنر اور انکی مجلسوں کے ممبر، ان میں سے کوئی بھی پانچ سال سے زیادہ اپنے عہدہ پر قائم نہیں رہتا ہر حکومت میں کسی قدر پالیسی یا طرز عمل کی موافقت ضروری ہے اور بالخصوص ہندوستان میں یہاں لوگ فوری اور بڑی تبدیلیوں سے بہت متوجش ہوتے ہیں۔ اور اس طرز عمل کے قائم رکھنے میں وزیر ہند اور اس کی کونسل کا بہت مفید اثر پڑتا ہے۔

وزیر ہند ہندوستانی عہدوں کا تقرر۔ یہی وہ چٹان تھی جس سے ٹکرا کر کی مربی فاکس اور ناتھ کی اتحادی وزارت پاش پاش ہو گئی۔ اور اسی خوف سے پٹ نے ہندوستان کے تقررات کی بابت مربی گری کہنی کے ہاتھ میں چھوڑ دی۔ ۱۹۱۷ء میں البتہ گورنر جنرل، گورنروں اور سکائڈر انجیف کے تقرر کے واسطے شاہی منظوری لازمی قرار دیدی گئی۔

ایڈوائس وزیر ہند کو اب بھی اپنے دفتر واقع ویسٹ منسٹر میں کچھ زیادہ کی مربی گری کا اختیار حاصل نہیں۔ دو نائب وزیر اس کے مددگار ہیں اور ان میں سے ایک سرکاری افسر ہوتا ہے اور دوسرا پارلیمنٹ کا ممبر

یہ دوسرا مددگار رکن حکومت بھی ہوتا ہے اور صرف اُس وقت بل ۲ تک اپنے عہدہ پر قائم رہتا ہے جب تک اس کا فریق برسرِ اقتدار ہو۔ ۱۹۵۱ء میں وزیر ہند نے نگران مجلس اور ناظموں کی مجلس کے ملازموں کو اپنے ہاں انڈیا آفس کے کام میں رکھ لیا۔ کلرک کی اپنے مقصدی گری کے اعلیٰ عہدوں تک انہیں قواعد و ضوابط کی پابند ہے جن پر ہندوستان اور نو آبادیوں کے تقررات میں عمل ہوتا ہے۔ ادنیٰ عہدوں پر بھی کو درجہ دوم کی کلرک کی اور نائب کلرک کی سے تعبیر کرتے ہیں وہ لوگ مقرر ہوتے ہیں جو دیگر امتحان مقابلہ میں کامیابی حاصل کر لیتے ہیں۔ خود دفتر کے اندر تمام تقررات اور ترقیاں وزیر ہند باجلاس کونسل طے کرتے ہیں۔ البتہ ناظر حسابات شاہی فلن سے مقرر ہوتا ہے۔ جس پر وزیر مال کے بھی دستخط ہوتے ہیں۔ تنخواہیں وظیفے اور دیگر اخراجات متعلقہ دفتر وزیر ہند ہندوستان کے محال سے ادا ہوتے ہیں۔

وزیر ہند کو ہندوستانی تقررات میں کچھ زیادہ دخل نہیں۔ ہندوستانی گورنر جنرل کو تو بادشاہ وزیر اعظم کی سفارش سے مقرر کرتا ہے۔ تقررات کمانڈر انچیف، گورنر اور ممبران کونسل خود وزیر ہند کی سفارش سے مقرر ہوتے ہیں۔ لفٹنٹ گورنروں کا تقرر گورنر جنرل کی سفارش سے ہوتا ہے۔ ہائی کورٹ کے ججوں کے تقرر کے قواعد آئندہ بیان ہوں گے۔ جو اہم عہدے ممبران کونسل سے ادنیٰ شمار ہوتے ہیں ان کے متعلق دو باتیں قابل ذکر ہیں۔ ۱۹۵۱ء میں

باب ۲

مشروط سول سروس کی ابتدا ہوئی، جس کے ممبروں نے کمپنی سے عہد کر لیا کہ نہ تو وہ لوگوں سے تحفے تحائف لیں گے اور اور نہ بطور خود تجارت کریں گے۔ اور اس طبقہ کے ملازمین کے واسطے کچھ عہدے مخصوص کر دئے گئے۔ ۱۸۵۳ء تک تو ان عہدوں پر ناظمین کمپنی لوگوں کو نامزد کرتے تھے۔ اس کے بعد امتحان مقابلہ کا طریق نکل آیا کہ سب برطانوی رعایا خواہ وہ کسی نسل فرقت اور مذہب سے منسوب ہوں امتحان میں کامیابی حاصل کر کے ان عہدوں کو حاصل کر سکتے ہیں امیدواروں کی عمر اور اوصاف کے متعلق قواعد بنانا، امتحان کے واسطے مضامین مقرر کرنا یہ سب کام وزیر ہند باجلاس کونسل سرانجام دیتا ہے اور اگر ان میں کوئی تبدیلی کرنی منظور ہو تو وہ اول پارلیمنٹ میں پیش ہونی ضرور ہے۔ امتحان کا انتظام بھی سول سروس کے کمشنروں کے سپرد ہے۔ فی الجملہ یہ طریق بہت کار آمد ثابت ہوا ہے۔ تقررات اور ترقیوں کے کل معاملات حکومت ہند کے ہاتھ میں چھوڑ دئے گئے ہیں اور اس طرح پر سول سروس فریقانہ سیاسیات کے مضامین سے محفوظ ہو گئی اور رعایت و مروت کا اعتراف کرنے کی بھی گنجائش نہیں رہی۔

ہندوستانی گزشتہ چند سال میں البتہ اس طریق کی بابت ایک شکایت لوگ اور پیدا ہو گئی ہے۔ یہاں کی سول سروس میں ہندوستانیوں کی تعداد سرکاری بہت تھوڑی ہے۔ چونکہ امتحان لندن میں ہوتا ہے اس وجہ سے خدمات بھی بعض ہندوستانی شرکت سے معذور ہیں ۱۸۶۹ء عیسوی سے

منشوری سول سروس کا قاعدہ نکلا کہ بہ منظوری وزیر ہند باجلاس باب ۲ کونسل، مقامی حکومتیں مستحق اور مسلمہ قابلیت کے ہندوستانیوں کو ان عہدوں پر نامزد کر سکتی تھیں۔ مگر یہ طریق بھی کچھ کامیاب ثابت نہ ہوا اور پنجاب کے لفٹنٹ گورنر سر چارلس اچین کی زیر صدارت جو پبلک سروس کمیشن یعنی سرکاری خدمات کی بابت کمیشن بیٹھا تھا، اس کی تجاویز کے مطابق ۱۸۸۶ء میں ایک اور انتظام عمل میں آیا۔ تب سے سرکاری ملازمت تین طبقوں میں منقسم ہے انڈین یا ہندوستانی سول سروس صوبہ دار خدمات اور ماتحت خدمات میں دونوں طبقوں کے عہدوں پر بالعموم جو لوگ نامزد ہوتے ہیں ان کی قابلیت اور اوصاف کے متعلق حکومت ہند نے کچھ قواعد و ضوابط بنا دیے ہیں جن کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔ ماتحت خدمات کے ملازم ترقی پا کر صوبہ دار خدمات میں آسکتے ہیں اور صوبہ دار خدمات کے لوگ چند ”مندرجہ“ عہدوں پر ترقی پاسکتے ہیں جو اس سے قبل ہندوستانی سول سروس کے عہدہ داروں کے واسطے محفوظ تھے۔

ہندوستان میں خدمات کے کچھ اور بھی صیغے ہیں۔ مثلاً دیگر خدمات تعمیرات ڈاک اور تار، جنگلات، پولس، تعلیمات اور طبابت۔ ان میں بھی عہدوں کے یہی تین طبقے ہیں۔ اسپرٹل سروس یعنی شاہی خدمات میں لوگ یا تو بذریعہ امتحان مقرر ہوتے ہیں یا وزیر ہند ان کو نامزد کرتا ہے۔ مگر یہ سب کچھ ہوتا

انگلستان ہی میں ہے۔ عہدہ داروں میں کثرت تو یوہین لوگوں کی ہے مگر تقرر کا حق ہندوستانیوں کو بھی حاصل ہے، اور کچھ منتخب بھی ہو چکے ہیں۔ رہے آخر کے دو طبقے یعنی صوبہ دار خدمات اور ماتحت خدمات۔ ان کے تقررات ہندوستان ہی میں ہوتے ہیں۔ اس باب میں حکومت ہند نے کچھ قواعد جاری کر رکھے ہیں۔

۱۹۱۷ء میں بہ فرمان شاہی زیر صدارت لارڈ اسٹنٹن سابق سرکاری خدمات کی وزیر نیوزیلیٹ ایک پبلک سروس کمیشن مقرر ہوا تاکہ طریق تقرر کمیشن شرائط ملازمت اور خدمات کی موجودہ تقسیم یعنی شاہی اور صوبہ دار خدمات کے باب میں کافی تحقیقات کر کے یہ غور کرے کہ سرکاری خدمات کی اصلاح اور بہتری کے واسطے کیا کیا تدابیر مناسب ہوں گی۔

وزیر ہند ابھی یہ دیکھنا باقی ہے کہ وزیر ہند کے تعلقات پارلیمنٹ اور پارلیمنٹ سے کیا ہیں۔ وزیر ہند کی حیثیت وزیر نو آبادیات سے مختلف ہے اس وزیر اور اس کے عملہ میں کی تنخواہیں اور صیغہ کے دیگر مصارف انگلستانی حکومت اپنے پاس سے ادا کرتی ہے۔ اور یہ کل رقم اس میں شامل ہوتی ہے جو ہر سال دیوان عام میں پیش ہوتا ہے۔ جب یہ تدین زیر بحث ہوں تو وہ وزیر نو آبادیات کی عام پالیسی یا اس کے کام کے کسی شعبہ پر بحث مباحثہ ہو سکتا ہے اور دیوان عام چاہے تو اس کے تخمینوں میں رد و بدل کر دے۔ لیکن وزیر ہند کی حالت مختلف

ہے۔ اس کی تنخواہ بھی انگلستان کے بجائے ہندوستان کے باب ۲ خزانہ سے نکلتی ہے۔ ہندوستان کے محفل اور مصارف میں ترمیم کرنے کا پارلیمنٹ کو کوئی اختیار حاصل نہیں ہے۔ البتہ دو صدقوں میں پارلیمنٹ کی منظوری ضروری ہے۔ اول قرض عامہ کی مقدار بڑھانا، دوسرے بیرون ملک قومی کارروائیوں کے واسطے مصارف میں اضافہ کرنا۔ ہر سال پارلیمنٹ میں حکومت ہند کی بابۃ دو چیزیں پیش ہوتی ہیں۔ اول تو ایک مالی کیفیت جس کو بالعموم ہندوستانی بجٹ یا موازنہ کہتے ہیں۔ اس میں سال گذشتہ کے محفل اور مصارف جمع ہوتے ہیں اور ایک غیر متعلق ناظر حسابات اسکی جلیج پرتال کر کے اس کی تصدیق کرتا ہے۔ دوسرے برطانوی ہندوستان کی مالی اور اخلاقی ترقیات کے متعلق ایک تفصیلی رپورٹ لیکن ان چیزوں کے متعلق صرف تکمیل ضابطہ کے طور پر ایک رزلوشن یا تحریک پاس ہو جاتی ہے جس میں ہندوستان کے محفل اور مصارف کا ذکر ہوتا ہے اور بس۔

گزشتہ باب میں چند ایسے قوانین کا ذکر آچکا ہے کہ جن پارلیمنٹ میں انتظام۔ وضع قوانین اور عدالت کے محکموں کی تعریف قوانین موجود ہے اور جن کے رو سے یہ محکمے با ضابطہ قرار پائے اور پارلیمنٹ کی رضامندی بغیر ان قوانین میں کوئی تبدل و تغیر ہندوستانی محکم نہیں۔ اس کے برعکس بڑی بڑی تبدیلیاں جو پارلیمنٹ حکومت کے سابق منظور شدہ قوانین کے تحت میں نہ ہوں پارلیمنٹ

کے مشورہ بغیر عمل میں آسکتی ہیں۔ مثلاً دارالسلطنت کا کلکتہ سے دہلی منتقل ہونا انتظامی کونسلوں میں جو غیر عہدہ دار ہندوستانیوں کے تقرر حال میں ہو چکے ہیں ان سے یہ فرق بخوبی واضح ہوگا۔ گورنر جنرل کی کونسل کے ممبروں میں عہدہ دار ممبروں کی ایک خاص نسبت برقرار رکھنی ضروری ہے۔ پس موجودہ قوانین میں کوئی تبدیلی کئے بغیر وزیر ہند چاہے تو کسی عہدہ دار ہندوستانی کو ممبر بنادے۔ اس کے برعکس مدراس اور بمبئی کی کونسل میں گورنر کے علاوہ صرف دو دو ممبر اور ہوتے ہیں۔ اور از روئے قانون دونوں کے واسطے لازمی ہے کہ ایک زمانہ معینہ تک ہندوستان میں شاہی خدمات انجام دے چکے ہوں۔ چونکہ قانون کی تبدیلی لازم آتی تھی لہذا وہاں کسی اور قوم کے عہدہ دار کو ممبر مقرر کرنے کی حالت میں پارلیمنٹ سے دریافت کر لینا ضروری ہوگا۔ وزیر ہند کینٹ یعنی مجلس وزراء کا ممبر ہے۔ اور اس حیثیت سے وہ پارلیمنٹ کے سامنے بھی جوابدہ ہے۔ حکومت ہند کے متعلق پارلیمنٹ میں برابر سوال ہوتے ہیں اور ہر ممبر کو یہ پابندی قواعد پارلیمنٹ پورا اختیار حاصل ہے کہ بحث چھیڑے اور تحریک پیش کرے آجکل دیوان عام کے مقابل دیوان خاص میں ہندوستانی معاملات کے متعلق زیادہ دلچسپی کا ہوتا ہے۔ اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ دیوان خاص میں بہت سے سابق وائسرائے، گورنر اور ایسے لوگ شامل

ہیں جن کو ہندوستانی حکومت کا بہت کچھ ذاتی تجربہ حاصل ہو چکا ہے۔ باب ۲
 حاصل کلام یہ کہ یوں تو وزیر ہند کو حکومت ہند پر بہت وسیع
 اختیارات حاصل ہیں، لیکن عملی طور پر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس
 کا کام زیادہ تر مشورہ اور اصلاح کا ہے۔ علیٰ ہذا اگرچہ پارلیمنٹ
 کی ہندوستان پر اعلیٰ حکومت مسلم ہے تاہم بہت کم ایسے
 موقعے پیش آتے ہیں کہ پارلیمنٹ ہندوستان کے معاملہ میں دخل
 دیتی ہو۔ غالباً یہ بڑی خوش قسمتی ہے کہ ہندوستان کی حکومت
 فریقانہ سیاسیات کی زد سے محفوظ رکھی گئی ہے۔ حتیٰ کہ لارڈ مارلے
 کی اصلاحات فریقانہ سیاسیات کے دائرہ سے خارج قرار پائیں
 اور انگلستان کے ہر دو بڑے سیاسی فرقوں نے اس کو منظور
 کر لیا۔ پس ہندوستانی معاملات کا نظم و نسق بہت کچھ حکومت ہند
 کے ہاتھ میں ہے۔ البتہ وزیر ہند نگرانی کرتا ہے اور خاص حالتوں
 میں برطانوی پارلیمنٹ بھی۔

تیسرا باب وائسرائے اور اُسکی کونسل یا مجلس

گورنر جنرل قانون تنظیم کی رو سے گورنر بنگال گورنر جنرل مقرر ہوا اور اس کو مدراس اور بمبئی کی حکومتوں پر نگرانی رکھنے کا اختیار تفویض ہوا۔ مزید برآں اول توپٹ کے قانون ۱۸۵۷ء نے اُس کے اختیارات بڑھادئے اور بعد کو ۱۸۵۳ء میں مزید اضافہ ہوا۔ ۱۸۵۷ء میں گورنر جنرل بنگال کے بجائے گورنر جنرل ہند کا خطاب قرار پایا۔ لیکن ۱۸۵۷ء کے بعد ہی یہ نوبت آئی کہ بنگال کا ایک جداگانہ لفٹنٹ گورنر مقرر ہوا۔ اور گورنر جنرل اس کی براہ راست ذمہ داری سے سبکدوش ہوا۔ اس کے بعد سے حکومت ہند کا کسی خاص صوبہ سے تعلق نہیں رہا۔ اس کا صدر مقام تو کلکتہ ہی رہا البتہ لارڈ لارنس کے زمانہ سے یہ قاعدہ چلا آتا ہے کہ موسم گرما میں گورنر جنرل اور اسکے عملہ کے خاص خاص عہدہ دار شملہ پر رہتے ہیں۔ ۱۸۵۷ء میں دارالسلطنت کلکتہ سے دہلی منتقل ہو گیا۔ اور ساتھ ہی دہلی اور اس کی نواح ایک چیف کمشنر کے تحت میں آگئی ۱۸۵۷ء میں

باب ۳

جب حکومت ہند کمپنی کے ہاتھ سے بھل کر شاہ انگلستان کے ہاتھ میں آئی تو گورنر جنرل کا خطاب وائسرائے یعنی نائب بادشاہ قرار پایا۔ لیکن پارلیمنٹ کی تحریرات میں اب تک لفظ گورنر جنرل ہی مستعمل ہے اول اول تو گورنر جنرل کا تقرر ناظمان کمپنی کے ہاتھ میں تھا لیکن ۱۸۱۳ء میں شاہی منظوری بھی لازمی قرار پا گئی۔ اب گورنر جنرل کا تقرر سفارش وزیر عظم خود بادشاہ کی طرف سے ہوتا ہے اور عہدہ کی معمولی میعاد پانچ سال ہے۔ یہ طے شدہ امر ہے کہ گورنر جنرل پر وزیر ہند کے احکام کی تعمیل لازمی ہے۔ اس پابندی کے قطع نظر گورنر جنرل کے اختیارات بہت وسیع ہیں۔ ہندوستان میں وہ بادشاہ کا قائم مقام تصور ہوتا ہے۔ حکومت کا سرگروہ بھی وہی ہے، مجلس وضع قوانین کا صدر وہی ہے اور اس کو رحم اور عفو کے شاہی اختیارات بھی حاصل ہیں۔

قانون تنظیم کی رو سے گورنر جنرل کی مدد کے واسطے گورنر جنرل ممبروں کی مجلس یا کونسل قائم ہوئی تھی۔ شروع میں ممبروں کا انتخاب ناظمان کمپنی کے ہاتھ میں تھا لیکن اب وہ بہ مشورہ وزیر ہند بادشاہ کی طرف سے مقرر ہوتے ہیں۔ اور ان کے عہدہ کی میعاد بھی پانچ سال ہے۔ ممبروں کی تعداد میں وقتاً فوقتاً کمی بیشی ہوتی رہی ہے۔ پٹ کے قانون کے بموجب کونسل میں صرف تین ممبر شریک تھے۔ اور ان

باب ۳ میں سے بھی ایک کمانڈر انچیف ہوتا تھا۔ ۱۹۱۵ء میں ممبروں کی تعداد چھ تھی۔ اور مزید براں کمانڈر انچیف بطور ایک غیر معمولی ممبر کے شریک کونسل رہتا تھا۔ کونسل کی ممبری کے لئے جو اوصاف مقرر ہیں وہ کچھ کم نہیں ہیں۔ حسب قانون کم از کم تین ممبر ایسے ہونے چاہئیں جو قبل تقرر دس سال یا اس سے زیادہ عرصہ تک کوئی شاہی خدمت ہندوستان میں سرانجام دے چکے ہوں۔ ان کے علاوہ ایک ایسا ممبر بھی ضروری ہے جو انگلستان یا آئرلینڈ میں بیرٹری کا امتحان پاس کر چکا ہو۔ یا جو اسکاٹ لینڈ کی مجلس وکلاء کا رکن ہو۔ اور اس کی قدامت کم از کم پانچ سال ہو۔ ۱۹۱۵ء میں تین ممبر ایسے تھے جو ہندوستانی سول خدمات پر رہ چکے تھے۔ ایک ممبر لندن میں سول خدمات میں شریک رہ چکا تھا لیکن اس کو ہندوستان کی حکومت کا پہلے سے کوئی تجربہ نہ تھا۔ پانچواں ممبر ایک بیرٹ تھا جس میں تمام ضروری اوصاف موجود تھے۔ اور چھٹا ممبر ایک ہندوستانی تھا جو اس سے قبل ایک ہائیکورٹ کا جج رہ چکا تھا۔

گورنر جنرل وارن ہیسٹنگس جو سب سے پہلا گورنر جنرل تھا اس کو اپنی اور ممبران کونسل کی کثرت کی مخالفت سے برابر دقتیں پیش آتی رہیں۔ اس کونسل کے کونسل کے ممبروں نے اکثر موقعوں پر اسکی رائے منسوخ کردی تعلقات اب بھی گورنر جنرل اپنی کونسل کی کثرت رائے کا پابند ضرور ہے مگر نہ ایسے معاملات میں کہ جن کا اثر گورنر جنرل کی رائے میں برطانوی

ہندوستان کی حفاظت اور امن و امان پر پڑتا ہو۔ کثرت کے فیصلہ باب ۳ کی منسوخی کا اختیار جو مذکورہ بالا خاص خاص حالتوں میں گورنر جنرل کو حاصل ہے اس سے کام لینے کی ساز و نادر نوبت آتی ہے۔ لیکن یہ بھی قابل یادداشت ہے کہ محصول درآمد و برآمد کے مسئلہ پر لارڈ لٹن نے اپنی کونسل کے فیصلہ کو منسوخ کر دیا تھا۔ ایسی حالت میں مخالف ممبروں کو یہ حق حاصل ہے کہ اپنے اختلافات کے وجوہات تحریر کر دیں تاکہ وزیر ہند کے سامنے پیش ہوں۔ کچھ روز سے مجلسی حکومت کا طریق بہت کچھ بدل گیا ہے۔ پہلے حکومت کے متعلق کل معاملات پر کونسل میں بحث ہوتی تھی۔ ایک سابق ممبر کونسل لکھتا ہے کہ اس زمانہ میں اس قدر طویل طویل روئدادیں لکھنی پڑتی تھیں کہ اب یقین آنا دشوار ہے۔ آج سے بیس سال قبل جس قدر کام گورنر جنرل اور اسکی کونسل ملکر کرتی تھی آج اس کو ایک نائب وزیر (انڈر سیکریٹری) سرانجام دیتا ہے۔ لارڈ ڈلہاؤزی نے جس کا بہت کچھ وقت نہایت اہم معاملات کے انصرام میں صرف ہوتا تھا بالآخر یہ نتیجہ نکالا کہ گورنر جنرل کے واسطے اس طریق کے مطابق کام کرنا ممکن نہیں۔ پس ۱۸۵۷ء کے قانون مجلس نے گورنر جنرل کو اختیار دیدیا کہ کام کی سہولت کے واسطے جو قواعد ضروری اور مناسب معلوم ہوں مقرر کر لئے جا دیں۔ چنانچہ اس دفعہ کے مطابق لارڈ ڈیکنگ نے اپنی کونسل کے ہر ایک ممبر کو ایک نہ ایک صیغہ سونپ دیا اور اپنے اپنے صیغہ کے معمولی کاروبار

باب ۳ کا ہر ممبر ذمہ دار بن گیا۔ خاص خاص اہم معاملات البتہ کونسل میں پیش ہوتے ہیں۔ سرولیم ہنٹر نے جو لارڈ میو کی سوانح عمری لکھی ہے اس میں کونسل کا طریق کار و بار یوں بھی ہے۔

روز مرہ کی معمولی کارروائیاں تو وہی ممبران کونسل چلاتے جن کے صیغہ سے ان کا تعلق ہوتا تھا۔ اہم کاغذات البتہ مجوز ممبر کی رائے کے ساتھ وائسرائے کے سامنے پیش ہوتے تھے۔ جو یا تو اتفاق کرتا تھا یا کوئی مناسب ترمیم کر دیتا تھا۔ اگر وائسرائے نے اتفاق کر لیا تو بس معاملہ طے ہو گیا۔ معتمد نے لیا اور ممبر کی رائے کو ایک چٹھی یا تحریک کی شکل میں تحریر کر دیا اور وہ بطور احکام گورنر جنرل باجلاس کونسل جاری ہو گیا۔ لیکن جو معاملات اہم ہوتے تھے ان کے باب میں وائسرائے ابداعی ممبر سے اتفاق کرتے ہوئے بھی اکثر کاغذات کو یا تو کل کونسل میں گشت کراتا تھا یا ایسے خاص خاص ممبروں کے پاس بھیجوا دیتا تھا جن کی رائے کو وہ معاملات زیر بحث میں ضروری اور قابل لحاظ خیال کرتا تھا۔ جبکہ وائسرائے ممبر کی رائے سے اتفاق نہیں کرتا تھا تو بالعموم کاغذات یا تو کل ممبروں میں گشت ہوتے تھے یا حسب حکم وائسرائے کونسل میں پیش ہو جاتے تھے۔ اشد ضروری معاملات صیغہ متعلقہ کے معتمد براہ راست وائسرائے کے سامنے پیش کرتے تھے۔ اس پر یا تو وائسرائے خود ہی کوئی حکم صادر کر دیتا تھا یا ابتدائی رائے کے واسطے اس ممبر کونسل کے پاس بھیج دیتا تھا جس کے

باب ۳

صیغہ سے اس معاملہ کا تعلق ہو۔

محکمہ خارجہ براہ راست گورنر جنرل کے ماتحت ہے۔ محکمہ داخلہ محکمہ خارجہ
خارجہ اُن بیرونی تعلقات کی نگہداشت کرتا ہے جو یا تو حکومت
ہند سے متعلق ہوں یا بمذہب مختلف ہندوستانی ریاستوں سے
زیادہ سے زیادہ شاہی حقوق جو کسی ہندوستانی حکمران کو حاصل
ہیں اس کی مثال اعلیٰ حضرت حضور نظام خلد اللہ علیہ کی حکومت
ہے کہ اپنا سکہ چلاتے ہیں، رعایا سے محاصل وصول کرتے ہیں
اور سزا دیتے ہیں جس کا کوئی مرافعہ نہیں ہو سکتا۔ سب سے کم۔
شاہی اختیارات کی مثال کاٹھیاوار کے زمیندار ہیں جو کہ صرف
چند ایکڑ زمین کے مالک ہیں۔ سرکاری ٹیکس معاف ہے اور
کچھ برائے نام ذاتی اختیارات بھی حاصل ہیں۔ محکمہ خارجہ کے
نمائندے جو ویسی ریاستوں میں موجود رہتے ہیں ریڈنٹ یا
ایجنٹ کہلاتے ہیں۔ ان کا انتخاب یا تو ہندوستانی سول
خدمات کے زمرہ سے ہوتا ہے یا فوجی عہدہ داروں میں سے
جن کا سیاسی محکمہ سے تعلق رہ چکا ہو۔ ویسی ریاستوں میں
ایسی چیزوں کی نگرانی بھی انہیں کے ذمہ ہوتی ہے۔ جیسے
رؤسا کے کالج یا شاہی خدمت کے رسالے (امپریل سروس ٹروپس)
صوبہ سرحدی اجیر مارواڑ اور برطانوی بلوچستان ان حصوں کی
حکومت بھی محکمہ خارجہ کے تحت میں ہے۔

برطانوی ہندوستان کی حکومت محکمہ داخلہ کے ماتحت ہے محکمہ داخلہ
لیکن ضابطہ میں تعلیمات اور صفائی کے اہم صیغوں کی نگرانی اور تعلیمات

باب ۳ کے زمانہ حکومت میں یہاں تک نوبت پہنچی کہ تجارت و صنعت کا ایک محکمہ ہی جدا قائم ہو گیا اور اس کے اعلیٰ عہدہ دار کو مجلس انتظامی میں جگہ دی گئی۔ اس کو بہت سے کام تفویض ہوئے۔ ہندوستان میں تمام صنعتی منصوبوں کی نگرانی کرنا، کار و باری معلومات فراہم اور شائع کرنا علاوہ ان کے ڈاک، تار، محصول درآمد و برآمد، بندرگاہ، تجارتی جہازوں کا نوں کار خانوں، ان تمام چیزوں کا انتظام اسی کے سپرد ہے۔ ریلوں کی نگرانی اور ریلوں کی پالیسی کو ترقی دینا یہ کام ایک بورڈ کے تحت میں آگیا۔ بورڈ میں تین ممبر شامل ہیں اور مجلس انتظامی میں ممبر تجارت و صنعت ان کا نمائندہ شمار ہوتا ہے۔ اس محکمہ سے یہ بھی توقع کی جاتی ہے کہ ملک کی تجارت کا بندوبست رکھے اور بشرط ضرورت صحت اور رفاه عام کی خاطر مداخلت کرے۔ کارخانے اور مزدور معاہدہ کرنے کا کام پہلے سے تھا لیکن امپریل کونسل یعنی مجلس شاہی میں ایک قانون منظور ہو گیا ہے جس کی رو سے کام کرنے کا وقت معین ہو گیا، کارخانے بہت زیادہ توجہ اور اہتمام سے معاہدہ ہونے لگے اور بعض بعض کام کرنے کی مستورات اور بچوں کو قطعاً ممانعت ہو گئی۔

صیغہ مخفی ہر محکمہ کا اعلیٰ عہدہ دار انتظامی مجلس کا ایک رکن ہوتا ہے اس کے تحت میں معتمد ہے۔ نائب معتمد، مددگار معتمد اور معمولی متصدیوں کا عملہ، مددگار معتمد اور اس کا ماتحت عملہ محکمہ سے

مستقل تعلق رکھتا ہے۔ محکمہ تعمیرات کے سوا کل محکموں کے باب ۲
مستقل اور نائب مستند ہندوستانی سول سروس کے ممبر ہوتے ہیں۔
حکومت ہند کے واسطے سول سروس والوں کا کوئی زمرہ مخصوص
نہیں، بلکہ جو عہدہ دار صوبہ دار حکومتوں کے تحت میں کام کرتے
ہیں انہیں کو حکومت ہند مستعار لے لیتی ہے اور حکومت ہند
کے ہاں معتمدی کی میعاد بالعموم تین سال ہے۔

حکومت ہند ایک منفردہ حکومت ہے، نہ کہ متحدہ حکومت۔ حکومت
مگر صوبہ دار حکومتوں سے جو اس کے تعلقات ہیں ان کے ہند ایک
لحاظ سے حکومت ہند کے اختیارات معلق اور مجرد ہیں۔ گویا منفردہ حکومت
مقامی حکومتیں بطور اس کے نائب کے کام کرتی ہیں۔ بالفاظ ہے۔
دیگر جو کام حکومت ہند مقامی حکومتوں کے سپرد کر دیتی ہے
اس کو وہ سرانجام دیتی رہتی ہیں۔ لیکن پہلے ایسا قاعدہ نہ تھا۔
مثلاً کسی زمانہ میں مدراس اور بمبئی کی حکومتیں حکومت بنگال
کے ماتحت نہ تھیں بلکہ خود مختار تھیں۔ آسٹریلیا کے دستور
میں البتہ حکومت متحدہ کی ایک عہدہ مثال نظر آتی ہے۔ اپنے
جغرافیائی موقع محل اور گزشتہ تاریخی واقعات کی بنا پر آسٹریلیا کی
ریاستوں نے یہی چاہا کہ جہاں تک ممکن ہو ہر ایک ریاست
کی خود اختیاری برقرار رہے۔ اور حکومت میں بہت تریادہ
مرکزیت پیدا نہ ہونے پاوے۔ دولت عامہ آسٹریلیا کی مرکزی
یا متحدہ حکومت کو صرف چند اختیارات حاصل ہیں جو کہ نہایت
تدقیق کے ساتھ قانون دولت عامہ میں بیان کر دئے گئے ہیں۔

اور ان کے علاوہ جس قدر باقی اختیار ہیں وہ سب ریاستوں کے ہاتھ میں ہیں۔ جنوبی افریقہ میں حال میں منفردہ حکومت کا طریق اختیار کر لیا گیا۔ تقریباً کل اختیار متحدہ حکومت کے ہاتھ میں آگئے ہیں اور صوبہ دار مجلسوں کو صرف تھوڑے تھوڑے اختیارات انتظام و وضع قوانین حاصل ہیں۔ کناڈا کا دستور اٹلیا اور جنوبی افریقہ کے ہیں ہیں ہے وہاں سلطنت کی پارلیمنٹ کو تمام اختیارات حاصل ہیں۔ سوائے ان خاص اختیارات کے جو باقاعدہ طور پر صوبہ دار حکومتوں کے تفویض کئے گئے ہوں، حکومت ہند کے سپرد جو کام ہیں ان کی تفصیل یہ ہے۔ معاملات خارجہ، تحفظ ملک، عام محصول، زر، قرض عامہ، محصول درآمد و برآمد، ڈاک، تار، بل اور حسابات کی جانچ پر تال۔ معمولی اندرونی انتظامات مثلاً پولیس، عدالت ہائے دیوانی و فوجداری مجس، تشخیص و تحصیل مالگزاری، تعلیمات، طبابت، صفائی تعمیرات اور سڑکیں، جنگلات، بلدیات یعنی مینوپیسیٹی اور مجس ضلع کی نگرانی یہ سب کام صوبہ دار حکومتوں کے ہاتھ میں ہے۔ لیکن عام نگرانی حکومت ہند کو ان معاملات میں بھی حاصل ہے۔ وہ ایک عام پالیسی کا خاکہ تیار کر دیتی ہے اور مقامی حکومتوں کے متعلقہ صیغوں کی طرف اس کی تعمیل کے متعلق جو کیفیتیں اور تحتہات پیش ہوتے ہیں ان سے اندازہ کر لیتی ہے کہ اس معینہ طرز عمل کا کیا اثر ہوا۔ بہت سے صیغے جو کہ مقامی حکومتوں کے سپرد ہیں ان کو معائنہ کرنے اور ان کے متعلق

رائے دینے کے واسطے بھی حکومت ہند کچھ ماہر کار عہدہ دار رکھتی باب ۳ ہے۔ لیکن آج کل کا رجحان یہ ہے کہ انپکٹر جنرل جو حکومت ہند کی طرف سے مختلف صیغوں کا صوبے صوبے معائنہ کرتے تھے علیحدہ کردئے جاویں اور ہر صوبہ اپنی طرف سے معائنہ کا انتظام کرے۔

کچھ عرصہ سے پالیسی یہ ہو گئی ہے کہ مرکزیت توڑی جائے مرکزیت اور غالباً آئندہ قریب زمانہ میں اس پالیسی کو اور ترقی ہوگی۔ ۱۹۵۷ء میں بہ صدارت مسٹر باب ہاؤس ایک شاہی کمیشن مقرر ہوا تاکہ مرکزیت توڑنے کے باب میں تحقیقات کرے۔ اس کمیشن کے ایک ممبر مسٹر رامیش چندروت تھے۔ جو پیشین یافتہ سول عہدہ دار تھے اور بنگال میں کنسٹبلر رہ چکے تھے۔ اور بہ زمانہ کمیشن بھی ریاست بڑودہ کی خدمت دیوانی پر فائز تھے۔ کمیشن کے فیصلے اور گواہوں کے بیانات ایک ضخیم جلد کی شکل میں شائع ہو چکے ہیں۔ جو لوگ ہندوستانی حکومت کے متعلم ہیں ان کے لئے اس رپورٹ کا مطالعہ بہت دلچسپی کا باعث ہوتا ہے۔ بہت سی تجاویز پیش ہوئیں جن میں سے اکثر پر اب عمل بھی ہو رہا ہے۔ سر جان اسٹریچی بھی تفسیف مرکزیت کی پالیسی کا ذکر کرتے ہوئے اس کی خوبیوں کو بہت شد و مد سے بیان کرتے ہیں۔ بقول ان کے حکومت ہند کی پالیسی ایسی ہرگز نہیں کہ بلا ضرورت صوبہ دار حکومتوں کے فروعی کاموں میں دخل دے۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ صوبہ دار

باب ۳ حکومتیں ہی مقامی ضروریات اور حالات کو خوب جانتی ہیں اور مرکزی حکومت کے دور افتادہ حکام کو یہ بات حاصل نہیں ہوتی۔

چوتھا باب

صوبوں کی حکومتیں

برطانوی ہندوستان متعدد صوبوں میں منقسم ہے اور ہر صوبہ دار صوبہ مقامی حکومت کے ماتحت ہے۔ لیکن جو احکام گورنر جنرل حکومتیں صادر کرتے ہیں ان کی تعمیل ہر مقامی حکومت پر واجب ہے۔ جیسا کہ قبل بھی بیان ہو چکا ہے فوج، ڈاک، تار، ریل اور ایسے ہی دوسرے صیغے جن میں طرز عمل یا پالیسی کا یکساں رہنا ضروری ہے۔ براہ راست حکومت ہند کے تحت اور نگرانی میں ہیں اور ان سے صوبوں کی حکومتوں کو کوئی سروکار نہیں۔ محال کا ایک جزو کسی مقررہ نسبت کے مطابق صوبوں کی حکومتوں کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔ تقسیم محال کا جو اساسی اصول قرار پایا تھا وہ بھی اب مستقل قرار دیدیا گیا ہے۔ بعض محکموں کا نظم و نسق صوبوں کی حکومتوں کے ہاتھ میں ہے۔ مثلاً تعلیمات، پولیس شفاخانے، صفائی، معمولی تعمیرات حکومت ہند ان پر ایک عام نگرانی رکھتی ہے۔ مقامی حکومتوں کے

باب ۴ اختیار کی وسعت بھی مختلف ہے۔ مدراس بمبئی اور بنگال کی حکومتوں کو طبعاً سب سے زیادہ خود مختاری حاصل ہے۔ ۱۹۱۵ء میں برطانوی ہندوستان حسب ذیل پندرہ صوبوں میں منقسم تھا۔

(۱) مدراس بمبئی اور بنگال کے احاطے یا گورنریاں۔
(۲) صوبہ متحدہ، پنجاب، برما، بہار و اڑیسہ کی ایک ایک فنٹ گورنری۔

(۳) صوبہ متوسط، آسام۔ صوبہ سرحدی اور دہلی کی ایک ایک چیف کمشنری۔

(۴) برطانوی بلوچستان، اجیر، مارواڑ، کورگ اور جزائر انڈمان۔
آئینی اور پہلے زمانہ میں آئینی اور غیر آئینی صوبوں میں بڑا فرق مانا جاتا تھا بنگال، مدراس، بمبئی اور اگرہ تو آئینی صوبے اور ان صوبے کے علاوہ باقی کل صوبے جن میں اودھ اور سندھ بھی شامل تھا غیر آئینی کہلاتے تھے آئینی صوبوں کی حکومت میں تو وہ قوانین جاری تھے جو قوانین منشور کے مطابق وضع کئے گئے تھے لیکن جن اضلاع کو برطانوی حکومت میں آئے تھوڑا زمانہ گزرا تھا اور جنہوں نے مقابلہ کم ترقی کی تھی ان کے واسطے ایک مختلف قسم کی حکومت ضروری معلوم ہوئی۔ غیر آئینی صوبوں میں زیادہ سادہ قوانین کے مطابق حکومت ٹھوتی تھی۔ ان قوانین کا حقیقی منشا تو وہی تھا جو آئینی صوبوں کے قانون کا ہے۔ لیکن خاص خاص حالات کے لحاظ سے اس میں کچھ

ضروری تسلیم کر دی جاتی تھی۔ فی الجملہ یہ طریق بہت اچھا رہا۔ باب ۴ اور بہت سی صورتوں میں غیر آئینی حکومت آئینی حکومت سے زیادہ درست ثابت ہوئی۔ اب صوبوں کا یہ فرق تقریباً ٹھیک ہے۔ تاہم نظام حکومت کے معاملات میں چند فرق اب تک برقرار ہیں۔ ضلع کا اعلیٰ انتظامی حاکم جو آئینی صوبوں میں کلکٹر کہلاتا ہے، غیر آئینی صوبوں میں اس کو ڈپٹی کمشنر کہتے ہیں۔ اور بعض عہدے جو آئینی صوبوں میں صرف ہندوستانی سول سروس والوں کے واسطے مخصوص ہیں غیر آئینی صوبوں میں ان پر فوجی افسر اور نیز دیگر مزدور لوگ بھی مقرر ہو سکتے ہیں۔ اکثر غیر آئینی صوبوں میں یہ طریق ترک ہوتا جاتا ہے۔ اور خاص غیر آئینی صوبوں میں صرف برما ایسا مقام ہے جہاں اب تک حکام ضلع بیشتر فوجی افسر ہوتے ہیں۔ غیر آئینی صوبوں میں حاکم ضلع کو عدالتی اختیارات بھی مقابلہ زیادہ حاصل ہیں۔

مدرس اور بمبئی کے احاطوں کو اس وجہ سے پرنسپلڈنسی مدرس اور کہتے ہیں کہ پہلے زمانہ میں ان پر پرنسپلڈنٹ باجلاس کونسل بمبئی۔ حکومت کرتے تھے اور وہ بنگال کے ماتحت نہیں بلکہ خود مختار تھے۔ ۱۸۳۹ء میں کچھ برطانوی رسالوں نے عدن پر قبضہ کر لیا اور اب وہ بمبئی کی حکومت کے تحت میں ہے۔ چار سال بعد سرچارلس نیپئیر نے سندھ فتح کیا اور چند سال بعد وہ بھی احاطہ بمبئی میں شامل ہو گیا۔ مدرس اور بمبئی ایک ایک گورنر

باب ۴

باجلاس کونسل کے ماتحت ہیں۔ گورنر بالعموم کوئی نہ کوئی علیٰ مرتبہ اور تجربہ کار شخص ہوتا ہے۔ خود بادشاہ بہ سفارش وزیر ہند اسکو انگلستان سے لیکر مقرر کرتا ہے۔ اُس کی مدد کے واسطے ایک کونسل مقرر ہے جس کے ممبروں کا تقرر بھی بادشاہ کی طرف سے بہ سفارش وزیر ہند عمل میں آتا ہے۔ ۱۸۳۳ء میں تین ممبر شریک کونسل تھے لیکن بعد کو تخفیف ہو کر صرف دو رہ گئے۔ ۱۸۹۳ء تک مدراس اور بمبئی کے سپہ سالار اپنے اپنے احاطے کی کونسل کے غیر معمولی ممبر شمار ہوتے تھے۔ لیکن جب سے فوجی انتظامات کی تہذیبوں کے سلسلہ میں یہ دونوں عہدے ٹوٹے اس قاعدہ کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ ۱۹۱۱ء کے قانون مجاس کی رد سے زیادہ ممبر شریک کونسل کرنے کا اختیار مل گیا۔ جن میں سے کم از کم دو ممبر ایسے ہونے ضروری ہیں کہ جنہوں نے قبل تقرر بارہ سال یا اس سے زیادہ عرصہ تک ہندوستان میں امپیریل یا شاہی ملازمت کی ہو۔ آجکل دونوں احاطوں کی کونسلوں میں علاوہ گورنروں کے تین تین ممبر شریک ہیں جن میں سے دونوں یہاں کی سول سروس میں رہ چکے ہیں اور تیسرا ہندوستانی ہے۔ گورنروں کو بعض بعض معاملات میں براہ راست وزیر ہند سے خط و کتابت کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ گورنر جنرل کی مانند وہ بھی اپنی انتظامی کونسل کے فیصلے منسوخ کر سکتے ہیں۔ کار و بار حکومت کے متعلق وہ جو قواعد مناسب اور ضروری سمجھیں جاری کر سکتے

ہیں۔ نیز بعض ایسے عہدوں کے تقررات بھی اُن کے ہاتھ باب (۴) میں ہیں جو دیگر صوبوں میں گورنر جنرل کی طرف سے عمل میں آتے ہیں۔ مثلاً ناظم جنگلات۔ مدراس میں بورڈ مالگزار کی کے ممبر بھی گورنر کی طرف سے مقرر ہوتے ہیں۔ دونوں احاطوں کی کونسلوں میں مختلف صیفے ممبروں کے سپرد اور ہر ایک اپنے اپنے صیفوں کے کام کا ذمہ دار ہے صرف اہم معاملات کونسل میں پیش ہوتے ہیں۔

حکومت بنگال کی سرگزشت کسی قدر پیچیدہ اور تشریح بنگال طلب ہے جغرافی لحاظ سے تو بنگال میں صرف گنگا اور برہم پتر کے منبشی دہانے شامل ہیں۔ جہاں کے باشندے بنگلہ بولتے ہیں لیکن سیاسی حیثیت سے اس کا رقبہ کہیں زیادہ وسیع ہے۔ دراصل تو بنگال کی حکمت اُن کارخانوں اور بستیوں تک محدود تھی جو کلکتہ کے ارد گرد پھیلی ہوئی تھیں۔ جب نفل دشاہ کی طرف سے ایسٹ انڈیا کمپنی کو دیوانی تفویض ہوئی تو قریب کے صوبے بہار اور اوڑیسہ بھی احاطہ بنگال میں داخل ہو گئے اور بعد کو شمالی مغربی ہندوستان میں جو جو برطانوی فتوحات ہوئیں اُسی احاطہ میں شامل ہوتی رہیں۔ قانون تنظیم کی رو سے گورنر بنگال گورنر جنرل بنگال کہلانے لگا اور اس کو دوسرے صوبوں پر نگرانی رکھنے کا اختیار بھی حاصل ہو گیا۔ جوں جوں زمانہ گزرتا گیا اور مسلسل

باب (۴)، قوتحات کی شرکت سے احاطہ بنگال کے حدود پھیلے گورنر جنرل کے فرائض اور ذمہ داریاں حد سے بڑھ گئیں۔ بھلا یہ کس طرح ممکن تھا کہ وہ اتنے بڑے صوبے پر حکومت کرے اور ساتھ ہی کل برطانوی ہندوستان کے اہم معاملات کا نگران بنا رہے۔ سب سے اول ۱۸۳۳ء میں تقسیم بنگال کا مسئلہ چھڑا۔ اول یہ قرار پایا کہ صوبہ آگرہ کے واسطے ایک جدا گورنر باجلاس کونسل مقرر ہو، لیکن اس تقرر کی کبھی نوبت نہ آئی۔ البتہ چند ہی روز بعد آگرہ ایک لفٹنٹ گورنر کے تحت میں آگیا۔ ۱۸۴۰ء میں اودھ بھی آگرے میں شامل ہو گیا اور کل کا نام شمال و مغربی صوبہ قرار پایا۔ جب شمال و مغرب میں برطانوی سلطنت اور آگے بڑھی تو اس صوبہ کا نام بد لکر صوبہ متحدہ آگرہ و اودھ رکھ دیا۔ سکھوں کی پہلی جنگ کے بعد ۱۸۴۶ء میں پنجاب کا مشرقی حصہ برطانوی سلطنت میں شریک ہو گیا اور تین ہی سال بعد مغربی حصہ بھی۔ ۱۸۵۹ء میں دہلی اور اس کے گرد و نواح کو شمال و مغربی صوبہ سے نکال کر پنجاب میں شامل کر دیا۔ اور صوبہ پنجاب کا ایک جدا لفٹنٹ گورنر مقرر ہو گیا۔ حال میں پنجاب کی سرحد میں کچھ اور بھی تبدیلیاں ہوئیں ہیں۔ کچھ اضلاع علیحدہ ہو کر ۱۹۰۱ء میں ایک نیا شمالی مغربی سرحدی صوبہ بن گیا۔ دارالسلطنت منتقل ہونے کی وجہ سے دہلی اور اس کا گرد و نواح

ایک چیف کمشنر کے تحت میں آگیا۔ اسی دوران میں بنگال باب ۴ میں بہت کچھ رد و بدل ہو گیا۔ ۱۹۵۷ء میں بنگال کا گورنر جنرل حکومت بنگال کی راست ذمہ داری سے سبکدوش ہو گیا۔ اور اس صوبہ کے واسطے ایک جدا لفٹنٹ گورنر مقرر ہوا۔ ۱۹۵۷ء میں پھر تقسیم کی ضرورت محسوس ہوئی تو آسام میں بنگال کا ایک معتدبہ حصہ شامل کر کے مشرقی بنگال و آسام کا ایک نیا صوبہ بنایا گیا جس پر ایک لفٹنٹ گورنر مقرر ہوا۔ یہ جدید انتظام صوبہ بھارت کے متعلقہ کے بہت سے باشندوں کو ناگوار گزرا۔ لہذا ۱۹۵۷ء میں جبکہ دارالسلطنت نکلتے سے دہلی کو منتقل ہوا تو شاہ معظم کی طرف سے اعلان ہوا کہ سابق تقسیم پر نظر ثانی ہونے کے بعد بنگال نئے طور سے تقسیم ہوگا۔ چنانچہ حسب فرمان شاہی آسام تو پھر ایک چیف کمشنری بن گیا۔ صوبہ بہار و اوڈیسہ ملکر ایک لفٹنٹ گورنر کے تحت میں آگیا اور قدیم صوبہ بنگال کا باقی حصہ ایک گورنر باجلاس کونسل کے ماتحت رہا جس کو مدراس اور بمبئی کے گورنروں کی طرح بہت سے خاص اختیارات تفویض ہوئے۔

اب لفٹنٹ گورنر چار ہیں۔ صوبہ متحدہ میں، پنجاب لفٹنٹ گورنر میں، برما میں اور صوبہ بہار و اوڈیسہ میں۔ لفٹنٹ گورنروں کو گورنر جنرل باجلاس کونسل بہ منظوری بادشاہ مقرر کرتا ہے۔ ان کے قانون تقرر کے وقت دس سال

باب ۴

یا اس سے زیادہ عرصہ تک ہندوستان کی شاہی ملازمت میں رہ چکنا لازمی ہے۔ لفٹنٹ گورنر بالعموم ہندوستانی سول سروس سے لئے جاتے ہیں۔ ۱۹۱۹ء میں جو قانون مجالس اول مرتبہ پارلیمنٹ میں پیش ہوا تو اس میں گورنر جنرل باجلاس کونسل کو یہ اختیار دیا گیا تھا کہ بہ رضامندی وزیر ہند وہ ان صوبوں میں انتظامی کونسل مقرر کرنے کے قواعد بنائے جو لفٹنٹ گورنروں کے تحت میں ہوں۔ دیوان خاص میں تو یہ دفعہ مسودہ قانون سے بالکل خارج کر دی گئی، لیکن بعد کو ہر دو فریق یعنی دیوان خاص و دیوان عام کے باہمی صلح مشورہ سے ایک سمجھوتا ہو گیا جس کے بموجب گورنر جنرل کو یہ اختیار تو مل گیا کہ بنگال کے واسطے وہ ایک انتظامی کونسل بنائے لیکن دوسرے صوبوں کے معاملہ میں یہ قرار پایا کہ انتظامی کونسل مقرر کرنے کے قواعد کا مسودہ کم از کم ساٹھ روز کے واسطے پارلیمنٹ کے دونوں دیوانوں کے ایک ہی اجلاس میں پیش کیا جائے اور دیوان خاص و دیوان عام میں سے جو بھی چاہے ممبروں کی کثرت کی طرف سے ایڈریس یا عرضداشت پیش کر کے ان قواعد کا نفاذ روک سکتا ہے۔ بنگال میں تو انتظامی کونسل قائم بھی ہو چکی اور وہاں کے سب سے پہلے گورنر کارمائیکل اس کے صدر بنے ۱۹۱۹ء میں ایسی ہی کونسل بہار و اڑیسہ میں قائم ہوئی تجویز ہوئی۔ اور

حکومت ہند نے یہ مناسب سمجھا کہ ایک خاص قانون پارلیمنٹ باب-۴ میں پاس کرا کر تقرر عمل میں لائے۔ صوبہ متحدہ میں انتظامی کونسل مقرر کرنے کی تجویز ابھی حال میں دیوان خاص نے رد کر دی۔

ہر لفٹنٹ گورنری قائم ہونے کے واسطے پارلیمنٹ میں قانون چیف کمشنر پاس ہونا ضرور ہے۔ پس یہ کسی طرح ممکن نہیں کہ پارلیمنٹ کے قوسل بغیر کوئی ایسا صوبہ بن جائے۔ لیکن جو حصہ چیف کمشنر کے تحت میں ہو اس کی حالت جداگانہ ہے۔ بات یہ ہے کہ چیف کمشنر خود گورنر جنرل کے ہاں سے مقرر ہوتا ہے اور گورنر جنرل باجلاس کونسل کی طرف سے حکومت کا کام سرانجام دیتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی اُس کو انتظامی اختیارات بھی بہت کچھ حاصل ہیں، بلکہ بعض بعض لحاظ سے لفٹنٹ گورنر کے برابر ہیں۔ ۱۸۷۱ء میں صوبہ متوسط میں ایک چیف کمشنر مقرر ہوا۔ اور سلطانہ میں برار بھی سرکار نظام سے مدامی پٹہ پر لیکر اس کے تحت میں دیدیا جیسا کہ اس سے قبل بیان ہو چکا ہے آسام بھی ایک چیف کمشنری ہے۔ شمال مغربی سرحدی صوبہ بھی چیف کمشنر کے تحت میں ہے جو سرحدی جرگوں کے معاملات میں بحیثیت ایجنٹ بھی گورنر جنرل کو مدد دیتا ہے۔ برطانوی بلوچستان اور اجیر مارواڑ بھی گورنر جنرل کے ایجنٹوں کے تحت میں ہے۔ جن کو علی الترتیب ایجنٹ بلوچستان اور ایجنٹ راجپوتانہ کہتے ہیں۔ کورگ میں میسور کا رزیڈنٹ حکومت کرتا ہے۔ پورٹ بلیر میں جو جڑائیم پیشہ آبادی

باب-۱ ہے اس کا سپرنٹنڈنٹ یا ناظم جزائر انڈمان کی بھی دیکھ بھال رکھتا ہے۔

صوبہ دار پس ہر صوبہ میں جداگانہ مقامی حکومت قائم ہے۔ ہر صوبہ مقتدیاں کے صدر مقام پر سرکاری دفاتر موجود ہیں جن کو بالعموم معتمدی کہتے ہیں۔ حکومت کا کام چند محکموں میں منقسم ہے۔ ہر محکمہ کا اعلیٰ عہدہ دار معتمد کہلاتا ہے۔ یا تو کسی ممبر کونسل کو ایسی جوا بدھی کرنی ہوتی ہے یا اگر ممبر نہ ہوں تو صوبہ کے سب سے اعلیٰ حاکم کو۔ حکومت کے معتمد اور نائب معتمد ہندوستانی سول سروس سے لئے جاتے ہیں۔ لیکن تعمیرات کے معتمد ہر صوبہ میں چیف انجینیر ہوتے ہیں۔ معتمد کے عہدہ کی میعاد بالعموم تین سال ہوتی ہے کیونکہ یہ مناسب نہیں معلوم ہوتا کہ کوئی سول عہدہ دار اضلاع کے بجائے اپنا کل وقت صدر مقام پر صرف کرے اور نیز یہ بھی اغلب ہے کہ عہدہ کی میعاد ختم ہونیکے بعد وہ کسی اعلیٰ عہدہ پر ترقی پا جاتا ہے۔ ہر محکمہ میں ایک مددگار معتمد بھی ہوتا ہے جو محکمہ کا مستقل ملازم ہوتا ہے۔ اور سول سروس سے تعلق نہیں رکھتا۔ معتمدوں کے بعد ماتحت خدمات اور کلرکی کے عملے ہوتے ہیں اور انکا دفاتر معتمدی سے مستقل تعلق رہتا ہے۔

پانچواں باب

حکومت اضلاع

ہندوستان میں حکومت برطانیہ کے پشتیبان حاکم ضلع ہیں۔ حکام ضلع جن کو آئینی صوبوں میں کلکٹر اور غیر آئینی میں ڈپٹی کمشنر کہتے ہیں۔ ملک کے مختلف حلقوں میں اضلاع کی وسعت بھی مختلف ہے۔ لیکن ضلع کا متوسط رقبہ کوئی پانچ ہزار مربع میل ہے۔ جس کی آبادی دس لاکھ کے قریب ہوتی ہے۔ آئینی صوبوں میں تو حاکم ضلع بالعموم ہندوستانی سول سروس کے رکن ہوتے ہیں۔ لیکن غیر آئینی صوبوں میں اب بھی کچھ فوجی اور دیگر عہدہ دار اس خدمت پر مامور ہیں۔ اور کچھ حاکم ضلع ایسے بھی ہیں جو صوبہ داری خدمات سے مندرجہ عہدوں پر پہنچ گئے ہیں۔ یہ کہنا بجا اور درست ہے کہ کل ضلع کی حالت بہت کچھ حاکم ضلع کے رور یا کمزوری کے مطابق ہوتی ہے۔ حاکم ضلع کے ماتحت اول اسٹنٹ کلکٹر ہیں جو ہندوستانی سول سروس کے زمرہ سے ہوتے ہیں۔ بعدہ ڈپٹی کلکٹر جو صوبہ داری خدمات کے رکن

باب۔ ہوتے ہیں اور اُن کے ماتحت خدمات کے عہدہ دار جن کو بعض صوبوں میں تحصیلدار اور بعض میں معاملتدار کہتے ہیں۔ ان کی حکومت میں ایک ایک تحصیل یا تعلقہ رہتا ہے۔ جس میں بہت سے دیہات شامل ہوتے ہیں۔ ان حاکموں کے فرائض بھی چھوٹے پیمانہ پر بہت کچھ وہی ہیں جو حاکم ضلع کے ہوتے ہیں اور انہیں کے وہ جوابدہ بھی ہیں۔ بعض حالتوں میں ان کا انتخاب کنشنرنگی طرف سے ہوتا ہے اور کبھی مجلس مالگذاری کی طرف سے۔ وہ اکثر کارگزار اور تربیت یافتہ لوگ ہوتے ہیں۔ ان کا سابقہ دیہاتی عہدہ داروں سے بھی رہتا ہے۔

دیہاتی ہندوستان میں بہت قدیم زمانہ سے دیہاتی برادریاں چلی برادریاں آتی ہیں اور اب بھی ملک کے تمدن اور معاشرت میں ان کا اچھا خاصا دخل ہے۔ شمالی ہند میں تو دیہات بالعموم زمیندارنگی ملک ہیں۔ لیکن ملک کے دوسرے حصوں میں اکثر زمین خود کاشت ہوتی ہے اور کچھ کچھ قطعات سب کے مویشیوں کے لئے بطور چراگاہ چھوڑ دئے جاتے ہیں۔ پیشوا سے جو مقامات لئے گئے اُن کی کیفیت کے سلسلہ میں انفنٹن صاحب نے ایک مرچہ گاؤں کا حال اس طرح بیان کیا ہے۔

جس نقطہ نظر سے بھی ہم دکن میں ویسی حکومت کو دیکھیں سب سے پہلی اور اہم خصوصیت یہ ہے کہ جو لوگ دیہات اور قصبات میں رہتے ہیں اُن کی برادریاں ہیں۔ جن میں سے ہر ایک میں سلطنت کے کل لوازمات چھوٹے

پھوٹے پیمانہ پر موجود ہیں، حتیٰ کہ حکومت اٹھ جائے تب بھی یہ باب۔ہ
 برادریاں بخوبی اپنی حفاظت آپ کر سکتی ہیں۔ اگرچہ دیسی برادریاں
 کسی عہدہ حکومت کے مناسب حال نہیں تاہم بڑی حکومت کی
 کوتاہیوں کا اچھا علاج ہیں۔ حکومت کی غفلت اور کمزوری کے
 بُرے اثرات سے بچاتی ہیں بلکہ اسکے ظلم اور دست برد کو
 روکتی ہیں۔

کل دیہات میں کچھ عہدہ دار رہتے ہیں جن کے فرائض اور دیرساقی
 کام تمام ملک میں تقریباً یکساں ہیں۔ گاؤں کا مقدم جسکو عہدہ دار
 پٹیل کہتے ہیں مالگزاری وصول کرتا ہے۔ بعض صوبوں میں اس
 کو امن و امان قائم رکھنے کا بھی اختیار ہے۔ محاسب جس کے
 پاس گاؤں کا دفتر رہتا ہے۔ شمالی۔ہند میں پٹواری اور مغربی
 ہند میں کلکرنی کہلاتا ہے۔ ایک چوکیدار رہتا ہے جس کا کام
 مختلف صوبوں میں مختلف ہے۔ لیکن بیشتر وہ ایک پولیس
 والا ہے جو اپنے اعلیٰ حاکموں کو مشتبہ لوگوں کے حرکات
 و سکنات سے مطلع کرتا رہتا ہے۔

مدرس کے سوا اور سب صوبوں میں کمشنریاں بھی ہیں کمشنر اور
 جن پر کمشنر مامور ہیں۔ کلکٹروں اور صدر مقام کے عملہ کے کمشنریاں
 ماہیں یہ بچاریوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کو عدالتی اختیارات
 تو کچھ بھی حاصل نہیں البتہ مالگزاری کی تحصیل اور زمین کے
 معاملات سے ان کا خاص تعلق ہے اور معمولی انتظامی معاملات
 میں ان کو اپنی کمشنری کے کلکٹروں کے کام کی نگرانی کا اختیار

باب-۵۔ حاصل ہے۔ لیکن سندھ میں کشنر کی حیثیت ایک خاص قسم کی ہے۔ یوں سمجھنا چاہئے کہ ایک اعلیٰ مقامی حکومت کے تحت میں ایک مقامی حکومت قائم ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حکومت بمبئی نے اپنے کچھ انتظامی اختیارات حکومت سندھ کو تفویض کر دئے ہیں۔ اس لحاظ سے سندھ کے کشنر کی حیثیت اعلیٰ کے دوسرے کشنروں سے بڑھی ہوئی ہے۔

حاکم ضلع اگرچہ حاکم ضلع مرکزی حکومت کا قائم مقام ہوتا ہے اور اُس کے احکام کا پابند ہے۔ اس کو بہت سے معاملات میں اپنے مجوزانہ اختیار سے کام لینا پڑتا ہے۔ صدر مقام کے حکام کے واسطے ایسے معاملات طے کرنے دشوار ہیں جن میں ذاتی سطوات کی ضرورت ہو۔ پس اُن کا انصرام بجا طور سے حاکم ضلع کے ذمہ چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اس کے فرائض گونا گوں ہیں جیسا کہ خود عہدہ کے نام یعنی کلکٹر کے لفظ سے واضح ہوتا ہے۔ ضلع میں وہ خاص حاکم مالگزاری ہے۔ مالگزاری اور دیگر محاصل تحصیل کا دہی ذمہ دار ہے۔ اور زمینوں کے سیاہے اور دوسرے رجسٹر بھی اسی کی زیر نگرانی مکمل حالت میں رہتے ہیں۔ وہ مجسٹریٹ یعنی ناظم فوجداری بھی ہے اور ضلع میں تعزیری قانون کا فوری اور کارگر عہدہ آد اُسی کے حکم سے ہوتا ہے۔ البتہ اس کے فوجداری کے فیصلوں کا مراجعہ ہو سکتا ہے۔ رفاہ عام کے اور بھی محکمے اس کے سپرد ہوتے ہیں۔ اس کے صدر مقام میں دوسرے محکموں کے اعلیٰ حاکم بھی رہتے ہیں مثلاً سپرنٹنڈنٹ

پولیس یعنی مہتمم کو توالی، انزیکٹیو انجنیر اور سول سرجن اور بعض باب۔ ۵
اضلاع میں انپیکر یا مہتمم مدارس اور مہتمم جنگلات ان عہدہ داروں
کو اپنے اپنے اعلیٰ حاکموں کے حکم احکام صدر مقام سے پہنچتے
رہتے ہیں۔ لیکن کل اہم معاملات حاکم ضلع کے سامنے پیش
ہوتے ہیں، جس کو اپنے ضلع کے اندر ہر قسم کے کام کی نگرانی
کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ سرولیم ہنٹر نے حاکم ضلع کے فرائض
اور کام یوں بیان کئے ہیں۔

اول تو وہ ایک مالی حاکم ہے جس کو زمین اور دیگر ذرائع
سے محاصل وصول کرنا پڑتا ہے۔ نیز وہ مال اور فوجداری کا
جج ہے، ابتدائی اور نیز مرافعہ کے مقدمات میں۔ لیکن اس
عہدہ کے نام سے اس کے کل کام ظاہر نہیں ہوتے۔ اپنے
پھوٹے سے مقامی حلقے میں اس کو وہ تمام کام سرانجام دینے
ہوتے ہیں جو انگلستان میں وزیر داخلہ کے سپرد ہیں، بلکہ اس
سے بھی بہت زیادہ۔ کیونکہ وہ ایک شفیق حکومت کا رکن
ہے نہ کہ کسی دستوری حکومت کا۔ کو توالی، مجلس، تعلیمات
مینو نیپٹی یا بلدیات، سرکیں، صفائی، دواخانے، مقامی محصول
اور سرکاری مالگزاری ان سب سے اس کو روز سابقہ پڑتا ہے۔
نیز اس سے یہ بھی توقع کی جاتی ہے کہ ہندوستانی لوگوں کی معاشرت
کے ہر شعبہ سے واقف ہو اور ملک کے قدرتی حالات بھی اچھی
طرح جانتا ہو۔ اس کے واسطے ضروری ہے کہ خود قانون واں
ہو، محاسب ہو، معاملات مال سے ماہر ہو اور سلطنت کے

باب۔ ۵ مراسلات لکھنے کی بھی پوری مہارت رکھتا ہو، اور اس کی سطوات
 زراعت، معاشیات اور انجینیری کے متعلق اچھی خاصی ہونی چاہئے۔
 دورے حاکم ضلع موسم گرما میں تو صدر مقام پر رہتا ہے اور جاڑوں
 میں اپنے ضلع کے اندر دورہ کرتا ہے۔ یہ دورے بہت اہم
 اور مفید خیال کئے جاتے ہیں۔ ہندوستان جیسے ملک میں
 ذاتی اثر کو حکومت کی کامیابی اور ناکامی میں بہت بڑا دخل
 ہے۔ بادشاہوں کے حضور میں عرضیاں پیش کرنے اور ذاتی
 ضروریات اور بے امنی کے اسباب سے ان کو مطلع کرنے کا
 رواج یہاں کے لوگوں میں مدت سے چلا آتا تھا۔ ذی اختیار
 حاکموں کو بالخصوص جبکہ وہ غیر قوم کے فرد ہوں ذاتی طور پر
 لوگوں کی ضروریات اور ان کی طرز زندگی کے حالات جاننا
 ضرور ہے۔ علاوہ بریں حکومت کا بہت سا کام ماتحت حکام
 کے سپرد ہے اور ان کے کام کی بھی نگرانی ہونی چاہئے۔
 حسابات کی جانچ پڑتال کرنی ضرور ہے۔ اور معمولی کاموں
 میں جو غلطیاں یا تاخیر ہوتی ہے اُس کی بابت جواب طلب
 ہوتا ہے۔ یہ سب کام جب ہی ٹھیک طور پر سرانجام پاسکتے
 ہیں جبکہ حاکم ضلع یا اس کا نائب موسم سرما میں ضلع میں
 دورہ کرے۔

حاکم ضلع کے کام کی تفصیل یہاں تو غیر ضروری ہے لیکن
 آگے چلکر جا بجا اس کا ذکر آئے گا اور آئندہ بابوں میں اُس کے
 کام کے مختلف پہلو بالتفصیل پیش ہوں گے۔ انگلزی کی فراہمی

کا حال مل کے باب میں بیان ہوگا۔ مقامی حکومت اور عدالتوں باب۔ ۵
کی تفصیل محکمہ عدالت کے باب میں درج ہے۔ رہے دوسرے
محکمے مثلاً تعلیمات۔ تعمیرات۔ طبابت اور صفائی، پولیس اور
محبس، ان کا حال جداگانہ بابوں میں مذکور ہے۔ حکومت ہند
میں حاکم ضلع کی خدمات جو اہمیت رکھتی ہیں اس کا واضح
کرنا ابھی باقی ہے۔

عام لوگوں کی دلچسپی اور بہبودی کے بھی کچھ کام حاکم ضلع کی
ضلع سے متعلق رہتے ہیں۔ جن کا سرسری بیاں ضروری ذرا بیاں
معلوم ہوتا ہے۔ اوپر کے بیان سے شاید یہ گمان ہو کہ
حاکم ضلع ایک غیر ذمہ دار حاکم ہے۔ لیکن یہ خیال حقیقت
سے بہت بعید ہے۔ لیکن کا اپنے زمانے کے ججوں کے متعلق
یہ مقولہ تھا کہ وہ شیر ہوں لیکن ایسے شیر جو تخت کے نیچے
دبے ہوں۔ اور یہی مقولہ کسی حد تک حاکمان ضلع پر بھی
صادق آتا ہے۔ اس کو بہت کچھ اختیارات حاصل ہیں۔ لیکن
اُس کے اختیارات اُن قواعد کے اندر محدود ہیں جو سرکار نے
اس کی ہدایت کے واسطے مقرر کر دیئے ہیں۔ سرکار کی طرف سے
اس قسم کی کتابیں یا ہدایت نامے لکھوائے گئے ہیں جن میں
نہایت واضح اور مختصر طور پر وہ تمام شرائط درج ہوتی ہیں
جن کو کام کرتے وقت پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ حاکم ضلع
کو ہر سال اپنے ضلع کی حکومت کے متعلق ایک کیفیت
اعلیٰ حاکم کے ہاں پیش کرنی پڑتی ہے۔ یہی نہیں کہ ان

باب-۵۔ کیفیتوں میں اعداد و شمار کے خشک بیانات درج ہوں بلکہ حاکم ضلع سے توقع کی جاتی ہے کہ ضلع کے عام حالات پر رائے زنی کرے۔ بہبودی عامہ کے واسطے جو تجاویز ضروری اور مفید سمجھے پیش کرے۔ کمشنر بھی اپنی رائے دیتا ہے کیونکہ اسی کے واسطے سے تو حاکم ضلع اور سرکار کے مابین خط و کتابت ہوتی ہے۔ عام رائے جس کی نوعیت اگلے باب میں بیان ہوگی بلدیات مجالس مقامی کے ذریعہ سے ظاہر ہو سکتی ہے۔

عدالتی اور انتظامی دونوں قسم کے اختیارات حاصل ہیں معمولی کار و بار اختیارات حکومت کے علاوہ اس کو قانون و انصاف کے نفاذ سے بھی کی علیحدگی سروکار رہتا ہے۔ دیوانی ملنے کے تھوڑے ہی عرصہ بعد ہیٹنگس نے عدالتی اختیارات بھی انتظامی حکام یعنی کلکٹروں کے سپرد کر دیئے اور وہی طریق اب تک جاری ہے۔ کچھ کچھ ترمیم البتہ ضرور ہو چکی ہے حکومت ہند کے نکتہ چیں عدالتی اور انتظامی اختیارات علیحدہ کرنے پر بہت زور دیتے ہیں اور ان کا اصرار ہے کہ جیتک ان اختیارات میں علیحدگی نہ ہو انصاف نہیں ہو سکتا۔ موجودہ طریق بیشک ایسا عمدہ تو نہیں جیسا کہ ہونا چاہئے، لیکن یہ ضرور ہے کہ ہندوستان جیسے ملک کے لئے یہی سب سے بہتر ہے۔ اول تو دیوانی عدالتیں محکمہ عدالت کے تحت میں ہیں اور ہر ضلع میں ایک ڈسٹرکٹ جج رہتا ہے۔ دوسرے کلکٹر بحیثیت ناظم فوجداری کوئی مختار کل

نہیں۔ بلکہ اس کی عدالت فوجداری میں جو کچھ کام ہوتا ہے، بلب۔ہ ڈسٹرکٹ جج اور ہائی کورٹ کو اس کی نگہانی کا اختیار حاصل ہے اور کلکٹر کے کام اس قدر گونا گوں ہیں کہ وہ عدالتوں میں زیادہ وقت صرف کر بھی نہیں سکتا۔ لوگوں کی حالت اور ملک کے رسم و رواج سے واقف ہونا فوری اور کارگر طور پر قانون و انصاف برتنے کے واسطے لازمی ہے۔ اور یہ اوصاف حاکم ضلع اور اس کے ماتحتوں میں موجود ہونے ضروری ہیں۔ سرہنری لارنس کا قول ہے کہ ہندوستانی لوگ بھی جیسا کہ دنیا کی تمام قوموں کا قاعدہ ہے قانون پر انصاف کو ترجیح دیتے ہیں۔ جلد اور پورے طور پر انصاف ہونے کی سخت ضرورت رہتی ہے اور یہ مقصد اس وقت خوب حاصل ہوتا ہے جبکہ مقدمہ کی تحقیقات خود حاکم ضلع کے ہاتھ میں ہو بمقابل اس کے کہ وکلا مقدمہ میں طرح طرح کی قانونی باریکیاں اور پیچیدگیاں پیدا کریں جو یہاں کے لوگوں کے مناسب حال نہ ہوں۔ کفایت شعاری کو بھی موجودہ طریق میں کچھ دخل ہے۔ اگر عہدے بڑھادئے گئے تو سرکاری آمدنی پر جو اہل ملک سے وصول ہوتی ہے خراج کا بہت بار پڑ جائیگا۔ تاہم یہ ایک نہایت دشوار سوال ہے کہ عدالتی اور انتظامی اختیارات بطریق موجودہ یکجا رہیں یا جدا کر دئے جائیں، اور سرکار کی طرف سے اس پر وقتاً فوقتاً بہت غور ہوتا رہتا ہے۔

پچھٹا باب

بلدیات اور مجالس مقامی

پریزیڈنسی ہندوستان میں حکومت ہدیہ اور مقامی خود اختیاری شہر ونگی حکومت کے طریق نے حال ہی میں رواج پایا ہے اس کی بلدیات ترقی کی رفتار بھی سست رہی اور بہت سی دشواریاں اور مایوسیاں پیش آتی رہی ہیں۔ سب سے اول مدراس میں ۱۹۰۶ء میں ایک مجلس انتظامی اور حاکم ہدیہ کی عدالت قائم ہوئی، اور کچھ روز بعد کلکتہ اور ممبئی میں بھی اول اول مجلس انتظامی کا کام بہت کچھ عدالتی قسم کا تھا۔ لیکن رفتہ رفتہ حکومت کے اور کام بھی اس کے سپرد ہو گئے حتیٰ کہ اس کو حدود ہدیہ کے اندر اندر محصول وصول کرنے کا اختیار مل گیا حال میں انتخابی عنصر بھی شامل کر دیا گیا۔ لیکن ہر ہدیہ میں اس کی مقدار مختلف ہے۔ کلکتہ کی ہدیہ میں ایک نامزد شدہ صدر ہوتا تھا اور پچھتر مشیر یا رکن جن میں سے دو تہائی منتخب کئے جاتے تھے تجربہ سے معلوم ہوا کہ گو چند قسم کی ترقیاں

عمل میں آئیں تاہم شہر میں صفائی کی حالت نہایت ابتر تھی باب-۶ اور بڑی تبدیلیوں کی ضرورت محسوس ہوئی۔ پس ایک نیا دستور مرتب ہوا جس کی رو سے اراکین کی تعداد گھٹ کر صرف پچاس رہ گئی جن میں سے نصف منتخب ہوتے تھے اور باقی سرکار اور عام جماعتوں کی طرف سے نامزد کئے جاتے تھے اور نیز صدر جو کہ خاص انتظامی حاکم ہے سرکار کی طرف سے نامزد ہوتا تھا۔ مدارس میں صرف آٹھ رکن اور ایک صدر تو سرکار نامزد کرتی ہے اور باقی رکن محصول دہندوں اور عام جماعتوں کی طرف سے منتخب ہوتے ہیں۔ بمبئی کی بلدیہ کا زمانہ بہت خوشحالی میں بسر ہوتا رہا ہے۔ بحیثیت مجموعی شہر کے کام کارگزارانہ اعتدال کے ساتھ سرانجام پاتے ہیں۔ اور عام ذمہ دار یونٹ کا جس قدر لحاظ رکھا گیا ہے وہ ضرور قابل تعریف ہے۔ اس میں بہتر رکن شریک ہیں جن میں سے صرف سولہ کو سرکار نامزد کرتی ہے اور باقی رکن محصول دہندوں، بیجینز آفدی ہیں۔“ یونیورسٹی کے فیلوں یا رفیقوں اور ایوان تجارت کی طرف سے منتخب ہوتے ہیں۔ صدر کو خود رکن منتخب کرتے ہیں اور اسی کے زیر صدارت کونسل کے اجلاس ہوتے ہیں لیکن اعلیٰ انتظامی حاکم میونسپل کمشنر ہے جو سرکار کی طرف سے نامزد ہوتا ہے اور آجکل کا کمشنر ہندوستانی سول سروس کا رکن بھی ہے۔

ان بلديات کی ذمہ داریاں کچھ کم نہیں۔ مدارس، روشنی، بلدیہ کی آب رسانی، صفائی، راستوں کی درستی، یہ سب کام بلدیہ کے سپرد ہے۔ آمدنی فوجی

بمبئی میں بہ ماتحتی کشنر چند مستقل اعلیٰ حاکم محکمہ دار مامور ہیں مثلاً انژینیئروں، انجینئر، انجینئر آبرسانی، مقدمہ بلدیہ، بازرات، اجازت نامہ جات اور باغات کے مہتمم، وکٹوریہ، اور البرٹ عجائب خانوں کے مہتمم پندرہ صاف یا اطفائیہ کا افسر، داروغہ گودام، یہ سب عہدہ دار اپنے اپنے محکمہ کا انتظام کرتے ہیں۔ علاوہ انہیں بلدیہ کی طرف سے اس کی مالی حالت کی عام نگرانی کے واسطے ایک مستقل کمیٹی مقرر ہے کچھ کمیٹیاں اور ماتحت کمیٹیاں خاص خاص کاموں کے واسطے قائم ہیں۔ مثلاً مدرسوں کی کمیٹی ۱۹۱۳ء کے بابتہ ذیل میں حسابات درج ہیں جن سے واضح ہوگا کہ بلدیہ کی آمدنی کہاں سے آتی ہے اور کیونکر خرچ ہوتی ہے تخمینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کل شہر کی آبادی کے حساب سے محصول کا سالانہ اوسط گیارہ روپیہ دس آنہ پانچ پائی فی کس پڑتا ہے۔ یعنی ایک روپیہ ماہوار سے کچھ کم۔

محاصل خالص۔ بعد منہائی مدت ذیل بازگشت۔ واپسی۔ اور مصارف متعلق تشخیص و فراہمی محصول و منظوری بازگشت۔

عام محصول	۴۴	۳۵	۲۵	۱۱
محصول آتشزدگی	۶۱	۴۴	۴	۴
محصول سواری و راہداری	۲۱۵	۵۵۵	۶	۲
محصول بلدی	۴۱	۹۴	۱۵	۶

شراب کے اجازت ناموں کی آمدنی اور محصول تبا کو جو سرکار سے وصول ہوا

۲ — ۰ — ۳۳۸۵۲۲	محاصل آب رسانی
۴ — ۷ — ۴۰۳۰۰۱	آمدنی بازارات
۸ — ۱ — ۴۰۱۲۷۹	دیگر جائیداد کی آمدنی اور متفرقات

۸ — ۱ — ۸۲۸۳۰۹۸ میزان کل

مصارف خالص بعد منہائی آمدنی

۱ — ۵ — ۲۷۲۳۰۹	عام نگرانی
۸ — ۱۱ — ۶۹۷۵۸	پنڈھاریا اطفائیہ اور باغات عامہ
۶ — ۸ — ۲۱۹۲۲۷۵	تعمیرات (علاوہ ذرائع آب رسانی)
۵ — ۲ — ۱۹۶۶۶۸	جدید تعمیرات (علاوہ ذرائع آب رسانی)
۶ — ۲ — ۵۵۳۲۳۸	محکمہ صحت عامہ (علاوہ بازارات)
۱۰ — ۱۳ — ۱۸۶۰۵۷۰	قرضہ بلدیہ (علاوہ ذرائع آب رسانی)
۶ — ۱۰ — ۴۸۵۲۸۴	تعلیمات
۰ — ۰ — ۴۴۱۸۴۰	شفابخانے
۱۱ — ۱۳ — ۶۶۷۰۹	وظیفہ انعامات رعایتی بھتہ
۱۱ — ۱۰ — ۹۳۲۰۹۳	محکمہ آرائش بلدہ کا چندہ
۶ — ۸ — ۲۶۰۰۹۲	متفرقات
۰ — ۰ — ۱۲۴۶۸۲	مصارف طاعون

۷ — ۸ — ۷۴۵۵۵۲۳

۱ — ۹ — ۸۲۷۵۷۴

۸ — ۱ — ۸۲۸۳۰۹۸

محاصل زائد

میزان کل

اب-۶
(قرض)

جب کاموں کے واسطے بڑی بڑی رقمیں درکار ہوتی ہیں تو روپیہ قرض لے لیا جاتا ہے۔ ۱۹۱۳ء میں بلدیہ کے قرضے کی مقدار (۶۴۸۸۳۶۷۷) روپیہ تھی اس کے مقابل ایک توسیع فنڈ ہے جو بقدر ۴۲۴۸۲۷۱۳ روپیہ کے اس وقت مشغول ہے یعنی کام میں لگا ہوا ہے اور اس سے آمدنی حاصل ہوتی ہے دوسرے بلدیہ کی عمارات جنگی مالیت ۴۷۴۳۰۸۶۲۰ روپیہ تخمینہ کی جاتی ہے پس واضح ہوا کہ اثاثہ مجموعی دین سے بہ مقدار معتد بہ زیادہ ہے اور بلدیہ کے مالی استحکام یقینی ہونے میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا۔

بلدیہ کے کام جانچنے کا سب سے سادہ طریقہ یہ نہیں کہ سڑکوں، عمارتوں اور لوگوں کو دیکھ لیا بلکہ شرح اموات تحقیق کرنی چاہئے جس سے صاف پتہ چل جائیگا کہ آیا بلدیہ شہر کا کام ٹھیک ٹھیک چلا رہی ہے یا نہیں۔ ذیل کی فہرست سے واضح ہوگا کہ گو شرح اموات اب بھی بمبئی میں بہت بڑھی ہوئی ہے تاہم اس میں نسبتاً برابر تخفیف ہو رہی ہے۔

سال	تعداد اموات مندرجہ	اوسط اموات فی ہزار
۱۸۹۹ء	۴۴۳۵۶	۶۸۰۷
۱۹۰۰ء	۵۰۳۷۹	۹۶۵۵
۱۹۰۱ء	۵۹۴۹۵	۷۶۶۶
۱۹۰۲ء	۴۸۴۱۴	۶۲۳۸
۱۹۰۳ء	۵۰۵۱۳	۶۵۰۹

تعداد اموات مندرجہ	تعداد اموات فی ہزار	باب-۶	سال
۴۲ ۶۶۶	۵۴ ۵۹۹		۱۹۰۴ء
۴۷ ۶۶۲	۶۱ ۵۴۴		۱۹۰۵ء
۵۲ ۸۶۴	۵۴ ۵۰۶		۱۹۰۶ء
۳۸ ۶۸۷	۳۹ ۵۰۶		۱۹۰۷ء
۳۸ ۲۷۱	۳۹ ۱۳		۱۹۰۸ء
۳۳ ۸۷۸	۳۵ ۶۶		۱۹۰۹ء
۳۴ ۹۳۳	۳۵ ۷۲		۱۹۱۰ء
۳۴ ۹۶۱	۳۵ ۶۹		۱۹۱۱ء
۳۸ ۹۵۴	۳۹ ۷۷		۱۹۱۲ء
۳۱ ۸۰۶	۳۲ ۴۷		۱۹۱۳ء

مجالس اضلاع کا ذکر چھیڑنے سے قبل پریزیڈنسی شہروں ^{محکمہ} یعنی کلکتہ، بمبئی اور مدراس کے کچھ خاص حالات بیان کرنے ^{اور انشاء} ضروری معلوم ہوتے ہیں۔ سال ۱۹۱۱ء کی مردم شماری کے مطابق کلکتہ کی مردم شماری دس لاکھ تینتالیس ہزار تھی اور بمبئی کی نو لاکھ اسی ہزار۔ بمبئی کی حالت یہ ہے کہ بہت سی زمین جس پر آبادی پھیلی ہوئی ہے، وقتاً فوقتاً سمندر سے لی گئی ہے۔ اور آجکل ایک بہت بڑی تجویز جو زیر غور ہے وہ یہ کہ سمندر کا جو حصہ بیک بے یعنی خلیج پسین کہلاتا ہے اس کی زمین کیونکر بچا۔ لیکن باینہم جغرافی اسباب کی وجہ شہر کے رقبہ کی وسعت محدود ہے اور نتیجہ یہ ہے کہ آبادی بہت گنجان ہے شہر میں بڑے بڑے مکانات ہیں۔

باب-۶ جنہیں چال چلتے ہیں ان میں بہت بہت سے لوگ ملکر رہتے ہیں۔ حتیٰ کہ بعض چالوں میں ہزار ہزار لوگ مقیم ہیں بعض گلیاں تنگ اور گندی ہیں۔ اور سب سے اونچی منزلوں کے سوا باقی عمارات کو صاف ہوا میسر نہیں آتی۔ سٹر ٹوٹ فریزر ایک عرصہ تک ہندوستان میں رہ چکے ہیں ان کا بیان ہے کہ ”شاید ہی کوئی منظر ایسا بھیانک ہو جیسا کہ ان تسفن مکانات کا روز نظر آنا جنکو موت کا گھر کہیں تو بجا ہے حالانکہ یہ مکانات سمندر کے قریب ہیں کہ موجوں کی آواز صاف سنائی دیتی ہے“ طاعون کے حربوں نے حکام ذی اقتدار کو اچھی طرح جتا دیا کہ اس بڑے شہر کے اندر کیسے کیسے خطرے گھات میں لگے ہوئے ہیں۔ لارڈ سینڈ ہرسٹ کے عہد حکومت میں محکمہ آرائش بلدہ قائم ہوا اور گزشتہ چند سال میں اس کے مقاصد کو بہت ترقی ہوئی۔ بڑی بڑی چالوں کا تبدیع صفایا ہوتا جاتا ہے اور شہر میں چوڑی چوڑی سڑکیں نکل رہی ہیں۔ جہاں کبھی امراض کی شدت اور غلاظت کی کثرت تھی وہاں اب صاف ہوا اور کافی روشنی پہنچتی ہے جزیرہ بھٹی کے شمال میں جو زمیں افتادہ ہے اس کی درستی ہو رہی ہے اور جب جدید قسم کے ذرائع آمد و رفت نکل آئے تو ہزار ہا لوگ جو شہر میں مقیم ہیں وہاں جا بیس گئے۔ ۱۹۱۷ء میں ایک قانون پاس کر کے آرائش بلدہ کا محکمہ قائم کیا گیا۔ اس کا انتظام متولیوں کی ایک جماعت کے سپرد ہے جس کا صدر سرکار کی طرف سے

نامزد ہوتا ہے موجودہ صدر ہندوستانی سول سروس کا ایک رکن باب-۶۔
 ہے اس محکمہ کا سرمایہ کچھ تو قرض کے روپیہ سے مہیا ہوتا ہے
 اور کچھ اُن سرکاری اور بلدیہ کی افتادہ زمینوں کی آمدنی سے
 جو کہ متولیوں کے سپرد کردی گئی ہیں۔ ^{۱۹۱۷ء} کا ذکر ہے کہ
 حکومت ہند نے اپنی سالانہ مزید آمدنی میں سے پچاس لاکھ روپے
 اس محکمہ کو عنایت کیا۔ ایک ایسی ہی جماعت کلکتہ میں قائم
 ہوئی ہے جو شہر کے شمالی حصہ کی اس گنجان آبادی کی درستی و
 اصلاح میں مصروف ہے جو عایشان عمارتوں کے پیچھے چھپی پڑی ہے۔
 محکمہ آرائش بلدہ کے علاوہ خاص خاص بندرگاہوں میں محکمہ
 محکمہ بنادر بھی قائم ہیں ان میں جو متولی شریک رہتے ہیں بنادر
 وہ یا تو سرکار کی طرف سے نامزد ہوتے ہیں یا ایوان تجارت
 کی طرف سے یا اور ایسی جماعتوں کی طرف سے جن کو بندرگاہ
 کے کام سے کچھ تعلق اور دلچسپی ہوتی ہے بمبئی میں محکمہ بندر
 کا صدر محکمہ تعمیرات کا ایک رکن ہے۔ خاص طریق سے جسکو
 جرف کہتے ہیں بندر گہرا کرنے کے لئے ایک خاص قسم کے
 نلوں کے ذریعہ سمندر کی تہ سے گاد نکالتے ہیں اور جہاں
 سمندر سے زمین نکالنی مقصود ہو وہاں میجا کر اس کو ڈالتے
 ہیں حتیٰ کہ تہ کی زمین سطح آب سے اوپر نکل آتی ہے۔ اس
 طرح پر بیک کرشمہ دد کار کے مقولہ پر عمل ہو رہا ہے۔ ایک
 طرف تو بندر گہرائی بڑھ رہی ہے دوسری طرف سمندر سے
 زمین نکل رہی ہے۔ اصلاح آرائش کی بڑی بڑی تجاویز کی نگین

باب-۶ کے واسطے جس قدر روپیہ درکار ہو وہ قرض لے لیا جاتا ہے۔
 بمبئی میں ایک نئی گودی تیار ہوئی ہے، جس کی رسم افتتاح
 لارڈ ہارڈنگ نے انجام دی تھی۔ بندر میں جو بڑے سے بڑا
 جہاز آتا ہے وہاں کھڑا ہو سکتا ہے۔ جب سے یہ گودی بنی ڈاک
 کے جہاز ٹھیک مسافروں کے اترنے کی جگہ آکھڑے ہوتے
 ہیں، اس طرح مسافروں کو بہت بڑی دقت سے نجات
 مل گئی۔ بندر کا انتظام بھی اسی محکمہ کے ہاتھ میں ہے۔ نیز
 اس قسم کے کام جیسے کہ بندر میں آتے وقت جہازوں کی
 رہنمائی کرنا اسی کے سپرد ہیں۔ ان خدمات کے صلہ میں اس
 کو بندر سے اور آنے والے جہازوں سے معقول آمدنی ہو جاتی
 ہے۔ ۱۹۱۲ء میں کلکتہ کے محکمہ بندر کی آمدنی ۵۳۲۶۳۲۶ روپیہ
 تھی اور بمبئی کی ۹۰۷۵۹۱۵ روپیہ۔ ۱۹۱۲ء میں جس قدر جہاز
 بمبئی کے بندر میں آ کر مقیم ہوتے رہے ان کی تعداد ۱۶۳۳
 تھی۔ اور انکے بیچ بیچے گنجائش وزن کی میزان ۶۱۹۶۷۲۸۹ ٹن
 یہی کیفیت کراچی، عدن، مدراس، رنگون اور چٹاگانگ کی
 ہے۔ خصوصاً کراچی بندر بہت ترقی کر رہا ہے عجب نہیں کہ
 آگے چلکر وہ بمبئی کے ہمپہ بن جائے۔ شمالی ہندوستان میں
 جو آبادی کے بڑے بڑے مرکز ہیں اور ان کے اور عدن
 کے درمیان جو سب سے سیدھا راستہ ہے اس پر کراچی واقع
 ہے اور حکومت ہند نے آبپاشی کے ذریعہ سے جو وسیع قطعات
 زرخیز بنائے ہیں وہ کراچی سے بہت قریب ہیں۔

پریزیڈنسی شہروں کے علاوہ اور شہروں میں بھی کچھ عرصہ باب-۶
 (ضلع کی بلدیہ) سے بلدیئے قائم ہو رہے ہیں۔ ضلعوں میں کل ہندوستان میں
 ۱۲ بلدیئے موجود تھے جن میں کلکتہ بمبئی اور مداس کے بلدیئے
 بھی شامل ہیں۔ ان سب کی مجموعی آمدنی سترہ ہزار اونسٹھ
 لاکھ روپیہ تھی۔ ان بلديات میں نصف سے زیادہ رکن تو منتخب
 ہوتے ہیں اور باقی کو سرکار نامزد کرتی ہے۔ ہندوستان میں
 لوگوں کو یہ کبھی گوارا نہیں ہوا کہ بلدیئے ان پر کوئی محصول قائم
 کریں۔ چنانچہ اسی وجہ سے شروع شروع میں بلديات کی
 حکومت نہ چل سکی بلديات کی موجودہ پالیسی یا طرز عمل بیشتر
 لارڈ میو کے عہد سے شروع ہوا ہے۔ اس پالیسی کے بہت سے
 مقاصد ہیں۔ مثلاً یہ کہ لوگوں کو حکومت خود اختیاری کا سلیقہ
 آئے۔ شہر کی مقامی ضروریات کا بہتر انتظام ہو اور مشترکہ فوائد
 کے معاملات میں انگریز اور ہندوستانی ملکر کام کرنا سیکھیں۔
 لارڈ رپن کے خیالات بالکل یہی تھے اور انہی کے زمانہ میں بلديات
 نے دن دو دن رات چوگنی ترقی کی کہیں کہیں سرکاری عہدہ دار
 کے صدر بتے کا طریقہ بھی اُٹھ گیا ہے اور مجلس خود ایک اعلیٰ
 عہدہ دار مقرر کر دیتی ہے۔ کلکٹر ضلع اور کمشنر قسمت کو البتہ نگرانی
 کا اختیار حاصل ہے اور بعض بعض حالتوں میں جبکہ سرکار کا خیال
 ہو کہ اختیارات بیجا طور سے استعمال ہو رہے ہیں اور شہر کی
 ضروریات کا اہتمام بالکل ناکافی ہے تو وہ مجلس کو معطل
 بھی کر سکتی ہے۔

باب ۶۔ بلدیہ کے کام بھی گونا گوں ہیں۔ غالباً ۱۹۱۷ء کے بمبئی کے بلدیہ کا کام قانون بلدیہ سے واضح ہو گا کہ اس مجلس کو روزمرہ کیا کیا کام انجام دینا پڑتا ہے۔ کچھ کام تو لازمی ہیں اور قانون میں کچھ کام ایسے بھی درج ہیں جو خاص خاص حالتوں میں حکومت بلدیہ کر سکتی ہے۔ لازمی کام تو یہ ہیں۔ روشنی، سڑکوں اور مقامات کا چھڑکاؤ اور صفائی، امور باعث تکلیف عام کی روک تھام، حفاظت از آتشزدگی، ضرر رساں یا خطرناک پیشوں اور کاموں کا بندوبست، عام سڑکوں اور مقاموں سے رکاوٹیں اور مزاحمتیں رفع کرنا، خطرناک عمارات کی مرمت یا انہدام، مخرب صحت مقامات کی درستی و صفائی، مردوں کو ٹھکانے لگانا، عام سڑکوں موریوں، نشانات حدود، مذبحوں، پیخانوں، نالیوں، بدرروؤں، غسل خانوں، دھوبی گھاٹوں، پینے کے پانی کے چشموں، تالابوں، کوؤں، بندوں، اور اسی قسم کی چیزوں کی تعمیر اور درستی کرنا، آبرسانی، سڑکوں کے نام رکھنا، مکانات پر نمبر لگانا، چیچک کا ٹیکا لگوانا، اور حیوانات کا پنچھا مہیا کرنا، جو ٹیکہ میں کام آتا ہے عام شفا خانے اور دوا خانے، ابتدائی تعلیم، دباؤ کے موسم میں تحفظ اور علاج کا بندوبست، اور قحط کے زمانہ میں امداد رسانی یہ سب کام بھی بلدیہ کے ذمہ ہیں۔ قانون میں دیگر فرائض کی بھی فہرست درج ہے جنکو خاص خاص حالات میں حکومت بلدیہ انجام دے سکتی ہے۔ جن چیزوں سے وہ کام متعلق ہیں وہ یہ ہیں۔ نئی سڑکیں

عام پارک، باغات، کتب خانے، عجائب خانے، ہال، دفاتر آرام گاہیں، باب-۱ اور دیگر عام عمارات، ابتدائی و اعلیٰ تعلیم، سڑکوں کے کنارے والے اور دوسرے درخت، مردم شماری، پیدائش و اموات کے رجسٹر پیمائش کتوں کے متعلق احتیاطیں، ضرر رساں کاروبار کے مقامات، مکانات کی بدودوں کا انتظام، بدروؤں کی آراضی، استقبال حکام کے جلسے اور نمائشیں۔

محصول کا اوسط جو دو روپیہ پانچ آنہ فی کس پڑتا ہے، بعض لوگوں کو یہ بہت زیادہ معلوم ہو گا لیکن جو لوگ بلديات کے کاموں سے واقف ہیں وہ اس اوسط کی کمی پر تعجب کریں گے۔ بڑے بڑے کاموں کے لئے تو شاہی خزانہ سے قرض لے لیا جاتا ہے اور اس پر سرکاری نگرانی رہتی ہے۔ یہی معمولی آمدنی سو تھوڑی سی بلدیہ کی جائداد اور مقامی حکومت کے عطیوں سے حاصل ہوتی ہے اور بہت کچھ محصول کے ذریعہ سے اکثر صوبوں میں محصول چنگی آمدنی کا خاص ذریعہ ہے۔ یہ وہ محصول ہے جو قبضے میں مقامی استعمال کے واسطے داخل ہونے والی چیزوں خصوصاً سامان خوراک پر لیا جاتا ہے۔ بعض صوبوں میں مکانات اور قطعات بلکہ پیشوں پر بھی محصول قائم ہے۔ ایسے ایسے موقعے بھی آچکے ہیں کہ حکومت صوبہ کو منجانب عوام مداخلت کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی ہے لیکن شاذ و نادر اور بحیثیت مجموعی بلديات کی کارگزاری میں جو ترقی نمودار ہوئی ہے وہ زمانہ حال کی تاریخ ہند میں طمانیت بخش نظر

باب-۶ آتی ہے۔

مقامی مجالس اضلاع کے دیہاتی حصوں میں مقامی مجالس قائم ہیں۔ ان کے سپرد بھی وہی کام ہے جو بلدیات کے سپرد ہے۔ لیکن چھوٹے پیمانہ پر۔ بلدیات کی طرح مقامی مجالس بھی شروع شروع میں کم چلیں۔ لیکن لارڈ رپن کے عہد میں ان کو خوب ترقی ہوئی انگلستان میں قاعدہ یہ ہے کہ دیہاتی رقبوں کی مقامی حکومت کچھ تو کاؤنٹی یعنی کنشری کی مجلس کے ماتحت ہے اور کچھ مجلس ضلع اور کچھ دیہاتی مجلس کے ماتحت ہیں۔ اس میں ہر ایک مجلس کے اختیارات جداگانہ مقرر ہیں۔ ولایت میں حکومت کا سب سے چھوٹا حصہ پیرش یا موضع ہوتا ہے اور دراصل ان دونوں کی تقسیم مذہبی انتظام پر مبنی تھی۔ ہندوستان میں صوبے صوبے کی حالت جداگانہ ہے، ہر جگہ ایک نیا طریق نکل آیا ہے۔ مدراس میں توب سے چھوٹا حصہ ایک موضع اور چند مواضع کا مجموعہ شمار ہوتا ہے، جو ایسے ملے جلتے ہوں کہ ان کے متعلق مجلس کے سامنے جو معاملات پیش ہوں سب اراکین مجلس ان سے ذاتی طور پر واقف ہوں۔ اس دیہاتی مجلس کو بنچایت کہتے ہیں۔ اس نام کی ابتدا قدیم دیہاتی جماعتوں کے جلسوں سے ہوتی ہے یہ عام جماعتیں صفائی کے انتظام اور دوسرے چھوٹے چھوٹے کاموں کی نگرانی کرتی ہیں دیہاتی مجلس کے اوپر مجالس تعلقہ قائم ہیں۔ جو عام اہمیت کے کاموں کی دیکھ بھال رکھتی ہیں۔ سب کے

بعد مجالس اضلاع ہیں جو کل ضلع کی قائم مقام ہوتی ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ دیگر صوبوں کے مقابل مداس میں مقامی حکومت زیادہ مکمل ہے دوسرے صوبوں میں یہ تینوں مدارج کمتر نظر آتے ہیں بمبئی کے احاطہ میں تو صرف مجالس تعلقہ اور مجالس ضلع قائم ہیں، درہاتی مجالس یعنی پنجایت کا پتہ نہیں۔

مقامی مجالس کا دستور بھی ملک کے مختلف حصوں میں مقامی مجالس مختلف ہے۔ بلدیات کے مقابل نامزد شدہ اراکین کی تعداد زیادہ کا دستور رہتی ہے۔ لیکن بہت سی مجلسوں میں انتخابی عنصر بھی داخل ہو گیا اور کام ہے اور بلا شک اس میں وقتاً فوقتاً اضافہ ہو گا۔ علاقہ ۱۳۱۱ میں احاطہ بمبئی میں مجالس ضلع اور مجالس تعلقہ میں ۵۰ ۶ ۳۷ ممبر شریک تھے جن میں سے ۵۱ ۱۴ نامزد شدہ تھے ۱۶۲۱ منتخب شدہ اور ۵۸ ۵ عہدہ دار کل میں سے ۴۱ اراکین سرکاری تھے اور باقی ۲۹۰۹ غیر سرکاری بمبئی اور بعض دیگر صوبوں میں نامزد کرنا سرکار کے ہاتھ میں ہے مقامی حکام کی سفارش درکار ہوتی ہے۔ حاکم ضلع، مجلس ضلع کا صدر ہوتا ہے اور حاکم علاقہ مجلس تعلقہ کا مقامی آمدورفت کے ذرائع کی نگرانی درستی اور اصلاح کے علاوہ مجلس ضلع کے کام یہ ہیں۔ شفاخانوں اور دواخانوں کا قیام، پانی کے نکاس اور آب رسانی کا انتظام، عام صفائی، چھیک کا ٹیکا، تعلیم خصوصاً ابتدائی درجہ کی رمنوں اور گھانٹوں کی نگرانی بازاروں کی تعمیر اور درستی اور قحط کے زمانے میں غربا کی امداد مجلس متعلقہ زیر نگرانی مجلس ضلع اپنا کام کرتی رہتی ہے اس کی

ب۔ ۶۔ آمدنی کے کئی ذرائع ہیں۔ مقامی حکومت کے عطیے زمین کا محصول باروں اور گھاٹوں کا محصول، اور دوسری آمدنی جو محصول راہداری کے طور پر وصول ہو۔ بلديات اور مجالس اضلاع کے حساب کتاب کی جانچ پڑتال تو سرکاری عہدہ دار بھی کرتے ہیں لیکن وہ شاہی موازنہ میں شامل نہیں ہوتا۔

ذیل میں سال ۱۹۱۷ء کی بابتہ احاطہ بہیٹی کے مقامی مجالس کے محاصل و مصارف کی تفصیل درج ہے جس سے انکے کاموں کی وسعت کا کچھ اندازہ ہو سکتا ہے۔

آمدنی

۲ لاکھ ۷۷ ہزار	لگان
۳۴ لاکھ ۱۳ ہزار	ابواب
۱۷ ہزار	سود
۱ لاکھ ۵۴ ہزار	پولس
۲۵ لاکھ ۳۹ ہزار	تعلیمات
۹۰ ہزار	طبابت
۹۱ ہزار	سائنس کے اور دوسرے صنفے
۸۵ ہزار	متفرقات
۳۱ لاکھ ۹۳ ہزار	تعمیرات
۸۱ لاکھ ۲۹ ہزار	میزان

خج

حکومت	۱ لاکھ ۶۰ ہزار
پولس	۵ ہزار
تعلیمات	۳۲ لاکھ ۱۴ ہزار
طہارت	۵ لاکھ ۱۵ ہزار
سائنس کے اور دوسرے صنف	۱ لاکھ ۳۷ ہزار
وظیفہ اور بھتہ	۵۳ ہزار
سامان نوشت اور چھپائی	۱۹ ہزار
متفرقات	۹۶ ہزار
تعمیرات	۳۵ لاکھ ۳۷ ہزار
قرضہ	۱ لاکھ ۳ ہزار

۷۸ لاکھ ۳۹ ہزار

تفصیل بالا سے واضح ہو گا کہ بیشتر رقم تعلیمات اور تعمیرات پر صرف ہوتی ہے۔ آخری مسئلہ میں عمارات، ذرائع آمد و رفت، آب رسانی، مسافر ہنگے، اور درختوں کا لگانا شامل ہے۔ طہارت کے مصارف میں دورہ کر کے ٹیکا لگانے والوں کا خج اور بخار کے موسم میں کونین کی تقیم بھی داخل ہے۔ اعداد شمار سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ برطانوی ہندوستان میں جس قدر رقم عمارات اور سڑکوں پر خرچ ہوتی ہے اس میں سے ۳۵ فیصدی طبی کاموں

باب-۶ اور صفائی میں جس قدر خرچ ہوتا ہے اس کا ۳۴ فی صدی اور تعلیمات کے واسطے جو کچھ منظور ہوتا ہے اس میں سے ۷۴ فی صدی مقامی مجالس اور بلدیات کی طرف سے ملتا ہے۔ پس صاف ظاہر ہے کہ مقامی مجالس ملک کی حکومت میں روز افزوں شرکت کر رہی ہیں اور اس کا نتیجہ اچھا ہی ہوگا۔ ایک شکایت البتہ پیدا ہو گئی ہے وہ یہ کہ گاؤں کے لوگ خود کچھ نہیں کرتے اور کام سرکار یا مقامی مجلس سے کرانا چاہتے ہیں۔ مثلاً ہمیں برس پہلے وہ فروخت کے زمانے میں خود بھاریاں لگا کر حد بندی کرتے تھے۔ گاؤں کے راستے کی مرمت کرتے تھے جو کچھ خچ ہوتا تھا اپنی گرہ سے لگاتے تھے۔ مگر اب انہوں نے ان کاموں سے باہل ہاتھ کھینچ لیا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ بہت سی جگہ انتخاب کنندے بے اعتنائی اور بے پروائی برتتے ہیں۔ ایک ضلع کا ذکر ہے کہ منجملہ ۶۶۱ رائے دہندوں کے صرف ۷۹ نے آکر رائے دی۔ علاوہ انہیں غیر سرکاری ممبر بھی چند خاص مستثنیات کے سوا مجالس کے کاموں میں بہت کم دلچسپی رکھتے ہیں اور مجالس کی کامیابی کا دار و مدار بیشتر حاکم ضلع اور حاکم علاقہ کی کوشش اور توجہ پر رہتا ہے۔

مقامی مجالس انگلستان کی دستوری تاریخ میں مقامی حکومت کی نشو و نما کا اور مرکزی بہت دخل نظر آتا ہے چنانچہ اینگلو سیکسن زمانہ کی خصوصیت ہی حکومت کا یہ تھی کہ مقامی مجالس ذی اقتدار تھی اور مرکزی حکومت کمزور۔ تعلق۔ نارمن عہد میں حالت بالکل اس کے برعکس ہو گئی اور مقامی ۱۲

جامعتوں کے مقابل مرکزی انتظامی محکمہ کو بہت زیادہ اختیارات ' باب -۶
 مل گئے۔ پلنٹا جنٹ خاندان کی حکومت کے شروع میں بہت ہی
 خوبی سے یہ امر طے پایا گیا۔ جس کے مطابق مقامی جماعتوں کو بھی
 اپنے معاملات انجام دینے کی آزادی حاصل ہو گئی اور ساتھ ہی
 مرکزی حکومت کی قوت بھی برقرار رہی۔ پارلیمنٹ کا جو طریق
 نکلا کہ اضلاع اور بڑے بڑے شہروں کے نمائندوں کے ذریعہ سے
 مرکزی انتظامی حکومت اور بیرونی مقامات میں تعلق پیدا ہو گیا
 مذکورہ بالا امر کو اسی کا نتیجہ سمجھنا چاہئے۔ ایک مختصر سے بیان پر
 دہی طریق ہندوستان میں رائج کیا جا رہا ہے مقامی معاملات
 کا انتظام روز بروز زیادہ تر مجالس ضلع اور بلدیات کے سپرد ہوتا
 جاتا ہے۔ صرف بقدر ضرورت نگرانی رہتی ہے اور چونکہ ضلع کے
 سرکاری عہدہ دار اور بلدیات اور مجالس ضلع کے رکن صوبوں کی
 مجالس وضع قوانین میں شریک رہتے ہیں۔ لہذا انتظامی محکمہ مقامی
 ضروریات سے زیادہ باخبر ہوتا جاتا ہے۔

ساتواں باب

محکمہ وضع قوانین

برطانوی
پارلیمنٹ کی
اعلیٰ طاقت

برطانوی پارلیمنٹ یعنی ملکی مجلس یا یوں کہئے کہ بادشاہ باجلاس
پارلیمنٹ اعلیٰ فرمان روا ہے۔ کیونکہ اس کو قانون وضع کرنے
اور منسوخ کرنے کا پورا پورا اختیار حاصل ہے۔ اور قانون
انگلستان کی رو سے کوئی شخص یا جماعت ایسی نہیں کہ پارلیمنٹ
کے قوانین کو برطرف کر سکے۔ پارلیمنٹ دراشت تحت و تاج کا بھی
انتظام کر سکتی ہے۔ اور اس میں تفسیر تبدیل کر سکتی ہے۔ چنانچہ
ہنری ہشتم اور ولیم سوم کے عہد میں ایسا ہو بھی ہو چکا ہے۔
وہ ملک کا مروجہ مذہب بھی تبدیل کر سکتی ہے۔ چنانچہ ہنری
ہشتم کے عہد میں اور اس کی تین پشت بعد تک بہت سی
صورتوں میں ایسا واقع ہوا ہے اس کو یہ بھی اختیار حاصل
ہے کہ سلطنت کا بلکہ خود پارلیمنٹ کا قانون بدلے اور اسکو
از سر نو وضع کرے۔ چنانچہ اس کی مثالیں موجود ہیں مثلاً
قانون اتحاد، سہ سالہ اور ہفت سالہ انتخاب کے قوانین یا

۱۹۱۷ء کا قانون پارلیمنٹ۔ المختصر جس قدر کام ممکن ہیں وہ ان باب ۷ کو انجام دینے کی مجاز ہے۔ اور اسی بنا پر بعض لوگوں نے تو یہ جرات کی کہ اس کے اختیارات کو بزبان استعارہ پارلیمنٹ کی قدرت مطلق سے تعبیر کر دیا۔

لیکن ہندوستان کے محکمہ وضع قوانین کا یہ حال نہیں۔ ہندوستان کا پروفیسر ڈائسی نے اس کو ایک متوسط درجہ کی مقنن جماعت محکمہ وضع سے تعبیر کیا ہے وہ غیر محدود الاقتدار اس لئے کہلاتا ہے۔ کہ قوانین یک طرفہ دستور کی حدود کے اندر رہ کر قانون بنا سکتا ہے۔ بالفاظ محدود الاقتدار دیگر وہ صرف ایسے قوانین وضع کر سکتا ہے جو کہ پارلیمنٹ کے مقنن جماعت کے اُن قوانین کے موافق ہوں جو اس نے ہندوستان کے متعلق پاس کر دیئے ہیں اور جن کا پہلے باب میں ذکر آچکا ہے اور ہندوستان کے دستور کے باب میں جو پارلیمنٹ کے قانون ہیں ان کو بدلنے یا منسوخ کرنے کا بھی اختیار نہیں پارلیمنٹ کے قانون اس وقت تک ہندوستان پر عائد نہیں ہو سکتے بالصرحت یا بالکناہ ان کا حلقہ عمل ہندوستان تک وسیع نہ کر دیا جائے۔ ہندوستان کی مجلس وضع قوانین کو قانون فوج کی تیئج یا ترمیم کا اختیار حاصل نہیں ہے۔ اور نہ وہ کوئی ایسا قانون پاس کر سکتی ہے جس کا پارلیمنٹ کے اختیارات یا سلطنت متحدہ کے غیر قلم بند قوانین یا اس کے دستور پر اثر پڑے۔ یا بادشاہ کے ان حقوق فرمان روائی پر اثر پڑے جو اس کو برطانوی ہندوستان کے کسی حصہ پر حاصل ہیں۔ یہ بھی واضح

باب۔

رہے کہ پارلیمنٹ ہر وقت ہندوستان کے متعلق ہر قسم کا قانون پاس کرنے کی مجاز ہے اور حکومت ہند کی طرف جس قدر قوانین کے مسودہ پیش ہوتے ہیں، اول ان کے متعلق وزیر ہند کی اجازت حاصل کرنی ضرور ہے۔ لیکن ساتھ ہی اس کے ہندوستان کی مجلس وضع قوانین ایک ایسی جماعت ہے جس کو قانون بنانے کا اختیار حاصل ہے۔ اور یہ پابندی ہائے مذکورہ بالا (۱)، برطانوی ہندوستان کے تمام لوگوں، اور تمام عدالتوں تمام مقامات اور تمام چیزوں کے واسطے (۲) ملک معظم کی اس برطانوی رعایا اور حکومت ہند کے ان تمام ملازموں کے واسطے جو ہندوستان کے دوسرے حصوں میں مقیم ہوں۔ (ج) ملک معظم کی ہندوستانی رعایا اور ہندوستانی فوجی ملازموں، سپاہیوں وغیرہ کے واسطے جبکہ وہ دنیا کے کسی حصہ میں ہوں۔ خواہ ملک معظم کی سلطنت کے اندر یا اس کے باہر اور (۵) نیز ان تمام لوگوں کے واسطے جو ہندوستانی بحری خدمت میں شریک ہیں یہ مجلس قانون پاس کر سکتی ہے۔

مجلس وضع ہندوستان کی مجلس وضع قوانین گویا ایک توسیع ہے گورنر جنرل قوانین کی مجلس انتظامی کی۔ اس کا پورا نام یہ ہے ”گورنر جنرل ارفقاء باجلاس کونسل بغرض وضع قوانین“ اول اول تو کمپنی ان اختیارات کی رو سے جو اس کو منشور میں مل چکے تھے۔ جو قوانین اور قواعد مناسب سمجھتی بنالیتی تھی، قانون تنظیم کے بموجب گورنر جنرل باجلاس کونسل کو اختیارات وضع قوانین

حاصل تھے۔ البتہ عدالت عالیہ کی منظوری اور وہاں کا اندراج ضروری باب۔
 تھا۔ ۱۸۳۳ء کے قانون منشور سے تین اہم تبدیلیاں عمل میں آئیں۔
 اول تو بمبئی اور مدراس کی حکومتوں کے اختیارات وضع قوانین
 سلب ہو گئے۔ گو تھوڑے ہی عرصہ کے لئے سہی، اور وضع قوانین
 کے اختیارات بہ تمام و محال گورنر جنرل یا اجلاس کونسل
 کو مل گئے۔ دوسرے انتظامی مجلس میں ممبر قانون کا اضافہ
 ہوا۔ اس کا کام صرف یہی تھا کہ قوانین و قواعد بنائے۔ اور
 اول اول وہ کامل رکن کی حیثیت سے انتظامی مجلس میں شریک
 بھی نہیں ہوتا تھا۔ تیسرے جو مسودہ اس توسیع یافتہ مجلس میں
 پاس ہو جاتا وہی قانون تھا۔ عدالت عالیہ میں اس کے منہج
 ہونے کی ضرورت نہیں رہی۔ ۱۸۵۳ء میں جب بنگال کا میجر مجلس
 اور ایک رکن عدالت عالیہ اور بنگال، مدراس، اور بمبئی، اور آگرہ
 کی مقامی حکومتوں کا ایک ایک نامزد شدہ رکن انتظامی مجلس
 میں شریک ہوا تو اس اصول کو مزید تقویت حاصل ہوئی کہ
 وضع قوانین کے واسطے مجلس میں توسیع ہونی چاہئے۔ ۱۸۶۱ء
 کے قانون مجالس نے مجلس وضع قوانین کا دستور اور بھی بدل
 ڈالا۔ اور یہ قرار پایا کہ انتظامی مجلس کے رکنوں کے علاوہ
 کم از کم چھ اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکن اور شریک ہونے
 چاہئیں جن کو گورنر جنرل نامزد کرے اور دو سال تک شریک
 مجلس رہیں ان زائد رکنوں میں سے کم از کم نصف کا غیر سرکاری
 ہونا ضروری تھا۔ یعنی ایسے لوگ کہ جو سرکاری ملازمت میں

باب ۷۔ نہ ہوں۔ جس صوبہ میں مجلس منعقد ہوتی تھی اس کا اعلیٰ حاکم مجلس وضع قوانین کا زاید رکن شمار ہوتا تھا۔ ۱۹۹۲ء کے قانون میں زاید رکنوں کی تعداد اور بھی بڑھ گئی اور انتخابی عنصر بھی مجلس میں داخل ہو گیا۔ چنانچہ بنگال، مدراس، بمبئی، اور صوبہ متحدہ میں جو مجالس وضع قوانین انھیں دنوں تسلیم ہوئی تھیں وہ سب کی سب اپنے اپنے غیر سرکاری رکنوں کی طرف سے ایک ایک نمائندہ شاہی مجلس میں بھیجنے لگیں۔ بلکہ ایک نمائندہ کلکتہ کے ایوان تجارت کی طرف سے بھی شامل ہو گیا۔

قانون مجلس ۱۹۰۹ء کے قانون نے بھی اسی سمت میں بہت جرأت کے ساتھ قدم بڑھایا۔ اس میں یہ قرار پایا کہ انتظامی مجلس کے اراکین کے علاوہ زیادہ سے زیادہ ساٹھ رکن مجلس وضع قوانین میں اور شریک ہوں تب کہیں قانون اور قواعد بنیں۔ ان میں سے زیادہ سے زیادہ پینتیس رکن گورنر جنرل اپنی مرضی کے موافق نامزد کر سکتا ہے۔ صرف اس قدر لحاظ رکھنا شرط ہے کہ اول تو سرکاری رکنوں کی کثرت رہے دوسرے نامزد شدہ اراکین میں سے ایک ہندوستانی تجارتی جماعت کا نمائندہ ہو۔ ایک پنجاب کے زمینداروں اور ایک وہاں کے مسلمانوں کا نمائندہ ہو۔ ۱۹۱۶ء میں صرف بقدر چار سرکاری اراکین کی کثرت تھی۔ باقی بچپیں اراکین کا انتخاب حسب ذیل عمل میں آیا۔

(۱) مدراس، بمبئی، صوبہ متحدہ اور بنگال کی مجلس کے

غیر سرکاری اراکین اپنے وو دو نمائندے منتخب کرتے ہیں۔ اور باب ۷، برما، پنجاب، بہار و اوڈیسہ، آسام اور صوبہ متوسط کی مجلس کے اراکین ایک ایک اس طرح پر کل تیرہ رکن منتخب ہوئے۔ (۲) صوبہ متوسط کی بلدیات اور مجالس اضلاع کی طرف سے ایک رکن منتخب ہوا۔

(۳) بنگال، مدراس، بمبئی، صوبہ متحدہ، بہار و اوڈیسہ، اور صوبہ متوسط کے زمیندار اپنا ایک ایک نمائندہ منتخب کرتے ہیں۔ اس طرح کل رکن ہوئے۔

(۴) بنگال، مدراس، بمبئی، صوبہ متحدہ اور اوڈیسہ کے مسلمان اپنا ایک ایک نمائندہ منتخب کرتے ہیں۔ کل ۵ رکن منتخب ہوئے۔

(۵) بنگال اور بمبئی کے ایوان تجارت ایک ایک منتخب کرتے ہیں۔

منتخب شدہ اراکین کی مقدار کل ۲۷ رہی۔

حسب قانون ایک ایسی فہرست شائع ہو چکی ہے۔ جس انتخاب کے میں امیدواروں اور رائے دہندوں کے ضروری اوصاف اور قواعد۔ طریق انتخاب درج ہے۔ کوئی شخص منتخب نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ برطانوی رعایا نہ ہو، اس کا دماغ صحیح نہ ہو اور اسکی عمر پچیس سال سے زیادہ نہ ہو۔ جو لوگ غیر مصدقہ دیوالے ہوں جو لوگ سرکاری ملازمت سے معزول ہو گئے ہوں جن لوگوں کو عدالت فوجداری سے چھ ماہ سے زائد قید کا حکم ہو چکا ہو۔

باب ۷۔ یا کسی حاکم مجاز نے سند وکالت ضبط کر لی ہو۔ وہ بھی ناقابل انتخاب ہیں۔ البتہ گورنر جنرل کے حکم سے ایسے لوگوں کی ممانعت رفع ہو سکتی ہے۔ یعنی وہ بھی قابل انتخاب شمار ہو سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں گورنر جنرل باجلاس کونسل کو اختیار ہے کہ ایسے لوگوں کا انتخاب روک دے جو اس کی رائے میں بلحاظ اپنی شہرت اور سابق حالات کے عام مفاد کے واسطے مضر معلوم ہو۔ ایک قاعدہ یہ بھی ہے کہ صوبہ کی مجلس کے غیر سرکاری رکن جو نمائندے منتخب کرے وہ اسی صوبہ کے باشندے ہوں اور صوبہ کے حالات سے اس قدر واقف ہوں کہ اسکی نیابت کا کام بخوبی انجام دے سکیں۔ رائے دہندوں کے اوصاف کے متعلق بھی کچھ قواعد ہیں جن کی فہرست مہتمم انتخاب کے پاس رہتی ہے، اور وقتاً فوقتاً اس پر نظر ثانی ہوتی ہے۔ یہ بھی احتیاط کیجاتی ہے کہ انتخاب میں کوئی بیجا کارروائی نہ ہو سکے اور اگر کوئی جھگڑا اٹھے تو اس کا تصفیہ ہو جاوے ان تمام انتظامات کی تفصیل تو ایسی مختصر کتاب میں درج ہو نہیں سکتی۔ البتہ یہ واضح کرنے کی ضرورت کی ہے کہ کونسل میں مختلف طبقوں اور مفاد کے نمائندے شریک رہتے ہیں، اور قلیل جماعتوں کے مفاد کی بھی پوری نگہداشت ہوتی ہے۔ کچھ نشستیں مسلمانوں کے واسطے مخصوص کر دی گئی ہیں اور جن صوبہ دار کونسلوں کے غیر سرکاری رکن دو ممبر منتخب کرتے ہیں وہاں دوہری رائے کی اجازت ہے۔ اس ترکیب سے

اگر قلیل جماعت کچھ قوی ہو یعنی بہت زیادہ قلیل نہ ہو تو باب ۷
 دونوں رائیں اپنے اسیدوار کو دیکر ایک نشست ضرور حاصل کر سکتی ہے۔
 اب دیکھنا یہ ہے کہ مجلس وضع قوانین میں کیا دستور العمل مجلس وضع
 جاری ہے۔ ۱۹۰۶ء کے قانون مجلس کے مطابق گورنر جنرل صدر ہے قوانین کا
 اور وہ اپنا نائب صدر خود مقرر کرتا ہے جو اس کی عدم موجودگی میں
 صدارت کرتا ہے۔ محکمہ وضع قوانین میں جو حکومت
 ہند کا معتمد رہتا ہے کل انتظام اسی کے ہاتھ میں ہے یا اسکے
 نائب کے ہاتھ میں ہے۔ اس کا فرض یہ بھی ہے کہ جلسہ کی
 روئداد مرتب کرے جو ہر جلسہ کے بعد بغرض منظوری صدر
 کے ملاحظہ میں پیش ہوتی ہے۔ جن اراکین کو انگریزی سے
 کم واقفیت ہو یا جن کو تقریر کی مہارت نہ ہو ان کی واسطے
 کچھ رعایت ملحوظ رکھی گئی ہے۔ قانون کے مسودے منتخب
 کمیٹیوں کی رپورٹیں، اہم قانونی مسودوں کی ترمیمات ہندوستانی
 زبان میں ترجمہ کر دی جاتی ہیں۔ اگر کوئی رکن خود انگریزی میں
 تقریر نہ کر سکے تو بشرط درخواست اس کی طرف سے کوئی دوسرا رکن
 تقریر کر سکتا ہے۔ مزید براں کوئی ممبر چاہے تو اپنی تقریر طبع
 کر اگر ممبروں میں تقسیم کر دے اور صدر کی رائے سے وہ
 پڑھی ہوئی شمار ہو سکتی ہے۔ مسودہ کو قانون بننے میں مراحل
 ذیل پیش آتے ہیں۔ اگر کوئی رکن کوئی مسودہ پیش کرنا چاہے
 اول اجازت حاصل کرنے کی تحریک کرے۔ اجازت ملنے کے
 بعد مسودہ قانون کی پوری عبارت اور اس کے اغراض و مقاصد

باب۔ کی تشریح طبع کرا کر ایک ایک نسخہ سب اراکین کے پاس بھیج دے۔ اگر کوئی بحث طلب معاملہ پیش آئے تو دوسری ترکیب یہ ہے کہ اس کو ایک منتخب کمیٹی کے سپرد کرنے کی تحریک کرے۔ اس پر ایک مباحثہ ہوتا ہے جس میں مسودہ قانون کے عام اصول پر غور ہوتا ہے۔ اب سب سے نازک مرحلہ پیش آتا ہے جبکہ مجلس کے بجائے ایک منتخب کمیٹی اس مسودہ کے ہر ہر فروع اور تفصیل پر بحث کرتی ہے۔ اسکے بعد کمیٹی کی رپورٹ کی ایک ایک نقل تمام اراکین کے پاس بھیج دی جاتی ہے۔ نیز عام اطلاع کے واسطے شائع کر دی جاتی ہے۔ تب پھر کل مجلس ملکر اس پر غور کرتی ہے۔ اور اگرچہ ترمیمات پیش ہوئی ہوں تو وہ داخل غور ہوتی ہیں۔ بالآخر رائے لی جاتی ہے اور اگر کثرت رائے اس کے موافق ہو تو وہ مسودہ قانون بن جاتا ہے۔ البتہ گورنر جنرل اور وزیر ہند کی منظوری شرط ہے۔ اور ان دونوں کو اختیار منسوخی حاصل ہے۔ اور اگر کوئی معاملہ بحث طلب نہ ہو تو بعض مراحل ترک ہو جاتے ہیں اور اس کو منتخب کمیٹی کے سپرد کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ خاص ضروری صورتوں میں ایسا انتظام ممکن ہے کہ مسودہ بلا کسی قسم کی تاخیر کے فوراً قانون بن جاوے۔

مجلس نظامی
اور مجلس وضع
قوانین کا تعلق

انگلستان میں محکمہ انتظامی محکمہ وضع قوانین کے تحت میں رہتا ہے۔ کیونکہ کیبنٹ یعنی مجلس وزیر اسی وقت تک

قائم رہ سکتی ہے جب تک کہ دیوان عام میں کثرت اس کی تائید باب ۷۷ مجلس انتظامی کرے۔ لیکن ہندوستان میں محکمہ انتظامی مجلس وضع قوانین اور مجلس وضع کی مخالف رائے کے باوجود برقرار رہتا ہے۔ سرکونی البرٹ قوانین کا تعلق کا بیان ہے کہ ۱۸۵۳ء کے قانون کے بموجب جو مجلس وضع قوانین قائم ہوئی تو اس نے اپنا دستور العمل پارلیمنٹ کے نمونہ پر مرتب کیا اور انتظامی محکمہ سے سوالات دریافت کر کر کے اور ان کی کارروائیاں زیر بحث لاکر اس قدر خود مختاری کا اظہار کیا کہ وقت محسوس ہونے لگی۔ چنانچہ ۱۸۶۱ء کے قانون میں انتظامی محکمہ پر نکتہ چینی کرنے کا حق سلب کر لیا گیا۔ اور مجلس کا کام صرف اتنا رہ گیا کہ قانون پاس کیا کرے۔ ۱۸۹۲ء میں یہ بندشیں کچھ نرم ہوئیں اور حکومت کے معاملات میں بہ پابندی چند شرائط سوالات دریافت کرنے کا حق مل گیا۔ یہ بھی انتظام ہو گیا کہ سالانہ بجٹ یعنی موازنہ پر بحث ہوا کرے۔ البتہ یہ کسی رکن کو اختیار نہیں کہ کوئی تحریک پیش کرے یا یہ مطالبہ کرے کہ ارکان کی رائیں الگ الگ شمار کی جائیں ۱۹۱۹ء کا قانون مجلس اس معاملہ میں بہت آگے بڑھ گیا چنانچہ پانچویں دفعہ کی عبارت حسب ذیل ہے۔ گورنر باجلاس کونسل ایسے قواعد بنائے گا جن کے مطابق یہ جائز ہو گورنر جنرل باجلاس کونسل کی سالانہ مالی کیفیت (موازنہ) پر مجلس وضع قوانین میں مباحثہ ہو یا کسی عام مفاد کے معاملہ کی بابت

باب۔ ۷۔ بحث کی جائے۔ اور نیز بہ پابندی شرائط مندرجہ قواعد سوالات دریافت کئے جائیں۔

سالانہ مالی کیفیت اور بجٹ یعنی موازنہ کا فرق جاننا ضرور کیفیت کے ہے۔ گورنر جنرل باجلاس کونسل کے مالی تخمینے جو سال نو کے متعلق مباحثہ واسطے تیار ہوں مالی کیفیت کہلاتے ہیں۔ اور جب وہ تخمینے قطعی طور پر طے ہو جائیں۔ تو پھر بجٹ کہلانے لگتے ہیں۔ بالفاظ دیگر طے شدہ مالی کیفیت کا نام بجٹ ہے۔ ہر سال مالی کیفیت اور اس کے ساتھ ایک مشرح یادداشت مجلس کے سامنے پیش ہوتی ہے اور اس کی ایک ایک نقل سب اراکین کو دیدی جاتی ہے۔ پہلے روز کچھ مباحثہ نہیں ہوتا۔ تھوڑے عرصہ بعد وہی کیفیت بغرض مباحثہ مجلس میں پیش ہوتی ہے اور جو ممبر چاہے کوئی تحریک پیش کرے۔ خواہ ترمیم موصول کے باب میں یا کسی نئے قرضہ کے متعلق یا اگر کسی مقامی حکومت کو مزید امداد دینی تجویز ہوئی ہو تو اس کے بارے میں۔ تب رکن مجاز جو محکمہ مال کا اعلیٰ حاکم ہے ہر ایک مد یا مدوں کے مجموعہ کی جداگانہ تشریح کرتا جاتا ہے اور مجلس ان سب پر بالتفصیل غور کرتی ہے۔ اس مرحلہ میں تحریکیں پیش ہو کر رائے طلب ہو سکتی ہے۔ کچھ وقفہ کے بعد جس کے دوران میں مجلس انتظامی نے ابتدائی مباحثہ کی تجاویز پر غور کر کے ضروری ترمیمات داخل کر دی ہوں۔ مجلس میں بجٹ پیش ہوتا ہے۔ مباحثہ کا افتتاح کرتے

ہوئے وزیر مال اول تو داخل شدہ تبدیلیوں کی نوعیت بیان باب۔۔۔ کرتا ہے اور دوسرے ان وجوہات کو بھی پیش کرتا ہے کہ جن کی بنا پر ابتدائی مباحثہ کی بعض تحریکیں انتظامی مجلس میں منظور نہ ہو سکیں۔ اس کے بعد بجٹ پر ایک عام مباحثہ ہو کر کارروائی ختم ہو جاتی ہے۔ واضح ہو کہ بجٹ بالکل انتظامی مجلس کے ہاتھ میں ہے نہ کہ مجلس وضع قوانین کے اختیار میں۔ یہ مجلس جو تحریک بھی پیش کرے وہ ایک قسم کا مشورہ یا سفارش ہے۔ خواہ انتظامی مجلس منظور کرے خواہ نہ کرے۔ مزید براں تحریک پیش کرنے کی بھی شرائط ہیں۔ ہندوستانی دستور۔ قانون افواج۔ حکومت ہند کی دیسی ریاستوں یا بیرون ممالک سے تعلقات۔ معاملات جو عدالتہائے سلطنت برطانیہ میں زیر تجویز ہوں یا جس قدر باتیں ان سے متعلق ہوں ان کے متعلق کوئی تحریک پیش نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ یہ سب امور مجلس کے اختیار سے باہر رکھے گئے ہیں۔ محفل اور مصارف کی بھی کچھ مدیں ایسی ہیں کہ جو تحریکوں سے مستثنیٰ ہیں۔ مثلاً محصول درآمد برآمد دیسی ریاستوں کے خراج، ہندوستانی فوجی اور بحری محکموں کا انتظام، قرض عام، یا محکمہ سیاسی، یہ سب چیزیں عام مباحثہ سے الگ رہتی ہیں اور سب پر طرہ یہ کہ صدر کو اختیار ہے کہ جس تحریک کی چاہ اجازت نہ دے۔ اور انکار کی وجہ اس سے زیادہ بیان کرنیکی ضرورت نہیں کہ اس کی رائے میں وہ تحریک عام مفاد کے خلاف ہے۔

باب ۷
عام مفاد
کے معاملات

ہر رکن کو اختیار ہے کہ عام مفاد کے کسی معاملے میں تحریک پیش کرے۔ ان مباحثوں کے قواعد و ضوابط بھی بیشتر وہی ہیں جو کہ مالی کیفیت کے مباحثہ کے ہیں۔ لیکن زیادہ آزادی ملتی ہے اور ترمیمات پیش کرنے کی بھی اجازت ہے ہاں جو تحریکات عام مفاد کے مخالف ہوں ان کے مباحثہ کی اجازت دینے سے صدر انکار کر سکتا ہے۔ اور اگر تحریکات منظور ہو بھی جائیں تو ان کی حیثیت انتظامی مجلس کے نزدیک محض ایک مشورہ یا سفارش کی سی ہوگی۔

حق سوالات

امور سلطنت کے متعلق سوالات دریافت کرنے کا جو حق بہ پابندی چند شرائط ۱۸۹۳ء میں حاصل ہوا ۱۹۰۶ء کے قانون مجالس میں اس کی اور توسیع ہو گئی۔ اصلی سوال میں جس معاملہ کی اطلاع کے واسطے درخواست کی جائے اسی کی مزید تشریح کے واسطے زاید سوالات دریافت کرنے کی بھی اجازت مل گئی۔ لیکن سوالات خواہ اصلی ہوں خواہ زاید، بہ پابندی چند شرائط صرف خاص خاص امور کے متعلق دریافت ہو سکتے ہیں۔ سوال اس وضع کا ہونا چاہئے، کہ معلوم ہو کسی اطلاع کی درخواست ہے نہ یہ کہ کسی اظہار رائے کی درخواست ہے اگر اطلاع بغیر کوئی زاید سوال دریافت کیا جائے تو رکن متعلقہ کو اختیار ہے کہ جواب دینے سے انکار کر دے نیز صدر کو اختیار ہے کہ جس سوال کو مفاد عام کے خلاف سمجھے اس کی اجازت نہ دے۔

مجلس انتظامی
کی حیثیت

پس ہندوستانی دستور میں انتظامی مجلس کی حیثیت بہت

زبردست ہے۔ رقم یعنی محفل و مصارف اس کے ہاتھ میں ہے۔ باب ۷۔
صرف یہ ممکن ہے کہ مباحثہ کے شروع میں جب مالی کیفیت
پیش ہو تو بہ پابندی چند شرائط مجلس وضع قانون میں تسلیم کی
تحریریں پیش ہوں۔ لیکن وہ مشورہ شمار ہوں گی اور بس حکومت
پر نکتہ چینی کرنے کی جو اجازت ہے اس پر بھی بہت سی شرطیں
لگی ہوئی ہیں۔ مجلس وضع قانون جو قانون بھی پاس کرے گورنر
جنرل باجلاس کونسل یا بادشاہ بذریعہ وزیر ہند اس کو چاہے تو
منسوخ کر سکتا ہے۔ گورنر جنرل کو یہ بھی اختیار ہے کہ اہم اور
نازک موقعوں پر اپنی طرف سے احکام اور فرامین جاری کرے
جن کی حیثیت قانون کی سی ہوگی اور جو عدالتوں میں چھ مہینے
تک نافذ رہ سکیں گے۔ لیکن یہ غیر معمولی اختیارات شاذ و نادر
عمل میں آئے ہیں۔

صوبوں کی مجالس وضع قوانین کی سرگزشت بھی شاہی مجلس صوبہ دار
سے بہت ملتی جلتی ہے۔ ۱۸۵۷ء میں جب شاہی مجلس از سر نو مجالس
مرتب ہوئی تو مدراس اور بمبئی کی حکومتوں کے اختیارات
وضع قوانین سلب کر لئے گئے لیکن ۱۸۵۷ء میں پھر دونوں صوبوں
میں مجالس قائم ہو گئیں۔ اور بعد کو بنگال صوبہ متحدہ جو پنجاب
اور برما میں بھی۔ ۱۹۱۲ء میں بہار و اڑیسہ کے نئے صوبہ کے
واسطے مجلس وضع قوانین تجویز ہوئی۔ اور کچھ عرصہ بعد صوبہ متوسط
کے واسطے جو کہ اس وقت تک چیف کمشنر کے تحت میں تھا۔ ۱۸۹۲ء
میں مختلف اراکین کی تعداد بھی بڑھا دی گئی۔ مدراس اور

باب ۷۔ بمبئی کی مجلس میں ان کی زیادہ سے زیادہ تعداد میں قرار پائی اور صوبہ متحدہ کی مجلس میں - اور نیز بعد کو پنجاب - اور برما کی مجالس میں پندرہ پندرہ - یہ بھی ضرور تھا کہ کم از کم نصف زائد رکن مدراس اور بمبئی کی مجلس میں غیر سرکاری ہوں اور ایک ثلث صوبہ متحدہ پنجاب اور برما کی مجالس میں اور ۱۹۱۹ء سے قبل بھی کچھ سال تک بمبئی کی مجلس میں غیر سرکاری اراکین کی کثرت رہی ۱۹۱۹ء کے قانون میں صوبہ مجالس کے اراکین کی تعداد بہت بڑھ گئی - اور تمام صوبوں میں سرکاری اراکین کی کثرت توڑ دی گئی - چنانچہ ۱۹۱۹ء کا ذکر ہے کہ بمبئی کی مجلس میں بقدر بیس غیر سرکاری اراکین کی کثرت تھی - اراکین یا تو منتخب ہوتے ہیں یا نامزد - منتخب شدہ اراکین کی تعداد بھی ہر صوبہ میں مختلف ہے - بنگال میں اٹھائیس - مدراس میں اکیس - پنجاب میں آٹھ - برما میں ایک - بمبئی میں اکیس اراکین کا انتخاب حسب ذیل عمل میں آیا :-

- | | | |
|--------------------------|-----|-----|
| (۱) بمبئی کی بلدیہ | - ۱ | رکن |
| (۲) اضلاع کے بلدیے | - ۳ | رکن |
| (۳) مجالس اضلاع | - ۴ | رکن |
| (۴) بمبئی یونیورسٹی | - ۱ | رکن |
| (۵) بمبئی کا ایوان تجارت | - ۱ | رکن |
| (۶) کراچی کا ایوان تجارت | - ۱ | رکن |

۷۔	ہندوستانی لوگوں کی تجارتی جماعت	۱ —	رکن باب۔۷
۸۔	انجمن کارخانہ داران بمبئی و انجمن کارخانہ داران احمد آباد کی طرف یکے بعد دیگرے۔	۱ —	رکن
۹۔	مسلمان	۴ —	رکن
۱۰۔	دکن کے سردار لوگ	۱ —	رکن
۱۱۔	گجرات کے سردار لوگ	۱ —	رکن
۱۲۔	سندھ کے جاگیردار	۱ —	رکن
	کل مجموعہ	۲۱ —	رکن

برما کے سوا تمام صوبوں کی مجالس میں مسلمانوں کی واسطے جداگانہ تعداد مخصوص ہے اور برما میں جو غیر سرکاری رکن نامزد کئے جاتے ہیں وہ ہندوستانی، چینی اور برمی جماعتوں کے نمائندے ہوتے ہیں۔ مدراس، بمبئی، بنگال، صوبہ متحدہ اور پنجاب میں مقامی یونیورسٹی بھی ایک رکن منتخب کرتی ہے۔ اکثر مجالس میں زمینداروں کی بلدیات اور مجالس اضلاع کے نمائندے بھی شریک رہتے ہیں بعض خاص خاص جماعتوں کے نمائندے بھی شامل کئے جاتے ہیں مثلاً مدراس میں کوٹھی والوں کی جماعت سے یا مشرقی بنگال میں چاء اور جوٹ (سن) کے کار و بار والوں کی طرف سے بھی اراکین شریک ہوتے ہیں۔ امیدواروں اور رائے دہندوں کے اوصاف اور طریق انتخاب کے متعلق قواعد و ضوابط مرتب ہو گئے ہیں۔ جو حکام مہتمم انتخاب ہوتے ہیں وقتاً فوقتاً انتخابی نہریستوں پر نظر ثانی

باب۔ ۷۔ کر کے ان کو سرکاری گزٹ جریدے میں شائع کرتے رہتے ہیں۔
 صوبہ کی صوبوں کی مجالس کے اختیارات اچھے خاصے وسیع ہیں۔
 مجلس شاہی مجلس پر جو قیود لگائی ہیں وہی صوبہ کی مجالس پر عائد
 اختیارات ہوتی ہیں یہ مجالس گورنر جنرل کی اجازت بغیر نہ ایسا کوئی
 قانون پاس کر سکتی ہیں اور نہ انپیر غور کر سکتی ہیں جو حکومت ہند
 کے فرض عام یا مالی معاملات سے متعلق ہوں یا زر واک خانہ
 آراء، قانون تعزیرات ہند، یا شاہ معظم کی افواج یا بیڑے کی
 ترتیب اور اہتمام سے متعلق ہوں نیز مقامی حکومت کوئی مسودہ
 قانون مجلس میں پیش نہیں کر سکتی۔ جب تک کہ اول وہ
 حکومت ہند میں پیش کر کے ابتدائی اجازت نہ حاصل کر لے جو
 قانون صوبہ کی مجلس میں پاس ہو اس کے واسطے صوبہ کے
 گورنر یا لفٹنٹ گورنر نیز گورنر جنرل کی منظوری حاصل
 کرنی لازمی ہے۔ اور چاہے تو بادشاہ بھی بذریعہ وزیر ہند
 اس کو نا منظور کر دے۔ مسودہ پیش کرنے، منتخب کمیٹی
 کے سپرد کرنے، اور پاس کرنے کا طریق وہی ہے جو شاہی
 مجلس کے سلسلہ میں اس سے قبل بیان ہو چکا ہے۔ کیا شاہی
 حکومت اور کیا صوبہ دار حکومت، مجلس وضع قوانین ہر جگہ
 انتظامی مجلس کی ماتحت ہے۔ مدراس اور بمبئی میں تو گویا انتظامی
 مجلس کو وضع قوانین کی غرض سے توسیع دیکر مجلس وضع قوانین
 بنا دیا ہے۔ بنگال میں ۱۹۰۷ء کے قانون کی رو سے ایک
 انتظامی مجلس قائم ہو گئی ہے۔ پس یہاں بھی مجلس وضع قوانین

کی بنا وہی ہے جو مدراس اور بمبئی میں ہے سلسلہ میں بہار و باب۔،
 اڈیسہ میں بھی ایک انتظامی مجلس قائم ہوئی جس کے مجلس
 وضع قوانین سے وہی تعلقات ہیں جو دوسرے صوبوں میں پہلے سے
 چلے آتے ہیں۔ جہاں جہاں مجلس وضع قوانین قائم ہے مقامی
 حکومت کی سالانہ مالی کیفیت پر بحث مباحثہ کرنے، عام مفاد
 کے متعلق تحریکیں پیش کرنے، اور امور سلطنت کے بارہ میں
 سوالات کرنے کے متعلق قواعد و ضوابط مرتب ہو گئے ہیں۔ یہ
 قواعد بھی بیشتر وہی ہیں جو شاہی مجلس میں رائج ہیں۔ البتہ
 ایک شرط زائد ہے وہ یہ کہ کسی ایسے معاملہ کے متعلق کوئی
 تحریک منظور نہ ہو سکے گی جو صوبہ کی حکومت کے اختیار سے
 باہر ہے۔



آٹھواں باب

محکمہ عدالت

پہلے زمانہ اپنی حکومت کے ابتدائی زمانہ میں کمپنی نے بس اس قدر عدل کی عدالت گسٹری کی کہ یورپین لوگوں کے باہمی معاملات فیصلہ کرنے کے گسٹری واسطے عدالتیں قائم کر دیں۔ البتہ اٹھارویں صدی کے شروع میں تینوں پریزیڈنسی شہروں یعنی کلکتہ، بمبئی اور مدراس میں حاکم بلدی کی عدالتیں قائم ہوئیں جن کے فیصلوں کا مقامی حکومت میں مرافعہ دائر ہو سکتا تھا اور بعض بعض صورتوں میں نیز بادشاہ باجلاس کونسل کے ہاں دائر ہونا ممکن تھا۔ جب دیوانی کمپنی کے سپرد ہوئی تو کلائمو نے حکومت کا اور طریق نکالا جس کو دوہری حکومت سے تعبیر کرتے ہیں۔ عدالتہائے فوجداری تو نواب کے ہاتھ میں رہیں جہاں شرع شریف کے بموجب قاضی فیصلہ کرتے تھے اور تحصیل مالگزارى وعدالتہائے دیوانی کمپنی کے تحت میں آگئیں۔ لیکن کام سب ہندوستانی

جج ہی انجام دیتے تھے۔ یہ طریق بہت جلد نا کامیاب وغیر مفید باب ۸۔
 ثابت ہوا۔ وارن ہیٹنگس جب مدراس سے کلکتہ پہنچا تو اسکی
 انتظامی قابلیت کے جوہر کھلے۔ اور جب تک ہندوستان میں
 رہا اس کی قابلیت اعلیٰ ثابت ہوتی رہی۔ منجملہ اور چیزوں کے
 عدالتوں کی ترمیم اور اصلاح ہوئی۔ اضلاع کی مقامی عدالتہائے
 دیوانی کمپنی کے اعلیٰ عہدہ داروں یعنی کلکٹروں کے تحت میں
 آگئیں۔ اور ہندو و مسلمان جج ان کی مدد کیواسطے تعینات
 ہوئے۔ چھوٹے چھوٹے مقدمات کے ماتحت جج مقرر کردئے
 گئے۔ بالادست عدالتوں میں اول تو صوبوں کی عدالتہائے
 مرافعہ تھیں اور سب کے بعد صدر دیوانی عدالت نیز فوجداری
 عدالتیں کلکٹر کے تحت میں آگئیں۔ لیکن کام اب بھی قاضیوں
 کے ہاتھ میں رہا البتہ ایک صدر نظامت عدالت یعنی فوجداری
 عدالت مرافعہ اور قائم ہو گئی۔

کچھ عرصہ بعد قانون تنظیم یعنی ریگولیشن ایکٹ پاس ہوا عدالتی اختیار
 جس میں سیاسی حکومت کی اصلاح کرنیکے علاوہ عدالتی معاملات کا تناقض
 سے بھی بحث تھی۔ کلکتہ میں ایک عدالت العالیہ قائم ہوئی
 جس میں ایک میر مجلس اور تین رکنوں کا بادشاہ کی طرف
 سے تقرر ہوا۔ اسی قسم کی عدالت سلطنت میں بمقام مدراس
 اور سلطنت میں بمقام بمبئی قائم ہوئی۔ چار ہزار روپیہ سے
 زائد مالیت کے مقدمات کا مرافعہ بادشاہ باجلاس کونسل کے
 ہاں دائر ہو سکتا تھا۔ لیکن یہ قانون کئی لحاظ سے مبہم تھا۔

باب۔ اس میں اول تو عدالتوں اور انتظامی محکمہ کے تعلقات وضع نہیں تھے اور نہ یہ صراحت تھی کہ عدالت العالیہ کو ملازمان کمپنی کے اُن افعال پر کیا اختیارات حاصل تھے جو سرکاری فرائض کی انجام دہی میں ان سے سرزد ہوتے تھے وائٹنگس کے زمانہ میں عدالت العالیہ اور سرکار کے مابین اختیارات کے بارے میں بہت رد و قدح ہوئی تو قانون میں کچھ ترمیمات کر دی گئیں جنکا نتیجہ یہ ہوا کہ سرکار کے دست بازو قوی ہو گئے۔ قانون میں یہ امر بھی مبہم رہ گیا تھا کہ کونسا قانون نافذ رہنا چاہئے۔ عدالت العالیہ میں تو انگریزی اصول اور ضابطہ کے بموجب مقدمات فیصلہ ہوتے تھے اور صدر عدالتیں حتی الامکان شرع شریف اور شاستروں پر کاربند رہتی تھیں۔ البتہ ان قواعد کو ضرور ملحوظ رکھتی تھیں جو وقتاً فوقتاً سرکار نے مقرر کر دئے تھے حالانکہ عدل و انصاف کے متعلق جو جو اصول ان عدالتوں کے پیش نظر ہتے تھے ان میں بہت کچھ تناقض تھا اور قوانین بھی مختلف تھے تاہم وہ چند سال پہلو بہ پہلو کام کرتی رہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عدل گستری میں بہت بد نظمی پیدا ہو گئی۔ سر جان اسٹریچی کا قول ہے کہ ہندوستان کے بیشتر صوبوں میں قانون اور ضابطہ فوجداری بہت خلط ملط تھا اور وہ بنی تھا شرع شریف پر جس کو خود انگریزی سرکار کے قواعد، انگریزی قانون اور عدالت العالیہ سے فیصلوں اور ہدایتوں نے نافذ اور بحال رکھا۔ دیوانی عدالتوں

کا حال اور بھی ابتر تھا۔ سر جان اسٹریچی کا خیال ہے کہ باب-۸ عدالتہائے دیوانی کا خاص کام عدل گستری کے بجائے ضابطہ اور رسم کا پورا کرنا تھا۔

دیوانی اور فوجداری قوانین کی تدوین اور عدالتوں کی نئی قوانین دیوانی ترتیب سے دو اصلاحیں انگریز قرار پائیں۔ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا فوجداری ہے اب تک دو طریق پہلو بہ پہلو رائج تھے۔ چند در چند وجوہات کی بنا پر سرکار انگریزی کو شرع شریف اور شاستروں کی تسخیر گوارا نہ تھی۔ جو اصول اس کے پیش نظر تھا وہ یہ کہ حتی الامکان ملک کے قوانین اور رسوم کا ادب اور لحاظ کرنا چاہئے۔ اس دشواری کا بہترین حل یہ نظر آیا کہ ایسے قوانین وضع کئے جاویں جن میں ہر دو یعنی مشرقی اور مغربی طریق کی خوبیاں مجتمع ہو جاویں۔ پس یہ تحقیق کرنا ضرور ہوا کہ انصاف اور رحم کی ضروریات مد نظر رکھ کر شرع شریف اور شاستروں کے کس قدر احکام برقرار رہنے کے قابل ہیں۔ ۱۸۳۳ء میں اس کام کی نگرانی کے واسطے کونسل میں ایک چوتھا ممبر مقرر ہوا۔ لارڈ میکالے چار سال تک اس عہدہ پر رہے اور یہ انہی کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ بیس سال بعد تعزیرات ہند اور ضابطہ فوجداری مکمل ہو گئے۔ قوانین دیوانی کی تدوین کا معاملہ اور بھی زیادہ دشوار تھا اور اس کام کے واسطے یکے بعد دیگرے تین کمیشن بھیجے۔ بہت سے اہل قلم ان قوانین کی اعلیٰ خوبیوں کے معترف ہیں۔ ضابطہ فوجداری کے

باب-۸ ذکر میں سر جان اسٹیجی لکھتے ہیں کہ ہندوستان کے قوانین میں کوئی قانون اس سے زیادہ اہم نہیں، کیونکہ جو کل امن و امان قائم رکھتی ہے اور جرائم کا سد باب اور انسداد کرتی ہے وہ اسی کے مطابق چلتی ہے۔ اس میں خاص کر امور ذیل کی صراحت اور تفصیل درج ہے۔ فوجداری عدالتوں کی تنظیم اور ان کے جداگانہ اختیارات تعزیرات ہند اور دیگر قوانین کے ان جرائم کی ترتیب جنکی کوئی عدالت یا ناظم فوجداری تحقیقات کر سکتا ہے۔ پولیس کی تفتیش کے طریق، ناظم فوجداری کے ہاں سے حکمنامہ گرفتاری ملنے پر یا اس کے بغیر گرفتار کرنیکے اختیارات جو پولس کو حاصل ہیں۔ امن و امان قائم رکھنے اور خلاف قانون مجمع روکنے اور امور باعث تکلیف عامہ رفع کرنے کی کارروائی۔ ملازموں کو ناظم فوجداری کی عدالت میں پیش کرنے تحقیقات کرنے اظہارِ قلمبند کرنے اور ملازم کو عدالت بالا کے سپرد کرنے کے طریق جو ری یا ایسروں کی موجودگی میں مقدمات تحقیقات کرنے مراضہ دائر کرنے اور عدالت بالا کی جانب سے تجویز پر نظر ثانی اور احکام صادر ہونے کے قواعد۔ اسی طرح اور بہت سے معاملات جن کو ضابطہ فوجداری سے کم و بیش تعلق ہے۔ مندرجہ بالا اجمال سے کچھ اندازہ ہو سکتا ہے کہ ضابطہ فوجداری میں کیسے اہم معاملات درج ہیں۔ ہندوستان کے فوجداری و دیوانی قوانین اور عدالتوں کے بیان میں جیلی صاحب فرماتے

ہیں کہ نہ صرف جج اور وکلاء بلکہ چھوٹے بڑے عہدہ دار خواہ وہ باب - ۸
انگریز ہوں یا ہندوستانی جس قانون کے زیر اثر رہتے ہیں
اس سے اچھی طرح واقف ہیں اور وہ خوب سمجھتے ہیں کہ کس
چیز کی اجازت ہے اور کس کی ممانعت ہے۔ قوانین پر کبھی
کبھی نظر ثانی ہوتی رہتی ہے۔ سرزمین اسٹیفن نے ۱۸۵۷ء میں
قوانین میں جو اضافے کئے وہ خاص طور پر قابل لحاظ ہیں۔

۱۸۵۷ء میں جب ہندوستانی ہائی کورٹوں یعنی عدالتہائے عالیہ ہائی کورٹ
کا قانون منظور ہوا تو بڑی بڑی تبدیلیاں عمل میں آئیں۔ قدیم عدالت عا
عدالتیں تو غائب ہو گئیں اور ان کی بجائے کلکتہ مدراس
اور بمبئی میں ایک ایک ہائی کورٹ قائم ہوا اور کچھ عرصہ
بعد ایک ہائی کورٹ الہ آباد میں۔ البتہ پنجاب اور رنگون
میں چیف کورٹ قائم ہیں جس کے جج شاہی حکم سے نہیں
بلکہ منجانب گورنر جنرل باجلاس کونسل مقرر ہوتے ہیں۔ ۱۸۶۲ء
میں بہار و اڑیسہ کے واسطے بھی ایک جداگانہ ہائی کورٹ
منظور ہوا اور ۱۸۶۲ء میں قائم بھی ہو گیا۔ دوسرے غیر آئینی
صوبوں میں جو ڈیشیل کمشنر ہائی کورٹ کا قائم مقام سمجھا جاتا
ہے چنانچہ سندھ اور اودھ میں اب تک ایک ایک جو ڈیشیل
کمشنر موجود ہے۔ ہائی کورٹ کے جج بادشاہ کی طرف سے
مقرر ہوتے ہیں ان کی تنخواہوں اور وظیفوں کے متعلق قواعد
و ضوابط موجود ہیں۔ وزیر ہند باجلاس کونسل ان پر نظر ثانی
کر سکتا ہے لیکن سابق مقرر شدہ جموں کی حیثیت پر کسی

باب ۸۔ مابعد ترمیم کا اثر نہیں پڑ سکتا۔ ہندوستانی سول سروس کے رکن جنکو دس سال کی قدامت حاصل ہو اور جو بحیثیت ضلع کے جج ہونے کے تین سال کا عدالتی تجربہ رکھتے ہوں، انگلستان اور آئرلینڈ کے بیرسٹر، اسکاٹلنڈ کی فیکلٹی آف اڈووکیٹس کے ممبر، جنکو پانچ سال کی قدامت حاصل ہو یا جنکو ہندوستان میں بحیثیت ماتحت جج کچھ تجربہ حاصل ہو چکا ہو یا جنہوں نے کم از کم دس سال تک ہائی کورٹ میں بیرسٹری کی ہو یہ سب ہائی کورٹ کے جج بننے کے قابل شمار ہوتے ہیں چیف جسٹس یا سیر مجلس بیرسٹر ہوتا ہے جس میں سب ضروری اوصاف ہونے شرط ہیں۔ لیکن منصرمانہ طور پر موجودہ کارگزار ججوں میں سے کوئی بھی مقرر ہو سکتا ہے۔ یہ بھی ضرور ہے کہ کم از کم ایک ثلث جج تو ہندوستانی سول سروس کے رکن ہوں اور کم از کم ایک ثلث ایسے بیرسٹر یا اڈووکیٹ ہوں جنہیں مندرجہ بالا اوصاف موجود ہوں۔

عدالت عالیہ پرنسپل ڈنسی شہروں میں ان حدود کے اندر اندر جنکو وقتاً فوقتاً کے اختیارات مقامی حکومت معین کرتی رہتی ہے عدالتہائے عالیہ کو دیوانی اور فوجداری کے مقدمات میں ابتدائی سماعت کے اختیارات بھی حاصل ہیں البتہ الہ آباد کی عدالت عالیہ کو صرف ان فوجداری مقدمات کی ابتدائی سماعت کا اختیار حاصل ہے، جن میں یوہین لوگ ماخوذ ہوں۔ صوبہ کے اندر اندر جس قدر ماتحت عدالتیں ہوں خواہ دیوانی خواہ فوجداری سب کے

مرافقہ الہی عدالتہائے عالیہ میں دائر ہوتا ہے علاوہ ان میں باب-۸ وصیتوں اور دیوالیے سے جس قدر امور متعلق ہوں ان میں اور عیسائیوں کے طلاق کے معاملات میں کل اختیار عدالت عالیہ کے سپرد ہیں۔ عدالت عالیہ کو نہ تو مالگذاری کے معاملات میں کوئی ابتدائی اختیار حاصل ہے اور نہ تحصیل مالگذاری کے باب میں جب تک کہ تحصیل قواعد جاریہ کے مطابق عمل میں آئے گورنر جنرل، گورنر اور انتظامی کونسل کے ممبر تمام افعال میں جو سرکاری خدمات کے انجام دینے میں ان سے سرزد ہوں عدالت عالیہ کے اختیارات سے مستثنیٰ ہیں اور نہ وہ گرفتار یا قید ہو سکتے ہیں۔ عدالت عالیہ کے سر مجلس اور اراکین کو بھی معافی حاصل ہے سر مجلس کو اختیار ہے کہ جو مقدمات عدالت عالیہ میں دائر ہوں انکی سماعت مختلف ججوں کے سپرد کرے۔

عدالت عالیہ کو اول تو یہ اختیار حاصل ہے کہ تمام اپنی اختیارات عدالتوں پر نگرانی رکھے اور دوسرے یہ کہ بنظوری مجلس نگرانی و انتظامی ایسے قواعد بنائے کہ جن پر عمل کرنے سے ان سماعت عدالتوں کو کام میں سہولت ہو۔ ماتحت عدالتوں میں مرافقہ جس قدر مقدمات دائر ہوتے ہیں ان کے اظہار قلمبند کر لئے جاتے ہیں اور عدالت عالیہ جب چاہے ان کو طلب کر کے عدالتوں کی کارروائی پر نظر ثانی کر سکتی ہے۔ اس کو یہ بھی اختیار ہے کہ عدالت ماتحت سے مل

باب ۸۔ طلب کر لے یا جواب طلب کرے یا کوئی مقدمہ ایک عدالت سے کسی دوسری ہم رتبہ یا بالاتر عدالت میں منتقل کر دے عدالت عالیہ کے حکم سے ماتحت جج معطل تو ہو سکتا ہے مگر آخری سزا مقامی حکومت کے ہاتھ میں ہے اور عدالت عالیہ کا فرض ہے کہ جو الزام ماتحت جج پر لگائے جائیں ان کی اطلاع مقامی حکومت کو کر دے۔ عدالت عالیہ ابتدائی سماعت کے مقدمات میں جو فیصلہ کرے اس کا مرافعہ عدالت عالیہ کے دو یا زیادہ رکنوں کے روبرو پیش ہوتا ہے بعض عدالتوں میں یہ بھی ممکن ہے کہ ہائی کورٹ یا چیف کورٹ یا جوڈیشل کمشنر کے فیصلہ کا مرافعہ پریوی کونسل کی عدالتی کمیٹی میں دائر ہو گیا وہ ہندوستان اور نوآبادیوں کے مقدمات کے واسطے شاہی عدالت مرافعہ کا حکم رکھتی ہے۔

قانون فوجداری کا عمل مختلف صوبوں میں کسی قدر مختلف فوجداری ضرور ہے لیکن خاص خاص باتیں سب جگہ یکساں ہیں۔ اکثر صوبوں میں فوجداری عدالتوں کے سات درجے ہیں۔

(۱) ہائیکورٹ یا عدالت عالیہ پریزیڈنسی شہروں کے فوجداری مقدمات اور نیز دیگر عدالتوں کے مرافعوں کیواسطے۔
(۲) عدالت سشن۔

(۳) عدالت ناظم فوجداری درجہ اول۔

(۴) پریزیڈنسی شہروں میں پریزیڈنسی ناظم فوجداری کی

عدالت اور دوسرے شہروں میں بلدی ناظم فوجداری کی عدالت۔ باب - ۸

(۵) عدالت ناظم فوجداری درجہ دوم -

(۶) عدالت ناظم فوجداری درجہ سوم -

(۷) اعزازی ناظم فوجداری درجہ اول و دوم و سوم

کی عدالتیں -

ان عدالتوں کے باہمی تعلقات ، ان کا اندرونی نظام اور ہر ایک کا طریق عمل ، یہ سب کچھ ضابطہ فوجداری کے تحت میں ہے۔ ہر ایک ضلع میں ایک عدالت سشن ہے اس میں ایک سشن جج رہتا ہے۔ کہیں کہیں اس کی مدد کے واسطے زاید سشن جج یا مددگار سشن جج مقرر کر دیا جاتا ہے ان ججوں کا بیشتر کام وہی ہے جو ولایت میں عدالت اسائز کے جج کا ہوتا ہے۔ جس قدر مقدمات ان کے سپرد ہوتے ہیں وہ انکی سماعت کرتے ہیں۔ اور انتہائی قسم کی سزا تجویز کر سکتے ہیں۔ البتہ ان کے فیصلوں کا مرافعہ ہو سکتا ہے اور سزائے موت میں عدالت عالیہ کی منظوری لازمی ہے۔ عدالت سشن کے بعد نظام فوجداری کی عدالتیں ہیں جن کے چند درجے ہیں۔

پریزیڈنسی مجسٹریٹ کو جنکی عدالتیں پریزیڈنسی شہروں میں قائم ہیں اور نیز دیگر مقامات کے ناظم فوجداری درجہ اول جنکو دو سال کی قید اور ہزار روپیہ جرمانہ تک اختیار حاصل ہے اور غیر آئینی صوبوں میں ان کے اختیارات اس سے بھی زیادہ ہیں۔ ناظم درجہ دوم کے اختیارات چھ مہینے کی سزا اور دوسو

روپیہ جرمانہ تک محدود ہیں۔ ناظم درجہ سوم کے اختیار میں ایک جینے کی قید اور پچاس روپیہ جرمانہ سے زیادہ کچھ نہیں بالعموم کلکٹر اسسٹنٹ کلکٹر اور ڈپٹی کلکٹر اول درجہ کے ناظم فوجداری ہوتے ہیں۔ تحصیلداروں کو اور بمبئی میں معاملتداروں کو درجہ دوم کے اختیار حاصل ہوتے ہیں اور صدر قانون گو درجہ سوم کے ناظم فوجداری بن جاتے ہیں۔ سب ناظم فوجداری مقامی حکومت کے حکم سے مقرر ہوتے ہیں اور حاکم ضلع کے تحت میں رہتے ہیں خواہ وہ کلکٹر کہلائے یا ڈپٹی کمشنر۔ بڑے بڑے شہروں میں آنریری مجسٹریٹوں یا اعزازی ناظموں سے بہت کام نکلتا ہے کتر اہمیت کے مقدمات ان کے سپرد ہو جانے سے دوسری عدالتوں میں کام کا جھوم بہت کم ہو جاتا ہے۔ ہندوستان کے بعض حصوں میں پٹیلوں کو بھی خفیف سے فوجداری اختیارات حاصل ہیں اور چھوٹے چھوٹے جرائم کی وہ خود ہی سزا دے سکتے ہیں۔

کم تفریک
مقدمے

مرافعہ اور انجکستان کے مقابل ہندوستان میں مرافعہ کے زیادہ موقے اس کی حاصل ہیں۔ ناظم فوجداری درجہ دوم و سوم کے فیصلوں کا کارروائی مرافعہ حاکم ضلع یا کسی ناظم درجہ اول کے ہاں دائر ہوتا ہے۔ ناظم درجہ اول کے فیصلوں کا مرافعہ سشن جج کے روبرو پیش ہوتا ہے اور خود عدالت عالیہ سشن جج کے فیصلوں کا مرافعہ سماعت کرتی ہے اگر یہ شبہ ہو کہ کسی عدالت ماتحت میں کوئی بے ضابطگی عمل میں آئی تو عدالت عالیہ کو اختیار ہے کہ مسل طلب

کر کے تحقیقات کرے اور ضرورت ہو تو عدالت ماتحت کا باب-۸ فیصلہ بدل دے۔ صرف گورنر جنرل اور متعلقہ مقامی حکومت کو عفو کا منصب حاصل ہے۔ ہندوستان میں فوجداری مقدمات کی سماعت کبھی کبھی جوری کے روبرو ہوتی ہے لیکن یہاں جوری کا طریق انگلستان کے طریق سے کسی قدر مختلف ہے۔ ہائیکورٹ میں جوری کی تعداد نو رہتی ہے اور دوسری عدالتوں میں حسب تجویز مقامی حکومت ان کی تعداد نو کے اندر اندر طاق رہتی ہے۔ انگلستان کی طرح ہندوستان میں جوری کا متفق الرائے ہونا ضروری نہیں۔ جوری کے طریق کے متعلق بہت سی شکائتیں سننے میں آتی رہتی ہیں اور اس میں شک نہیں کہ بہت سے ملکوں میں معتبر جوری ملنے دشوار ہیں۔ ہندوستان میں بھی دشواری پیش آتی ہے چنانچہ اسی وجہ سے بہت سے اضلاع میں جوری مقرر ہی نہیں ہوتے ان کی جگہ ایسے کام کرتے ہیں جن کی رائے سے جج کو مدد ملتی ہے مگر وہ اسکو پابند نہیں کر سکتے۔ مزید براں اگر جوری کی رائے سراسر غلط معلوم ہو تو سشن جج کو اختیار ہے کہ انکی رائے نظر ثانی کے واسطے ہائی کورٹ میں پیش کر دے۔ یہ جو قاعدہ ہے کہ کل فوجداری مقدمات کی سماعت ہائیکورٹ میں جوری کے روبرو ہو، ایک صورت اس سے مستثنیٰ ہے۔ جو لوگ سلطنت کے خلاف کوئی جرم کریں انکے مقدمات کی سماعت کے واسطے ۱۹۰۷ء کے قانون ترمیم تعزیرات ہند میں ایک

باب ۸۔ خاص ضابطہ مقرر کیا گیا ہے۔ تین جج ملکہ ایسے مقدمات کا فیصلہ کر سکتے ہیں، لیکن سب سے پہلے گورنر جنرل یا مقامی حکومت منظوری حاصل کرنی ضرور ہے۔ ہندوستان میں ناگہانی اموات کی تحقیق حسب الحکم ناظم فوجداری پولس انجام دیتی ہے۔ لیکن کلکتہ اور بمبئی میں اس کام کے واسطے ایک ایک کور ورنر اور اس کی مدد کے واسطے جوری بھی مقرر ہے۔

عدالتہائے دیوانی فوجداری عدالتوں کی طرح دیوانی عدالتوں کی ترتیب بھی مختلف صوبوں میں کسی قدر مختلف ہے اور ان کے ناموں میں بھی کچھ فرق ہے سرسری طور پر دیوانی عدالتوں کے درجے حسب ذیل سمجھنے چاہئیں۔

(۱)، ہائیکورٹ یا عدالت العالیہ۔

(۲)، عدالت ضلع۔

(۳)، عدالت خفیہ۔

(۴)، عدالت ماتحت جج درجہ اول۔

(۵)، عدالت ماتحت جج درجہ دوم

پریزیڈنسی شہروں کی حدود کے اندر کل دیوانی مقدمات بالعموم عدالت العالیہ میں دائر ہوتے ہیں لیکن اس خیال سے کہ مقدمات جلد فیصلہ ہوں اور مصارف بھی کم پڑیں عدالتہائے خفیہ قائم کر دی گئی ہیں۔ یہ پابندی چند شرائط ان عدالتوں کو دو ہزار روپہ تک کے مقدمات کی سماعت کا اختیار حاصل ہے۔ اور بعض حالتوں میں اگر فریقین رضامند ہوں تو اس

سے زیادہ رقم کے مقدمات بھی سماعت کر سکتی ہیں۔ ان کی مثال انگلستان کی کاؤنٹی عدالتوں کی سی ہے۔ یہ ہر دو قسم کی عدالتیں بہت کار آمد ثابت ہوئیں، مقدمات کے فیصلوں کی تعداد بڑھ گئی اور مصارف بہت گھٹ گئے عدالت خفیہ کے فیصلوں کا مرافعہ نہیں ہے۔ البتہ بعض صورتوں میں جج چاہے تو عدالت بالا کو رجوع کرے۔ اضلاع میں بھی ایسی عدالتیں قائم ہیں مگر ان کے اختیارات سماعت بڑے شہروں کی عدالتوں سے کم ہیں۔

جیسا کہ بیان ہو چکا ہے جج ضلع اور سشن جج اول تو فوجداری جج ضلع جج ہیں۔ لیکن اس کے علاوہ ضلع کی ماتحت دیوانی عدالتوں کے انتظام کے بھی وہی ذمہ دار ہیں اور ان عدالتوں میں کام تقسیم کرنا بھی انہی کے سپرد ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ ادنیٰ ترین عدالت مجاز مقدمہ سماعت کرتی ہے۔ ماتحت ججوں کے بھی چند درجے معین ہیں۔ اور سب اپنے اپنے درجہ کی معینہ رقم تک مقدمات سماعت کرتے ہیں۔ بعض صوبوں میں دیہاتی منصف مقرر ہیں جو چھوٹے چھوٹے مقدمات فیصلہ کرتے ہیں اور برضامندی فریقین زیادہ اہم معاملات بھی ان کے ہاں پیش ہو سکتے ہیں۔ ماتحت ججوں کے فیصلوں کا مرافعہ جج ضلع کی عدالت میں دائر ہوتا ہے اور بعض صورتوں میں جبکہ رقم کثیر ہو براہ راست عدالت العالیہ میں بھی دائر ہو سکتا ہے۔ اسی طرح جج ضلع کے ابتدائی فیصلوں کا مرافعہ عدالت العالیہ میں ہوتا ہے اور قانونی

باب ۸۔ نکات کے معاملہ میں اس کے فیصلہ مراعات کا مراعات بھی وہاں دائر ہو سکتا ہے۔

یورپین بہت سے عدالتی عہدے خود ہندوستانیوں کے ہاتھ میں ہیں۔ رعایا اور جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے ہندوستانی ہائیکورٹ کے جج بھی مقرر عدالتی ہو سکتے اور ہوتے ہیں۔ جج ضلع اور سشن جج کے عہدوں پر تو بالعموم ہندوستان سول سروس کے رکن تعینات ہوتے ہیں لیکن ان کے ماتحت عدالتی عہدوں پر بیشتر ہندوستانی ہی مقرر ہوتے ہیں۔ ہندوستان کی عدالتوں میں برطانوی یورپین رعایا کی جو حیثیت ہے اس کا مختصر بیان ضروری معلوم ہوتا ہے۔ دیوانی مقدمات میں تو یورپین اور غیر یورپین میں کوئی امتیاز نہیں رکھا گیا پچھلے دنوں تک تو یہ قاعدہ رہا کہ یورپین لوگ فوجداری مقدمات میں صرف عدالت عالیہ کے رد برو ماخوذ ہو سکتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستانیوں کو ان پر فوجداری چلانے میں صد ہا میل دور ہائیکورٹ جانا پڑتا تھا اور بہت زیر بار ہوتے تھے۔ گویا یہ طریق خلاف انصاف تھا۔ ۱۸۵۷ء میں یہ قاعدہ کسی قدر نرم کر دیا گیا۔ سشن جج اور اعلیٰ درجہ کے ناظم فوجداری کو بھی اختیار مل گئے کہ جن فوجداری مقدمات میں یورپین لوگ ماخوذ ہوں انکی سماعت کریں اور حدود معینہ کے اندر سزا تجویز کریں۔ ۱۸۸۳ء میں وہی واقعہ پیش آیا جو البرٹ مباحثہ کے نام سے مشہور ہے۔ حکومت ہند نے یہ تجویز کی کہ یورپین لوگوں کے باب میں ادنیٰ عدالتوں کے اختیارات وسیع کر دئے جائیں لیکن

بعض حلقوں میں اس تجویز کی سخت مخالفت ہوئی۔ بالآخر ایک باب۔ ۸ سمجھوتہ ہو گیا۔ کوئی ہندوستانی ناظم فوجداری جس کو جج ضلع کا رتبہ حاصل ہو یا ہندوستانی سشن جج ایسے فوجداری مقامات کی سماعت کر سکتا ہے جن میں یورپین مانع ہو۔ لیکن ملزم کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ جوری کے روبرو تحقیقات کا مطالبہ کرے، جن میں سے نصف کا یورپین یا امریکن ہونا ضرور ہے۔

گورنر جنرل کی کونسل کے قانونی ممبر اور اسکی فرائض کا ذکر عہدہ دار اس سے قبل بھی آپکا ہے۔ مقامی حکومتوں کے ہاں بھی شیر قانونی قانون مقرر ہیں۔ جن کا کام یہ ہے کہ بل یا مسودہ قانون مجلس وضع قوانین میں پیش ہوں ان کو لکھ کر تیار کرے، قانونی معاملات میں سرکار کو مشورہ دے، اور خود وہی یا اس کا مددگار مجلس وضع قوانین کا معتمد بھی شمار ہوتا ہے۔ بعض صوبوں میں اڈوکلٹ جنرل رہتے ہیں یہ مجلس وضع قوانین کے رکن بھی ہوتے ہیں اور سرکار کو مقدمات کی پیروی میں مشورہ بھی دیتے ہیں۔ ادنیٰ عدالتوں میں بھی اسی طریق پر کام چلتا ہے۔ عدالت ضلع میں سرکاری وکیل سرکاری عہدہ داروں کی مدد کے واسطے مقرر ہے اور ان کی طرف سے عدالتوں میں مقدمات کی پیروی کرتا ہے۔ پریزیڈنسی شہروں میں شریف رہتا ہے۔ سرکار اس کو ایک سال کے واسطے مقرر کرتی ہے اور وہ شہر کا کوئی معزز باشندہ ہوتا ہے۔ اس کا خاص عدالتی کام تو یہ ہے کہ جوری مقرر کرے۔ لیکن اپنی حیثیت

باب-۸ عامہ کے لحاظ سے اس کو اہم معاملات پر بحث کرنے کے واسطے جلیے بھی منعقد کرنے پڑتے ہیں۔

نواں باب

پولیس اور مجلس

پیشتر کے باب میں جو مالی کیفیت درج ہے۔ اُس سے ہندوستان واضح ہوتا ہے کہ ہر سال پولیس اور مجلسوں کے واسطے ایک میڈ پولس کی بڑی رقم کی منظوری دی جاتی ہے۔ اور اس رقم میں برابر اضافہ دشواریاں ہو رہا ہے۔ اس صدی کے پہلے سال تقریباً تین لاکھ پونڈ یعنی ساڑھے چار کروڑ روپیہ اس بد میں خرچ ہوا۔ لیکن علاوہ میں خرچ کی نوبت پچیس لاکھ پونڈ یعنی سوا آٹھ کروڑ روپہ تک پہنچ گئی۔ ہندوستان جیسے ملک میں جہاں آبادی اس درجہ منتشر ہے امن و امان اور قانون برقرار رکھنا ایک اہم اور بیش خرچ کام ہے اور کفایت و اعلیٰ کار کردگی کو یکجا کرنا اور بھی زیادہ دشوار ہے۔ گذشتہ صدی کے شروع میں لارڈ ہٹنگس پٹداروں کے ساتھ جنگجوئی میں مصروف تھا یہ جرائم پیشہ

باب-۹ لوگ تھے اور کوئی ایک لاکھ فوج جمع کی گئی تب ان کی اچھی طرح سرکوبی ہو سکی۔ کچھ عرصہ بعد ایک فرقہ ٹھگنوں کا نکلا۔ یہ لوگ بڑی رازداری کے ساتھ آپس میں مل جلکر بیخبر مسافروں کو لوٹ لیتے تھے۔ ان کی ٹولیاں تمام ملک میں پھیل گئیں۔ لارڈ ولیم بنٹنک اور سرولیم سلیمن جیسے مستعد حکام کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ ان خوفناک جرائم کا سد باب ہوا۔ لیکن اب بھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ ہندوستان میں چوری کرنا کیا مشکل ہے اول تو یہاں سرد ممالک کی طرح لوگ شب کو دروازے بند نہیں رکھتے۔ دوسرے لوگ قیمتی زیور پہنے پھرتے ہیں اور اب تک ڈاکے پڑتے ہیں۔

ہندوستان کی پولیس کی تنظیم کہنی کے عہد میں تو پولیس کا سرکاری محکمہ ترتیب دینے کی بہت کم کوشش کی گئی۔ سلاطین میں البتہ ایک تحقیقاتی کمیشن منعقد ہوا جس نے پولیس کی جماعت مرتب کرنے کی تجویز پیش کی۔ اس میں شک نہیں کہ گذشتہ چند سال کے اندر پولیس کی تنظیم دیانت اور کارکردگی میں بہت کچھ ترقی ہوئی ہے۔ ۱۹۰۷ء میں پھر ایک تحقیقاتی کمیشن مقرر ہوا جس نے ایک نہایت اہم رپورٹ مرتب کر کے ایسی ترقیاں تجویز کیں جن کی تعمیل سے پولیس کا سالانہ خرچ بقدر دس لاکھ پونڈ یا دیرھ کروڑ روپیہ بڑھ جائیگا۔ پولیس کا انتظام مقامی حکومتوں کے ہاتھ میں ہے۔ ہر ایک صوبہ کی پولیس جدا ہے۔ بلکہ بمبئی میں تو ہر ایک ضلع کی اپنی پولیس ہے۔

ہر صوبہ میں محکمہ پولیس کا افسر اعلیٰ انسپکٹر جنرل مقرر ہے۔ اور باب ۸۔ مختلف ضلعوں میں مدد کے واسطے اس کے نائب رہتے ہیں۔ ضلع ضلع میں پولیس سپرنٹنڈنٹ یا مہتمم کو توالی تہینات ہے اور اس کی مدد کے واسطے بھی مددگار اور نائب مہتمم مقرر ہیں بحیثیت پولیس کا اعلیٰ شعبہ جس کو شاہی خدمت سمجھنا چاہئے اُس کے واسطے عہدہ دار امتحان مقابلہ کے ذریعہ سے ولایت میں بھرتی ہوتے ہیں۔ نائب مہتمم بالعموم مقامی لوگوں میں سے مقرر ہوتے ہیں۔ اور ترقی پاتے پاتے شاہی خدمت تک پہنچ سکتے ہیں صوبہ بمبئی میں بمقام ناسک ایک مرکزی پولیس ٹریننگ اسکول ہے جہاں پولیس کے نئے عہدہ دار خواہ مقامی لوگ ہوں یا ولایت کے بھرتی شدہ ہوں قانون اور زبان کی تعلیم پاتے ہیں اور ڈرل بھی سیکھتے ہیں۔ پریزیڈنسی شہروں اور نیز رنگون میں پولیس کی جماعت جداگاہ ایک کمانڈر کے ماتحت ہے جو کہ اکثر ہندوستانی سروس کا ممبر ہوتا ہے۔ ریل کے مال و اسباب کی حفاظت کے واسطے ایک ریلوے افسر کی ماتحتی میں پولیس جدا مقرر ہے۔ معمولی پولیس کے علاوہ ایک جماعت امدادی پولیس کی موجود رہتی ہے۔ اسی جماعت میں رکہر رنگروٹ کام سیکھتے ہیں یہی جماعت بدرقہ کا کام دیتی ہے اور جہاں کہیں ضرورت ہو کمک کے واسطے جانے کو تیار رہتی ہے ایک محکمہ خفیہ پولیس کا بھی ہے جو کبھی ٹھگی اور ڈکیتی کا محکمہ کہلاتا تھا۔ اس کا کام یہ ہے کہ جو لوگ ملک کے مختلف حصوں میں جرائم

بہ۔ کہیں اور مقامی پولیس کے بس میں نہ آویں ان کی خبر رسائی کر کے حتی الامکان اُنکو سزا دلا دیں۔

دیہاتی انگلستان اور ہندوستان میں قدیم دستور تو یہ تھا کہ خود پولیس دیہاتی برادریاں امن و امان قائم رکھنے اور جرائم کا ایشیال کرنیکی ذمہ دار تھیں۔ مرہٹوں کے عہد میں دکن میں جو کام دیہاتی پولیس کے سپرد تھا اس کو ایلفنٹن صاحب یوں بیان کرتے ہیں۔ اپنے اپنے گاؤں میں پولیس کا انتظام پٹیل کے ذمہ رہتا تھا۔ اور ضرورت کے وقت گاؤں کے باشندے بھی مدد کو تیار ہو جاتے تھے۔ پولیس کے معاملات میں اس کا بڑا مددگار گاؤں کا چوکیدار تھا۔ اگرچہ گاؤں میں ایک چوکیدار ہوتا ہے مگر اس کے گھر کنبہ کے لوگ باری باری سے چوکیداری کرتے رہتے ہیں۔ چوکیدار کا کام یہ ہے کہ رات کو دیکھ بھال رکھے، ہر آنے جانے والے کی خبر رکھے، خصوصاً اجنبی لوگوں کو نظر میں رکھے اور مشتبہ لوگوں کی پٹیل کو اطلاع دے۔ چوکیدار کا یہ بھی فرض ہے کہ گاؤں میں سب لوگوں کے چال چلن سے واقف رہے اور گاؤں کی حدود میں چوری ہو تو چور کا پتہ لگائے۔ گو یہ انتظام جو ایلفنٹن صاحب نے بیان کیا بہت قابل اطمینان نہیں معلوم ہوتا، تاہم ایسا نہیں تھا کہ بدامنی اور ہڈنڈی پھیلی ہو۔ بلکہ انہوں نے امن و امان کے لحاظ سے دکن کی حالت کو مقابلتہً بنگال سے بہتر پایا۔ اُنکا خیال ہے کہ امن و امان کا ایک خاص باعث یہ بھی تھا کہ

حکومت کے اختیارات یکجا مجتمع تھے۔ تحقیقات سرسری اور باب۔ ۹
سزا سخت اور فوری ہوتی تھی۔

ہندوستان میں برطانوی حکومت کی پالیسی سدا سے یہ رہی برطانوی
ہے کہ حتی الامکان اپنے طریق حکمرانی لوگوں کے عادات اور رواج دور کی
کے مطابق رکھے۔ چنانچہ ایفینٹن صاحب نے یہی کوشش کی دیہاتی
کہ دیہاتی پولیس کا جو طریق ان کے زمانہ تک رائج تھا وہ پولیس
ویسا ہی برقرار رہے، البتہ اُس پر نگرانی بڑھا دی۔ ۱۸۶۷ء
کی کمیشن نے بھی یہی مشورہ دیا کہ قدیم دیہاتی پولیس اسی حالت
پر قائم رہے۔ مدراس میں گاؤں کا مقدم امن و امان برقرار
رکھنے کا ذمہ دار ہے۔ احاطہ بمبئی کے بڑے بڑے گاؤں میں
معمولی پولیس کے علاوہ پولیس کے پولیس بھی رہتے ہیں جنکو
خفیف سے فوجداری اختیارات حاصل ہیں۔ ہندوستان کے
بعض دوسرے حصوں مثلاً سندھ میں زمیندار لوگوں کا یہ
کام ہے کہ سرکار کو قیام امن و امان میں مدد دیں۔ چکیدار بھی
رہتے ہیں۔ اُن کا فرض جرائم کی اطلاع دینا ہے۔ لیکن اور کام
بھی ان کے سپرد ہیں۔ حتیٰ کہ مجرموں کی گرفتاری، پولیس کی
امداد، بدچلن اور مشتبہ لوگوں کی نگرانی اور مقامی حالات کی
اطلاع دہی بھی ان کے ذمہ ہے۔ اس کو یا تو کچھ زمین مل جاتی
ہے جس کا لگان معاف ہوتا ہے، یا سرکار سے کچھ رقم ملتی
رہتی ہے۔

پولیس کا طریق خواہ کیسا ہی اعلیٰ کیوں نہ ہو جب تک خود

باب-۹ لوگ اس کی مدد اور تائید نہ کریں وہ حقیقی طور پر کامیاب نہیں ہو سکتا۔ پولیس کو قابل اور کار گزار بنانے کی از حد کوشش ہو رہی ہے۔ پرانے زمانہ میں تو انگلستان ہو یا ہندوستان سب لوگ خود ہی امن و امان قائم رکھنے کے ذمہ دار تھے ہر ایک فرد سلطنت کا فرض تھا کہ نہ صرف خود جرائم سے بچے بلکہ مجرموں کو سزا دلانے میں بھی مدد کرے۔ ہر فرد حقیقی مفہوم میں اپنے بھائی کا نگہبان بنا رہتا تھا۔ قدیم طریق جو سرتاپا دیہاتی برادریوں کی معاونت پر مبنی تھا اب بے موقع ہوئی وجہ سے باقی نہ رہا۔ لیکن موجودہ طریق بھی اس وقت کامیاب ہو سکتا ہے جبکہ وہ لوگ جن کے واسطے پولیس رکھی جاتی ہے کا ہلانہ مخالفت کے بجائے مستعدانہ اعانت کے واسطے تیار رہیں۔

طریق سزا

ہر کسی ملک میں سزا دینا اور مجس قائم رکھنا ایک دشوار معاملہ ہے۔ پچھلے دنوں تک انگلستان میں تعزیری قانون بہت سخت تھا۔ جو جرائم اب محض خفیف شمار ہوتے ہیں اس زمانہ میں انکی پاداش میں سزائے موت تھوڑی ہوتی تھی۔ نتیجہ یہ تھا کہ چور جس کے ہاں معمولی چوری کرتے اس کو مار بھی ڈالتے تھے تاکہ کچھ پتہ نہ چلے اور اگر پتہ چل بھی گیا تو کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ چوری اور قتل کی سزا وہی ایک تھی، یعنی موت۔ سنگیں جرم اس قدر بڑھ گئے کہ خوف معلوم ہونے لگا معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے دور حکومت میں یہاں سزا کے طور پر سولی، اعضا کا کاٹنا اور تازیانہ کا برابر رواج تھا۔

اور جب انگریزوں کا قبضہ ہوا تب بھی کچھ عرصہ تک اعضا کا باب - ۹ کا ثنا جاری رہا۔ گذشتہ چند سال کے اندر سزا کے معاملہ میں ہندوستان اور انگلستان میں بہت کچھ اصلاح عمل میں آئی ہے۔ تعزیرات ہند میں ہر جرم کی سزا کی حد مقرر کر دی ہے اور زیادہ سنگین جرموں کی تحقیقات اعلیٰ عدالتوں میں ہوتی ہے۔ جرم کی شدت قرار دینے کے طریق بھی تہذیب جدید کی ترقی کے ساتھ ساتھ بہت کچھ بدل گئے ہیں۔ قدیم زمانہ میں تو جرم کا معیار ضرر کی مقدار پر مبنی تھا اور سزا بھی اسی لحاظ سے مختلف ہوتی تھی۔ آجکل انصاف کا اصول یہ قرار پایا ہے کہ مجرم کی جو نیت تھی اُس کا پتہ لگایا جائے۔ اگر کوئی غریب آدمی عمدہ قتل کر دیا جائے تو یہ جرم اس سے کہیں زیادہ سخت سزا کا مستوجب ہے کہ کوئی کسی دولتمند کو بغرض حفاظت خود اختیاری یا شدید اشتعال میں جان سے مار دے۔

انگلستان اور ہندوستان میں دونوں جگہ کسی زمانہ میں قدیم زمانے مجسوں کی حالت نہایت خراب تھی۔ نہایت ہی تنگ اور کے قیدی۔ گندی کوٹھڑیوں میں قیدی بھرے رہتے تھے۔ پرانے پرانے جرائم پیشہ اور نو مجرم ساتھ ساتھ رکھے جاتے تھے۔ صحبت کا اثر تو مشہور ہے اور وہ بھی ایسی صحبت ہد، یہ نو گرفتار بھی پکے مجرموں کی باتیں سیکھ سیکھ کر جب مجس سے نکلتے تھے تو اُن کی اصلاح کی کوئی امید باقی نہیں رہتی تھی۔ مجس کیا تھے موت کے گھر تھے۔ بہت سے تو وہاں سے

باب-۹ زندہ نکلتے ہی نہ تھے۔

محبوں کی اصلاح حالت پر ناراضی کا اظہار شروع ہوا۔ جان ہاورڈ نے یہ کام اپنے ہاتھ میں لیا اور چند ہی سال میں انگلستان کے کل محبوں کو دیکھ ڈالا۔ اس کی کوششوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت کچھ سہلایا ہو گئیں اور آج جو محبس ہیں ان کی حالت سویرس پہلے کے محبوں سے بالکل جدا ہے۔ اب یہی نہیں کہ محبس سزاخانہ ہے، گو سزا بھی اس لحاظ سے ضروری ہے کہ دوسرے لوگ جرم سے بچیں بلکہ وہ ایسی جگہ ہے جہاں مجرم کو تربیت دی جاتی ہے اور کام سکھایا جاتا ہے تاکہ رہائی کے بعد وہ اپنی اوقات بسر کر سکے۔ اس پر طرح پر اس کا چال چلن بھی درست ہو جاتا ہے۔ اسی طرز پر ہندوستانی محبوں میں بھی اصلاح ہوئی ہے سر جان اسٹریچی جو موجودہ طریق کے بہت پر جوش مؤید ہیں فرماتے ہیں کہ ہر ایک ضلع میں محبس موجود ہے۔ اور جہاں جہاں سہولت نظر آئی مرکزی محبس بھی قائم ہو گئے ہیں۔ اگرچہ محبوں کا انتظام بالکل انگلستان کے طریق پر نہیں، تاہم یورپ میں بہت کم ایسے ملک ہوں گے جہاں محبوں کی اتنی خوبی سے دیکھ بھال ہوتی ہو۔ ہندوستان کے بڑے بڑے محبوں کی صفائی اور خوش انتظامی مثال دینے کے قابل نظر آتی ہے۔

محبوں کی تنظیم ہر صوبہ میں محبوں کا ایک انسپکٹر جنرل رہتا ہے جو کہ بالعموم ہندوستانی طبی خدمت کا رکن ہوتا ہے۔ مرکزی محبوں کے

مہتمم بھی اکثر اسی خدمت سے تعلق رکھتے ہیں۔ محبس ضلع کا معائنہ باب-۹
 حاکم ضلع اور سول سرجن کرتا رہتا ہے۔ ایک خاص خدمت
 اور بھی ہے جس کے چند درجے مقرر ہیں۔ جیلر اسی خدمت کے
 رکن ہوتے ہیں۔ اور بعض حالتوں میں چند قیدی باقی قیدیوں
 کی نگرانی کرنے پر مامور ہو جاتے ہیں۔ مرکزی محابس
 اور ضلع کے محبسوں کے علاوہ جوائنٹ انڈمان میں بمقام پورٹ بلیر
 جبرائیم پیشہ آبادی ہے جہاں وہ لوگ بھیجے جاتے ہیں جن کو
 عبور دریائے شور کی سزا ملتی ہے۔ اگر وہاں پہنچکر چال چلن
 اور رویہ اچھا رہا تو مجرم کو اجازت مل جاتی ہے کہ کسی قطعہ
 اراضی پر آباد ہو جائے اور اپنے بال بچوں کو بھی بلا لے۔ بہت سے
 سزایافتوں کو کوئی نہ کوئی کام مل جاتا ہے۔ کل بستی ایک
 مہتمم کی نگرانی میں رہتی ہے جو کہ حکومت ہند کا ماتحت ہوتا
 ہے۔ ہندوستان میں بھی مرکزی محبس ان لوگوں کے واسطے
 مخصوص ہیں جن کو بہت زیادہ مدت کے واسطے قید ہوئی ہو
 اور ضلع کے مقامی محبس میں خفیف جرم کے سزایافتہ رہتے ہیں۔
 موجودہ طریق کے چند خصوصیات بیان کیئے جاتے ہیں جنہیں ہندوستانی
 اصلاح اور ترقی کی نوعیت واضح ہو سکے گی۔ اول تو تربیت کا محبسوں کی
 بہت لحاظ رہتا ہے۔ روزانہ کام کے وقت کا اوسط نو گھنٹہ اصلاح
 پڑتا ہے۔ کبھی تعمیر کے بڑے بڑے کاموں میں محبس سے باہر بھی
 قیدی کام کرتے ہیں۔ لیکن بالعموم وہ محبس کے احاطہ کے اندر
 رہتے ہیں۔ محبس کا معمولی کام تودہ کرتے ہی ہیں۔ لیکن ان سے

باب ۹۔ اور کام بھی لیا جاتا ہے۔ مثلاً خیمہ دوزی، چھپائی اور قالین بانی اس ترکیب سے ایک تو مجس کے اخراجات گھٹ جاتے ہیں اور بڑی بات یہ ہے کہ قیدی صنعت و حرفت سیکھ جاتے ہیں جو رہائی کے بعد ان کے ذریعہ معاش بن سکتی ہے مختلف قسم کے قیدی الگ الگ رہتے ہیں مثلاً مستورات، بیمار، نو مجرم اور جرائم پیشہ لوگ۔

پہلے کا نو عمر مجرم اصلاحی مدرسہ میں داخل کر دئے جاتے ہیں۔ اصلاحی مدرسہ احاطہ بہی میں پونہ کے قریب بمقام یرودہ ایک ایسا مدرسہ قائم ہے۔ معمولی مدرسوں کے مقابل یہاں کی تربیت لامحالہ زیادہ سخت ہے اور نوشت و خواند کی تعلیم کے علاوہ صنعتی کام بھی سکھائے جاتے ہیں۔ مثلاً بڑھئی کا کام، لوہار کا کام، نقاشی پالش کا کام اور جلد سازی۔ کوشش نہ صرف یہ ہوتی ہے کہ لڑکوں کی زندگی کا ایک نیا دور شروع ہو بلکہ مدرسہ چھوڑنے کے بعد ان کی خیر خبر بھی رکھتے ہیں۔ محبوسوں کی صفائی کے انتظام میں بھی بہت کچھ ترقی ہو گئی ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ شرح اموات گھٹ گئی اور مزدوری پیشہ جماعتوں کے مقابل کچھ ہی زیادہ ہو تو ہو۔

دسواں باب

مالیات

۱۸۵۵ء کے قانون میں یہ قرار پا گیا کہ ہندوستانی محاصل جو صرف ہندوستان ہوں، خواہ ہندوستان میں یا اس کے باہر، تو کل مصارف پر کے مالیہ کی وزیر ہند باجلاس کونسل کی نگرانی رہے۔ اور جب تک کونسل میں نگرانی نہ کثرت رائے سے منظور نہ ہو جائے محاصل میں سے نہ کچھ عطا ہو سکتا ہے اور نہ مصارف کے واسطے کسی رقم کا تعین ممکن ہے۔ اس زمانے کے بعد سے گورنر جنرل باجلاس کونسل اور نیز صوبہ دار حکومتوں کے اختیارات مصارف کے بارے میں بہت کچھ بڑھ گئے ہیں۔ تاہم وزیر ہند کو اب بھی مالی نگرانی کے اچھے خاصے اختیارات حاصل ہیں۔ سخت سخت قواعد بنائے ہیں تاکہ حکومت ہند نئے مصارف سے باز رہے اور نیز ملازموں کی تعداد بھی ایک حد سے زیادہ نہ بڑھا سکے۔ برطانوی پارلیمنٹ کا

باب-۹ اگر ہندوستان کے محصل سے کچھ سروکار اور تعلق ہے تو بس اس قدر کہ اس کی منظوری بغیر نہ تو ہندوستانی حدود کے باہر فوجی کارروائیوں میں کچھ روپیہ صرف ہو سکتا ہے اور نہ ہندوستان کے قرض عامہ میں کوئی اضافہ ممکن ہے۔ پارلیمنٹ میں ہر سال ہندوستان کی ایک مالی کیفیت پیش ضرور ہوتی ہے لیکن صرف اس امر پر رائے لی جاتی ہے کہ حسابات درست ہیں۔ برطانیہ عظمیٰ تو براہ راست سلطنت ہند کے قیام میں کچھ صرف کرتی نہیں بلکہ وزیر ہند کی تنخواہ اور اس کے دفتر کے مصارف بھی ہندوستان ہی کے خزانہ سے ادا ہوتے ہیں جو کچھ انگریزی فوج ہندوستان میں رہتی ہے اور نیز کل ہندوستانی فوج کے اخراجات کا بار ہندوستان پر ہے۔ لیکن جب کوئی وقت آ پڑتا ہے تو یہ کل فوج انگلستان کی مدد کرتی ہے۔ چنانچہ موجودہ جنگ میں بھی یہی واقعہ ہو رہا ہے البتہ دوسری صورتوں سے ہندوستان کو انگلستان کے تعلقات سے بہت فائدہ پہنچ رہا ہے۔ اول انگلستان کا بیڑا اس کی محافظت کرتا ہے، جس کے معاوضہ میں ہندوستان ایک لاکھ پونڈ یا پندرہ لاکھ روپیہ سالانہ ادا کرتا رہتا ہے۔ دوسرے ہندوستان کو لندن کے صارف یا زر کے بازار میں کسی قدر کم شرح سود سے بقدر ضرورت قرض مل جاتا ہے۔

لہذا مالیکے کسی ملک کے مالی انتظام میں امور ذیل خاص طور سے غور طلب ہیں۔ اول یہ کہ جہاں تک ممکن ہو محصول نہایت کفایت آمیز اور کاروباری طریق پر تحصیل کیا جائے۔ بعض ممالک میں

مصارف تحصیل اس قدر بڑھ جاتے ہیں کہ خزانہ میں داخل ہوتے باب۔ ۱۰۔
 وقت محفل کا بہت تھوڑا حصہ باقی رہ جاتا ہے۔ کبھی یہ ہوتا
 ہے کہ یا تو حکومت کی کمزوری کی وجہ سے یا اس وجہ سے کہ کچھ
 لوگ محصول سے مستثنیٰ ہوتے ہیں پورا پورا محصول ہاتھ نہیں لگتا
 لگتا۔ کبھی محصول کا ٹھیکہ بھی دیدیا جاتا ہے۔ یعنی حق تحصیل کسی
 کے ہاتھ فروخت کر دیتے ہیں اور قیمت سے جس قدر زیادہ
 رقم بطور محصول وصول ہو وہ اس ٹھیکہ دار کا حصہ شمار ہوتا
 یہ طریق خاصکہ بہت خلاف انصاف ہے اول تو رقم بہت
 ضائع ہوتی ہے۔ دوسرے غریب پر سختی ہونے کا اندیشہ لگا
 رہتا ہے۔ دوسری خوبی یہ ہے کہ محصول مصارف سلطنت کے
 واسطے کفایت کریں اور قوم کے سب فرقوں پر غلے قدر مراتب
 محصول کا بار پڑے۔ جو زیادہ ادا کر اسکے ان پر زیادہ اور
 غریب پر کم۔ تیسری بات یہ ہے کہ مصارف میں کوئی بیجا فضول
 خرچی نہ ہونے پائے۔

دیکھنا یہ چاہئے کہ مذکورہ بالا لحاظوں سے ہندوستان میں ہندوستان
 تحصیل محصول کی حالت کہاں تک قابل اطمینان ہے اور میں محصول کا
 حال میں جو تبدیلیاں عمل میں آئیں ان سے مالی انتظام میں انتظام
 کیا ترقی ہوئی۔ کمپنی کے زمانہ میں تو کوئی ایسا محکمہ مال
 نہ تھا جو محفل اور مصارف کا انتظام کرتا۔ جب حکومت
 شاہ برطانیہ کو تفویض ہوئی تو مشرچمس دلن سب سے
 پہلے ممبر مال بنکر ہندوستان آئے، جن امور کا انکو تصفیہ کرنا تھا

باب ۱۰۔ وہ نہایت دشوار تھے۔ ایک تو ضلع کی شورش کی وجہ سے قرض عامہ بہت بڑھ گیا دوسرے حکومت کے ہر محکمہ میں مصارف بھی بڑھ گئے تھے۔ تاکہ امن و امان قائم ہو اور آئندہ سلطنت کا انتظام پختہ رہے کچھ نئے محصول بھی غائے کئے گئے لیکن یہ عمدہ انتظام کا طفیل تھا کہ مالی حالت جلد اصلاح پذیر ہو گئی۔

صوبہ دار ہندوستان کے مالی انتظام میں اب دوسرا دور شروع ہوا۔ حکومتیں یہ ضروری ہے کہ جو لوگ روپیہ صرف کریں وہ اس کی تحصیل اور انکالمیہ کے بھی تھوڑے بہت ذمہ دار ہوں ہندوستان میں یہ بات نہ تھی۔ اول اول کل مالی انتظام اور نگرانی حکومت ہند کے ہاتھ تھی ایسی حالت میں صوبہ دار حکومتیں کیوں کفایت شعاری بڑتے لگیں۔ چنانچہ اس امر کے متعلق سر جان اسٹریچی کہتے ہیں کہ نتیجہ یہ تھا کہ اول تو کوئی حقیقی مالی نگرانی نہ تھی دوسرے اکثر شاہی حکومت اور صوبہ دار حکومتوں میں کشمکش رہتی تھی شاہی حکومت نہ صرف مالی بلکہ انتظام کے تفصیلی معاملات تک میں دخل دیتی تھی حالانکہ مقامی حکام ہی ان کی انجام دہی کے مجاز تھے۔ ان کے برادر سر رچارڈ اسٹریچی بھی اس بارے میں فرماتے ہیں کہ محصل عامہ کی تقسیم کیا تھی گویا چھینا جھپٹی تھی کہ جو زیادہ دست دراز ہوا اُس نے زیادہ ہتھیایا۔ اس معاملہ میں کچھ معقول لحاظ ہی نہ تھا۔ چونکہ مقامی کفایت شعاری سے کوئی مقامی فائدہ حاصل نہیں ہوتا تھا اسراف اور اتلاف روکنے

کا بھی کسی کو خیال نہ تھا اور چونکہ مقامی آمدنی کے اضافہ سے باب ۱۰ کوئی مقامی ترقی ہونے کی امید نہ تھی محال ہڑھانے کا بھی بہت ہی کم شوق تھا۔ بالآخر ۱۸۶۷ء میں لارڈ میو کو خیال ہوا کہ تھوڑی مالی ذمہ داری مقامی حکومتوں کے سپرد ہونی ضرور ہے۔ اول تو یہ ہوا کہ ہر ایک صوبہ کو مقررہ رقم ملنے لگی اور زیادتی مصارف کی صورت میں یا تو انتظام اچھا کرنا پڑتا تھا یا کچھ مقامی محصول قائم ہو جاتا تھا۔ کوئی دس سال بعد حسب مشورہ سر جان اسٹریچی لارڈ لٹن نے یہ انتظام کیا کہ مقررہ رقم کے بجائے صوبوں کو محال کا ایک مقررہ حصہ ملے گا۔ اس طریق سے مقامی حکومتوں کو یہ شوق پیدا ہوا کہ نہ صرف مصارف میں کفایت شعاری سے کام لیں بلکہ تحصیل کاشائشہ انتظام کریں اور محال بڑھائیں۔ اس طریق کے شروع شروع میں صوبوں کے حصوں پر نظر ثانی ہوتی رہتی لیکن اس صدی کے چند ابتدائی سالوں میں حصوں کا سیکر متقل تعین ہو گیا جیسا کہ آگے چلکر واضح ہو گا محاصل کی مدیں شاہی حکومت اور صوبہ حکومتوں میں باہم تقسیم کر دی گئی ہیں۔ کچھ مدیں شاہی کہلاتی ہیں کچھ صوبہ دار کچھ اور مشترکہ، یعنی جن میں دونوں قسم کی حکومتیں شریک رہتی ہیں۔ ہندوستان کے محال کی مدیں سرسری طور پر یوں سمجھنی چاہئیں کہ نمک، افیون، کروڑ گیری یعنی محصول درآمد و برآمد اور دیسی ریاستوں کے خراج، محال کی یہ مدیں تو شاہی ہیں۔ مالکداری، اسٹامپ، چٹائی یا محصول ملکی پیداوار

باب۔ ۱۰۔ اور انکم ٹیکس محصول آمدنی شاہی اور مقامی حکومتوں سے باہم مشترک ہے اور رجسٹری کی کل آمدنی مقامی حکومتوں کا حصہ ہے۔ تخمینہ یہ ہے کہ مقامی حکومتوں کو کل محاصل کا ایک ثلث مل جاتا ہے اسی طریق سے مصارف بھی مشترک ہیں۔ مطالبات وطن یعنی وہ رقم جو حکومت ہند ہر سال انگلستان کو ادا کرتی ہے۔ قرض عامہ کا سود، محافظ فوجوں کا رکھ رکھاؤ، مرکزی حکومت کے اخراجات اور خارجی معاملات کا انتظام، یہ سب شاہی حکومت کے ذمہ ہے۔ بعض محکمے ایسے ہیں کہ جن کا تعلق کسی خاص صوبے کے بجائے تمام ملک سے ہے۔ مثلاً ڈاک، تار، ٹیکس، ریل، اسی وجہ سے یہ بھی شاہی شمار ہوتے ہیں۔ آبپاشی کا حساب مشترک رہتا ہے۔ البتہ ایسے محکموں کے مصارف مقامی حکومتوں کے زیر نگرانی ہیں جیسے کہ تعلیمات، پولس، صحت عامہ اور صفائی، اس میں تنک نہیں کہ صوبہ دار حکومتوں کے اختیارات بھی بہت کچھ ہیں اور ذمہ داریاں بھی لیکن پھر بھی وہ شاہی حکومت کی قائم مقام ہی شمار ہوتی ہیں اور جو کچھ بھی مالی یا دوسرے قسم کے کام انجام دیتی ہیں، ان کے واسطے شاہی حکومت کی رضامندی ضرور ہے اور ان پر اس کی نگرانی بھی رہتی ہے۔ صوبہ دار حکومتوں کو قرض لینے کا بالکل اختیار نہیں اور ان کا سالانہ بجٹ یا موازنہ اول منظوری کے واسطے حکومت ہند میں پیش ہوتا ہے۔ محکمہ محاسبی کے عہدہ دار کل حسابات کی جانچ پڑتال کرتے ہیں اور حکومت ہند کو محاسبہ دیتے ہیں۔

ہر ایک صوبہ میں ایک صدر محاسب مقرر ہے ، اس کا کام یہ باب۔۱۰
 ہے کہ جن حکام کے ہاتھ سے روپیہ خرچ ہوتا ہے اگر وہ اپنے
 اختیار سے زیادہ خرچ کڑالیں تو اس کی اطلاع دے اور اگر حاکم مجاز
 اس کی منظوری نہ دے تو وہ ایسے خرچ کو رکوادے۔ ایک صدر
 ناظر حسابات ہے جو صوبوں کے صدر محاسبوں کے کام کی
 نگرانی رکھتا ہے نیز مالی کیفیت اور محاصل کا حساب تیار کرتا
 ہے جو ہر سال پارلیمنٹ میں پیش کیا جاتا ہے۔ انہدام کمیشن
 تحدید مرکزیت کی سفارش کے بموجب صوبہ دار حکومتوں کے
 مالی اختیارات بڑھا دئے گئے ہیں۔ مقامی حکومتوں کے سالانہ
 موازنوں کی مالی تجاویز قرار دینے میں اب صوبوں کی مجالس وضع قوانین کو
 بھی تھوڑا سا دخل حاصل ہے۔ منتخب کمیٹیاں نئی تجاویز کے
 متعلق مشورے کر سکتی ہے اور مجلس کے عام ممبر چاہیں تحریکیں
 پیش کریں چاہیں سرکار کی پالیسی پر مجموعی حیثیت سے یا
 تفصیل دار نکتہ چینی کریں۔ صوبوں کے حسابات بھی حکومت
 ہند کے حسابات میں شامل ہو جاتے ہیں۔ البتہ بلدیات
 اور مجالس اضلاع کے حسابات جداگانہ رہتے ہیں جیسا کہ اوپر
 بیان ہو چکا ہے تعلیم ، صفائی ، اور تعمیرات کا بہت سا کام
 یہی جماعتیں انجام دیتی ہیں۔

ہندوستان میں محاصل کے مختلف ذرائع ہیں جیسا کہ اوپر ہندوستان
 بیان ہو چکا ہے ان میں سے کچھ تو شاہی حکومت تحصیل کرتی کے محاصل
 ہے اور کچھ مقامی حکومتیں۔ بلحاظ اقسام ان کی ترتیب حسب

باب۔ ۱۔ ذیل سمجھنی چاہئے۔ مالگنداری، محاصل جو بذریعہ ٹکس یا محصول فراہم ہوں، اور تیسرے وہ جو دیگر ذرائع سے وصول ہوں مندرجہ ذیل اعداد و شمار وہ ہیں جو ۱۹۱۲ء میں دیوان عام میں پیش ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ حسابات روپیہ کے بجائے انگریزی سکوں کے حوالہ سے درج ہیں۔ یہاں خالص آمدنی اور خالص خرچ دکھایا گیا ہے۔ البتہ مصارف تحصیل شامل ہیں۔ ذیل کی تفصیل سے واضح ہوگا کہ محاصل کا ۳۴ فیصدی تو زمین سے وصول ہوتا ہے، ۲۲ فیصدی کار و باری صیغوں سے۔ مثلاً دکانہ پتار ہے ریلیں ہیں۔ اور باقی ۳۴ فیصدی کا ذریعہ محصول ہے۔ محصول کا تخمینہ فی کس پندرہ سالانہ پڑتا ہے اور مالگنداری بھی شامل کر لی جائے تو بڑھ کر پندرہ ہو جاتا ہے۔

خالص آمدنی ۱۹۱۲-۱۳ عیسوی

پونڈ

۲۰۵۱۹۲۴۷

مالگنداری

محاصل جو بذریعہ محصول وصول ہوئے

پونڈ

۳۰۷۷۱۱۸

۵۰۰۹۷۷۴

۸۱۹۹۳۴۹

ٹنک

اسٹامپ

چنگی یا محصول برٹلی پیداوار

باب ۱۰۰ ۵۵۱۰۷۱

۷۰ ۴۹۲۵۴

۱۷۳۱۱۶۷

۴۸۰۹۸۴

۲۶۰۹۸۷۱۷

ابواب یا رقم سوا

کرد و گیری یا محصول درآمد و برآمد

انکم ٹکس یا محصول آمدنی

رجسٹری

میزان

محاصل جو دیگر ذرائع سے وصول ہوئے

۲۱۴۶۶۶۷

۴۱۹۳۶۷

۴۵۱۵۶۸۵

۴۸۰۳۳۵۴

۱۱۰۹۲۸۹

۲۸۵۸۶۹

۶۸۱۷۸

۳۴۵۰۱۶

۱۳۶۴۳۴۲۵

۱۰۰۸۷۹

۶۰۳۶۲۲۶۸

جنگلات

دیسی ریاستوں کا خراج

افیون

ریل

آبپاشی

ڈاکخانہ

تار

ٹیکس

میزان

مبادلہ

میزان کل

مالگنداری ایسی اہم اور پیچیدہ مد ہے کہ اس پر اگلے باب میں

جداگانہ غور ہوگا۔

اب ان محاصل کو لیجئے جو بذریعہ ٹکس یا محصول وصول ہوتے ہیں۔

باب۔ ۱۰۔ (۱) محصول نمک۔ مالیات کے متعلین کے واسطے محصول نمک کی سرگزشت بہت دلچسپی کا باعث ہے صرف یہی ایک محصول ہے۔ جس کو غریب سے غریب لوگ بھی ادا کرتے ہیں۔ یورپ کے بعض ممالک مثلاً فرانس اور جرمن میں بھی نمک پر محصول لیا جاتا ہے۔ ہندوستان میں محصول نمک کی دد میں ہیں۔ ایک تو وہ جو نمک کی درآمد سے وصول ہوتا ہے۔ دوسرے وہ جو خاص ہندوستان کے نمک پر لیا جاتا ہے۔ خواہ نمک اجازت یافتہ کارخانوں میں تیار ہوا ہو خواہ سرکاری اجارہ میں۔ تیس سال قبل مختلف صوبوں میں محصول کی شرح مختلف تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جو نمک ایک صوبہ سے دوسرے صوبہ میں جاتا تھا اس پر محصول درآمد لیا جانے لگا اول تو اس انتظام میں خچ بہت زیادہ پڑتا تھا دوسرے ہر قسم کی تجارت میں رکاوٹ پیدا ہوتی تھی ۱۸۸۷ء میں سرکار نے یہ نہایت عقلمندی کی کہ تمام صوبوں میں شرح محصول مساوی کر دی۔ شرح میں وقتاً فوقتاً تبدیلیاں ہوتی رہی ہیں۔ ۱۸۸۵ء میں شرح محصول دو روپیہ من سے ڈھائی روپیہ من کر دی گئی۔ لیکن ۱۹۰۳ء میں وہ پھر دو روپیہ ہو گئی اور ۱۹۰۷ء میں گھٹ کر صرف ایک روپیہ من رہ گئی۔ محصول کی تخفیف بہت علاقہ نامہ بات تھی۔ محصول کی مقدار گھٹی تو سہی لیکن نہ اس قدر جتنا کہ اندیشہ تھا۔ وجہ یہ ہے کہ ارزاں ہونے پر نمک کا خچ بھی بڑھ گیا۔ اس محصول کی مقدار میں جو کمی بیشی ہوتی رہتی ہے وہ اس لحاظ سے خاص

طور پر قابل دلچسپی ہے کہ اس سے کی عام مرزا محالی اور افلاس باب۔۱۰ کا پتہ چل جاتا ہے۔ جب سستا سماں ہوتا ہے تو نمک بھی بہت زیادہ فروخت ہوتا ہے قحط سالی میں نمک کا خرچ بہت تھوڑا رہ جاتا ہے۔ سلاسل میں جنگ کی مجبوریوں کی وجہ سے محصول نمک سوا روپیہ من کر دیا گیا۔ احاطہ بمبئی میں محکمہ نمک ایک خاص کمشنر کے تحت میں ہے جس کو کمشنر سالٹ اور اکسائز وغیرہ کہتے ہیں۔ اس کی مدد کے واسطے ایک کلکٹر کچھ اسسٹنٹ کلکٹر اور چند چھوٹے عہدہ دار مقرر ہیں۔

(ب) اسٹاپ۔ اس محصول کے دو ذریعے ہیں۔ دیگر مالک کی طرح ہندوستان میں بھی کاروباری دستاویزات پر اسٹاپ یا ٹکٹ لگتا ہے۔ علاوہ ازیں ٹکٹوں کے ذریعہ سے عدالتی کارروائیوں پر بھی محصول وصول کیا جاتا ہے۔ یہ محصول کیا ہے عدالتوں کے اخراجات کا ایک حصہ ہے جو ان لوگوں سے وصول کیا جاتا ہے جو عدالتوں سے خدمت لیں۔

(ج) جنگی یا محصول، ملکی پیداوار۔ اس کی خاص مددہ محصول ہے جو ملک میں مسکرات کی پیداوار اور فروخت پر وصول کیا جاتا ہے اور جس کو اصطلاحاً آبکاری کہتے ہیں۔ شروع شروع میں تو ٹھیکہ کا طریق رائج تھا گویا مسکرات تیار کرنے اور فروخت کرنے کا اجارہ لوگوں کے ہاتھ فروخت کیا جاتا تھا۔ چند سال سے اس انتظام میں کچھ ترمیم ہو گئی ہے۔ آبکاری کی نگہ رانی آجکل بیشتر مقامی حکومتوں کے سپرد ہے۔

باب۔ ۱۰۔ اور ہر ایک صوبہ کا طریق جدا ہے۔ مسکرات کی درآمد پر جو محصول لیا جاتا ہے وہ کسٹم یا کروڑگیری شمار ہوتا ہے۔ لیکن ہوٹلوں طعام خانوں، اور تفریح گاہوں کو مسکرات فروشی کے جو اجازت نامے فروخت کئے جاتے ہیں ان کی آمدنی اکسائز یعنی چنگی میں شامل ہے۔

(۵) کروڑگیری یا محصول درآمد۔ اس محصول کی سرگزشت بھی بہت دلچسپ ہے اور وقتاً فوقتاً اس پر بہت کچھ رائے زنی ہوا کی سرکار کو صرف تحصیل محصول ہی کا تو خیال نہیں ہوتا بلکہ یہ بھی لحاظ رکھنا پڑتا ہے کہ محصول لگانے یا نہ لگانے سے ملک کی تجارت پر کیا اثر پڑتا ہے۔

اس کتاب اتنی تو گنجائش نہیں کہ طریق تا میں تجارت کی خوبیوں اور نقائص سے بحث کی جائے البتہ یہ بتا دینا ضروری ہے کہ انگلستان اور ہندوستان میں دونوں جگہ اس معاملہ میں بہت اختلاف رائے پھیلا ہوا ہے۔ ۱۸۵۷ء میں محصول درآمد دس فیصدی تھا بلکہ بعض چیزوں پر اس سے بھی زیادہ بعد کو محصول میں تخفیف ہوئی حتیٰ کہ ۱۸۵۷ء میں وہ صرف پانچ فیصدی رہ گیا۔ اس کے بعد انگلستان کی حکومت نے یہ تجویز پیش کی کہ محصول درآمد بالکل اڑا دیا جائے، لیکن ہندوستان میں اس کی سخت ممانعت ہوئی۔ اس زمانے کے وائسرائے لارڈ ناتھ ہرک نے استعفاء دیدیا مگر محصول اٹھانا گوارا نہ کیا، لارڈ لٹن ان کے جانشین بنے جدید وائسرائے نے اپنے وزیر مال سر جان اسٹرنجی کی مدد سے

محمول پارچہ میں تخفیف کرنے کی پالیسی شروع کردی، اگرچہ اس باب ۱۰ معاملہ میں اس کو اپنی کونسل کی کثرت رائے منسوخ کرنی پڑی بالآخر محصول درآمد بالکل اڑ گیا۔ البتہ نمک اور شراب پر قائم رہا تاکہ خود ہندوستان میں جو ان چیزوں پر محصول لیا جاتا تھا اس کا توازن ہو جائے۔ ۱۸۹۵ء میں خزانہ خالی ہو گیا تو پھر محصول بڑھانے کی ضرورت پڑی مجبوراً ۵ فیصدی محصول درآمد قائم کر دیا لیکن روئی کا پارچہ اب بھی مستثنیٰ رہا۔ کچھ تبدیلیاں اور ہوئیں تو روئی کے پارچہ پر ۳ ½ فیصدی محصول درآمد قائم کر دیا۔ لیکن ساتھ ہی ہندوستانی کارخانے کے بنے ہوئے کپڑے پر بھی اسی قدر محصول لگا دیا۔ اسید تو تھی کہ اس طریق سے ملک میں دستی پارچہ بانی کی صنعت کو ترقی ہوگی مگر ایسا نہ ہوا۔ ۱۹۱۷ء تک یہ محصول درآمد جاری تھا یعنی ۳ ½ فیصدی پارچہ پر اور ۵ فیصدی دوسرے سامان پر۔ بعض چیزیں مستثنیٰ بھی ہیں۔ مگر مٹی کے تیل، چاندی، تمباکو، اور منشی مشروبات پر محصول درآمد بہت بڑھ گیا۔ ۱۹۱۷ء میں جنگ کی وجہ سے محصول درآمد ۱ ½ فیصدی ہو گیا اور بعض چیزیں جو مستثنیٰ ہیں ان پر بھی ۲ ½ فیصدی محصول لگ گیا۔ اور بعض چیزوں کا محصول خاص طور پر بڑھ گیا۔ مثلاً شکر کا۔ اس کام کی انجام دہی کے واسطے ایک محکمہ کروڑ گیری قائم ہے، جس کے اعلیٰ حکام محکمات یا ہندوستان میں مقرر کئے جاتے ہیں اور ان کی مدد کے واسطے ماتحت عہدہ بھی مقرر ہے۔ ۱۹۱۷ء میں ۳ فیصدی محصول

باب ۱۰۔ برآمد تقریباً عام تھا۔ لیکن یہ سب محصول معاف ہو گیا۔ صرف چانول پر تین آنہ من باقی ہے چائے پر بھی تھوڑا سا محصول لہو لیا جاتا ہے لیکن اس کی آمدنی خاص کر کے ہندوستانی چائے کی کاشت کو ترقی دینے میں صرف کی جاتی ہے کلکتہ کے محکمہ آرائش بلدہ کی منفعت کی غرض سے جوٹ (سن) پر بھی محصول برآمد لگا دیا گیا ہے۔

(۸) انکم ٹکس یا محصول آمدنی اول اول ۱۸۶۱ء میں قائم ہوا۔ اس کے بعد وہ اٹھ گیا اور پھر دوبارہ قائم ہوا اور اب تک جاری ہے۔ جو آمدنی کہ زراعت یا زمینداری سے حاصل ہوتی ہے یا جس کی مقدار ہزار روپیہ سالانہ سے کم ہے وہ محصول سے بری ہے۔ مزید براں محصول کے مابج اس طریق سے قرار دئے گئے ہیں کہ دولتمند اعلیٰ شرح ادا کرتے ہیں۔

متوسط الحال کم اور غربا کو معاف ہے۔ ہزار سے دو ہزار کی آمدنی تک شرح محصول ۴ پائی فی روپیہ اور دو ہزار یا اس سے زائد آمدنی پر ۵ پائی فی روپیہ۔ جن سپاہیوں کی آمدنی پانسو روپیہ ماہوار سے کم ہے ان کو محصول معاف ہے نیز خیراتی اور مذہبی اوقاف پر کوئی محصول نہیں۔ انکم ٹکس سے بہت کچھ ناراضی پھیل چکی ہے۔ لیکن اس کے واجبی ہونے میں کیا کلام ہو سکتا ہے۔ اس کا بار زیادہ تر دولتمندوں پر پڑتا ہے اور بہت سے ایسے لوگوں پر جو اس کے بغیر شاید ہی اپنا حصہ رسد محصول ادا کرتے۔ صرف یہی ایک بلا واسطہ محصول ہے جو

ہندوستان میں رائج ہے۔ جو لوگ محصول کو محصول سمجھکر ادا باب۔۱۰ کرتے ہیں ان کو قدرتا یہ خیال ہو جاتا ہے کہ سرکار کفایت شعاری سے کام لے اور سرکاری روپیہ فصول خچیوں میں نہ اڑائے ملاوٹ میں جنگ کی وجہ سے بڑی بڑی آمدنیوں پر شرح محصول بڑھا دی گئی۔ چنانچہ شرح کے اعلیٰ مدارج یوں قرار پائے۔ پانچ ہزار سے لیکر دس ہزار سالانہ آمدنی تک شرح محصول ۶ پائی فی روپیہ، دس ہزار سے پچیس ہزار تک ۹ پائی اور اس سے زیادہ آمدنی ایک آنہ فی روپیہ۔

(۹) رجسٹری۔ یہ مد بہت قلیل ہے جائداد غیر منقولہ کے تمام بیناموں اور رہن ناموں کا رجسٹری ہونا ضروری ہے البتہ اگر مالیت شد سے کم ہو تو حسب مقدار کچھ فیس اسٹامپ لے لی جاتی ہے۔ رجسٹری ضروری نہیں۔

جو دوسرے ان محاصل کو لیجے جو ٹیکس کے بجائے دیگر ذرائع سے حاصل ہوتے ہیں۔

(۱۱) افیون۔ برطانوی ہندوستان میں پوست کی کاشت اور افیون کی تیاری، تسلیم، درآمد و برآمد، نقل اور تجارت کے متعلق سرکار نے قواعد بنا دیے ہیں جن کی خلاف ورزی سخت سزا کی مستوجب ہے۔ یعنی ایک سال تک قید ہزار روپیہ تک جرمانہ یا دونوں۔ بعض دیسی ریاستوں میں بھی افیون پیدا ہوتی ہے جس کو مالوہ افیون کہتے ہیں۔ اور اس پر بہت گراں بار محصول ادا کرنا پڑتا ہے۔ سابق میں بہت زیادہ افیون چین کو

باب۔ ۱۰ جاتی تھی اور حکومت ہند کو اس کی تجارت سے ایک معقول آمدنی حاصل ہوتی تھی۔ ۱۹۱۷ء میں حکومت چین نے یہ دیکھ کر کہ افیون کے کثرت استعمال سے ملک سخت نقصان پہنچ رہا ہے، حکومت ہند سے استدعا کی کہ افیون ترک کرانے میں اس کا ہاتھ بٹائے۔ تجویز یہ ہوئی کہ حکومت چین اپنی سلطنت میں پوست کی کاشت روکے اور ہندوستانی افیون کی درآمد بھی بند ہو جائے۔ پس یہ قرار پایا کہ ہندوستانی افیون کی درآمد بقدر دسویں حصہ کے ہر سال گھٹتی جائے حتیٰ کہ ۱۹۱۹ء میں اس کا بالکل خاتمہ ہو جائے بعد کے غور و مشورہ کا نتیجہ یہی نکلا کہ چین سے افیون کی تجارت بند ہو گئی۔

(ب) جنگلات چند سال سے حکومت نے جنگلات کی دیکھ بھال اپنا خاص فرض قرار دے لیا ہے۔ عمدہ نگرانی کا نتیجہ یہی نہیں کہ لکڑی کی فروخت سے سالانہ آمدنی حاصل ہوتی ہے بلکہ جنگلات کی سرسبزی سے بارش میں اضافہ ہوتا ہے محکمہ جنگلات کا کام آئندہ کسی باب میں جداگانہ بیان ہوگا۔

(ج) ڈاک اور تار۔ ان محکموں کی حالت اس قدر اچھی ہے کہ کچھ چند سال سے سرکار کو ان دونوں میں بھی منافع مل رہا ہے حالانکہ سرکار کا فشا یہ ہے کہ حتیٰ الوسع کمتر شرح محصول پر منجانب عوام ڈاک اور تار کا انتظام رکھے نہ یہ کہ ان کے ذریعہ سے کوئی آمدنی وصول کرے، دنیا کے کسی ملک میں ڈاک کا محصول اس قدر کم نہیں جتنا کہ ہندوستان میں ہے۔ حال

میں ان محکموں کا کام بہت بڑھ گیا ہے۔ ۱۸۵۷ء میں خطوط، باپ۔۱۰۔
پارسلوں اور اخباروں کی سالانہ مقدار تیس کروڑ اسی لاکھ تھی
لیکن ۱۹۱۱ء میں اس کی نوبت ایک ارب اور دیرھ کروڑ تک
پہنچی۔ منافع بیشتر انہیں محکموں کی ترقی اور اصلاح میں صرف
ہوتا ہے۔

(۵) ریل اور نہریں۔ ریلوں اور نہروں کی نگرانی اور انتظام
کے متعلق حکومت ہند کی جو پالیسی ہے، اس سے آئندہ بحث
کی جائیگی۔ ہندوستان میں بیشتر ریلیں سرکاری ملک ہیں اس
صدی کے شروع تک تو سرکار کو ریلوں سے منافع کے بجائے
نقصان اٹھانا پڑا لیکن اس کے بعد سے ایک ریل کے
سوا باقی اور ریلوں کی آمدنی مصارف سے بڑھی رہی۔ حالانکہ
مصارف میں ریل چلانے کے کل اخراجات، قرضہ کا سود، اور
باقی دیگر مصارف شامل ہیں حال میں تو منافع بہت ہی بڑھ گیا
(۶) دیسی ریاستوں کا خرچ۔ یہ بھی ایک چھوٹی سی مد ہے دیسی
ریاستوں نے جو سرکار کو فوج بہم پہنچانے کا ذمہ لیا تھا اس
کے بجائے رقم ادا کر دیتی ہیں تاکہ ان کے خرچ سے سرکار
خود فوج کا انتظام کرے۔

بغرض سہولت مصارف کا حساب ہم حسب ذیل ترتیب دیتے ہیں مصارف

خالص مصارف ۱۹۱۲-۱۳ء

۳ ۳ ۶ ۸ ۲ ۴

سود قرضہ

۱۹ ۵۶ ۵ ۴ ۶۶	فوجی خدمت	باب۔ ۱۰
۳۱ ۸۳ ۸ ۲ ۹۱	سوالات اخراجات	
۱ ۰ ۰ ۰ ۰ ۰	امداد قحط و بیمہ	
۴ ۵ ۱ ۴ ۰ ۵ ۰	صوبہ دار تصفیہ حسابات	
۳ ۱ ۰ ۷ ۶ ۳ ۴	ماحصل نزاید	

مینران ۶ ۰ ۳۶ ۲۲ ۶ ۸

(۱) قرضہ - ہندوستان کے معاملات کا انتظام کمپنی کے ہاتھوں سے مکمل کر تلج برطانیہ کے تفویض میں آیا تو حکومت ہند نے کمپنی کا قرضہ بھی جس کی مقدار ایک کروڑ سات ارب تھی اپنے ذمہ لے لیا اور چند در چند وجوہات سے قرضہ میں اضافہ ہوتا رہا حتیٰ کہ ۱۹۱۷ء میں اس کی مقدار بڑھ کر چار ارب پانچ کروڑ روپیہ ہو گئی۔ اس اضافہ کا خاص باعث یہ ہے کہ ریلیں اور نہریں نکالنے کے واسطے کچھ قرض لیا گیا۔ اگرچہ سرکار نے کاموں کے واسطے گذشتہ چند سالوں میں بہت قرض لیا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ وہ معمولی اور غیر پیدا آور قرضہ کا بہت بڑا حصہ ادا کرتی رہی ہے۔ جو روپیہ کہ معمولی قرضہ کی ادائی میں کام آسکتا تھا وہ تعمیرات میں لگتا رہا اور ایسی رقمیں معمولی قرضہ سے منہا ہو کر تعمیرات کے قرضہ میں شامل ہوتی رہیں۔ نتیجہ یہ کہ اب معمولی قرضہ کی مقدار ہندوستان کے مجموعی قرضہ کے ساتویں حصہ سے زیادہ

نہیں موجودہ قرضہ کے سات حصوں میں سے چھ حصے قرضہ باب ۱۰۰ پیدا آور کاموں میں لگا ہوا ہے جس کی آمدنی سود واجب الادا سے بڑھی رہتی ہے ، شرح سود بیشتر ۳ ۱/۲ فیصدی ہے ۔ یہ بہت قابل اطمینان حالت ہے کیونکہ اور بہت سے ملکوں مثلاً جاپان ، روس ، ٹرکی ، اور چین کو اس سے کہیں زیادہ سود پر قرض ملتا ہے ۔ البتہ جب سے لڑائی شروع ہوئی ہے سرکار چار بلکہ ساڑھے چار فیصدی کی شرح سود سے قرض لے رہی ہے یہاں یہ معلومات خالی از دلچسپی نہ ہوگی کہ قبل جنگ مختلف ممالک کے قرضہ عامہ کی مقدار اور اس کا فی کس اوسط تخمیناً حسب ذیل تھا ۔

اوسط فی کس

ملک	کل قرض	پونڈ شنگ پنس
سلطنت متحدہ	۶۰۰ ۴۶۳ ۶۰۰ پونڈ	۱۶ - ۱۵ - ۴
ہندوستان	۲۵۰۰ ۶۳۴ ۵	۱ - ۵ - ۰
فرانس	۱۰۰۰ ۴۳۷ ۰۰	۲۷ - ۵ - ۱
اطلی	۵۲۲۸ ۳۷۷ ۰۰	۱۵ - ۵ - ۱
روس	۹۳۴۲۲ ۹۶۰۰	۵ - ۱۸ - ۱۱
کناڈا	۹۶۷ ۴۷۴ ۰۰	۳ - ۹ - ۴

(ب) فوجی اخراجات - ہندوستان میں یہ بات بہت اطمینان بخش تھی کہ فوجی اخراجات میں تخفیف کی کوشش ہو رہی تھی ۔ مہصل کے مقابل اخراجات گھٹ رہے تھے اور کل اخراجات

باب ۱۰۔ محصل میں سے نکل آتے تھے۔ دوسرے ملکوں کی طرح اس کے واسطے قرضہ نہیں لینا پڑتا تھا۔ کل محاصل میں سے تقریباً ۳۲ فیصدی ^{۱۹۱۱ء} میں افواج اور دیگر امور مداخلت پر صرف ہوئے اور یہ کوئی چھوٹی رقم نہیں ہے۔ سلطنت متحدہ اور دیگر ممالک میں سالانہ آمدنی کا کہیں زیادہ حصہ فوجی مد میں شریک ہوتا تھا۔ سب کو امید لگی ہوئی تھی کہ جنگی بیڑوں کے روز افزوں اخراجات جلد گھٹ جائیں گے لیکن ^{۱۹۱۱ء} میں جو جنگ چھڑی تو کل اسیدوں پر پانی پھر گیا اور فوجی اغراض کے واسطے بیشمار نیا قرضہ لینا پڑا۔ (ج) سوالات اخراجات کے چار شعبے ہیں۔ ۱۹۱۳ء کے مصارف کی تحصیل حسب ذیل ہے۔

پونڈ

۶ ۵ ۱ ۴ ۱ ۵ ۴

تحصیل مالگذاری

سول سروس

۱ ۹ ۳ ۴ ۰ ۸ ۲

عام حکومت

۲ ۶ ۳ ۸ ۲ ۵ ۱

قانونی عدالتیں

۶ ۰ ۳ ۶ ۲ ۶

محبین

۴ ۵ ۲ ۲ ۴ ۴ ۴

پولس

۲ ۴ ۳ ۳ ۶

بندگاہ اور جہازوں کی بنہائی

۲ ۳ ۸ ۴ ۰ ۰ ۶

تعلیمات

۱ ۲ ۶ ۰ ۰ ۳

امور مذہبی

باب ۱۰۔

۱۳	۴۶	۴۴	۱۲	طبابت
۲۳	۵۹	۱۰۰	۱	سیاسی محکمہ
۲۴	۵۰	۸۶	۱	سائنس کا محکمہ اور دوسرے
۲۴	۵۰	۸۶	۱	چھوٹے محکمہ جات
۰۸	۳۹	۵۳	۱۵	میزان
۲۲	۸۳	۶۰	۵	تعمیرات
۰۴	۹۰	۶۱	۴۲	تسرفقات
۹۱	۲۸	۳۱	۳۱	میزان کل

تھیل مالگزاری کی مد میں جو خرچ درج ہے وہ مغالطہ آمیز ہے کیونکہ اس میں ان عہدہ داروں کی تنخواہ بھی شامل ہے جو علاوہ تھیل کے اور مختلف کام بھی بہ کثرت انجام دیتے ہیں۔ سول محکمہ کے اخراجات بھی حال ہی میں بہت بڑھ گئے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ تعلیمات، صفائی اور تعمیرات میں بہت کچھ خرچ ہو رہا ہے۔ نیز یہ یاد رکھنا ضرور ہے کہ بلدیہ اور مقامی محالیں کی آمدنی بھی جو کہ شاہی موازنہ میں شریک نہیں ہوتی بہت کچھ انہیں کاموں میں صرف ہوتی ہے۔ تسرفقات کی مد میں وہ تمام اخراجات شامل ہیں جن کو غیر حامل خیز مصارف سے تعبیر کرتے ہیں۔ مثلاً طباعت، کاغذ، اور تحریر کا سامان، کنارہ کش ملازموں کے وظیفہ اور نیز وظائف وہ جو کہ سیاسی اغراض سے لوگوں کو دئے جاتے ہیں۔

(۷) امداد قحط ۱۸۷۷ء میں حکومت ہند اس نتیجہ پر پہنچی

باب ۱۰۔ کہ قحط کے زمانہ میں جو زائد مصارف کا بار پڑتا ہے اور ساتھ ہی محاصل میں تخفیف ہو جاتی ہے اس کے واسطے بیمہ کی کوئی شکل نکالنا ضروری ہے۔ پس یہ قرار پایا کہ حتی الوسع ہر سال محاصل میں سے اس غرض کے لئے دس لاکھ پونڈ پس انداز ہوتے رہیں۔ یہ رقم یا تو قرض کی ادائی میں کام آتی ہے یا تعمیرات میں لگتی ہے، جن کے واسطے بصورت دیگر قرض لینے کی ضرورت پڑتی۔ جب سے یہ طریق نکلا ہے اس مد میں تقریباً چار کروڑ پونڈ ہندوستان کے محاصل میں سے یا تو تخفیف مصائب قحط میں یا تعمیرات میں یا قرض کی ادائی میں صرف ہو چکے ہیں۔ اس طرح پر قحط اور مصیبت کے واسطے بندوبست رہتا ہے۔

مطالبات محاصل کا کچھ حصہ انگلستان میں بھی صرف ہوتا ہے ان وطن یعنی اخراجات کو مطالبات وطن سے تعبیر کرتے ہیں۔ ۱۹۱۲ء انگلستان کے ان کی تفصیل حسب ذیل تھی۔

مطالبات سود و قرض (معمولی ریلوے اور آبپاشی) ۲۰۶ ۹۸ ۱۰۹ پونڈ
 خرید سامان ۱۳۶۶۲۶۱
 فوجی اخراجات (وظیفہ اور خدمتی وغیرہ) ۴۱۶۱۹۱۲
 سول اخراجات (وظیفہ اور دفتر زیر ہند کا بیج) ۲۶۳۶۵۴۴
 متفرق اخراجات (خط و کتابت اور سیاسی وغیرہ) ۳۹۳۲۹

مندرجہ بالا مطالبات کی ادائیگی کا طریق سنئے ہندوستان باب-۱۰۔
 کی برآمد یہاں کی درآمد سے بہت بڑھی رہتی ہے اس
 زائد مقدار کی قیمت دوسرے ملک ہندوستان کو ادا
 کرتے ہیں اور وہ اس طرح پر کہ حکومت ہند کے نام
 وزیر ہند کی ہنڈی خرید لیتے ہیں۔ یہ ہنڈیاں یہاں
 کے سرکاری خزانہ میں سکائی جاتی ہیں۔ اول تو ہندوستان
 کی طرف سے مندرجہ بالا مطالبات انگلستان کو ادا ہو جاتے
 ہیں اور یورپ کے تاجروں پر زائد برآمد کی بابت ہندوستان
 کا جس قدر دین ہوتا ہے وہ بھی ہندوستان کو وصول ہو جاتا
 ہے کبھی کبھی توازن موافق میں ہندوستان کا لین مطالبات
 وطن سے بھی بڑھ جاتا ہے۔ تب وزیر ہند مطالبات کی
 مقدار سے بھی زیادہ ہنڈیاں چلاتا ہے اور زائد ہنڈیوں
 کی قیمت یا ذخیرہ زر میں داخل ہو جاتی ہے یا آئندہ
 مطالبات کی ادائیگی کے واسطے جمع رہتی ہے۔ اور دونوں
 صورتوں میں فائدہ ہندوستان ہی کا ہے۔

ہندوستان کا زر تو نفرتی ہے اسی شکل میں اس کے ذخیرہ میار
 محاصل تحصیل ہوتے ہیں اور اس کو انگلستان میں اپنا دین طلاء
 بشکل زر طلا ادا کرنا پڑتا ہے۔ اس فرق کی بدولت
 ہندوستان سابق میں بہت کچھ نقصان اٹھا چکا ہے۔
 پہلے رجحان یہ تھا کہ روپیہ کی قدر میں تخفیف ہوتی
 رہی۔ کسی زمانہ میں اس کی قدر مبادلہ دو شلنگ تھی

لیکن گھٹتے گھٹتے ۱۸۹۳ء میں صرف سوا شلنگ رہ گئی اور اور پھر بھی مزید تخفیف کا اندیشہ لگا ہوا تھا۔ معاملہ کی صورت یہ تھی کہ بقدر ایک کروڑ اسی لاکھ پونڈ مطالبات وطن ادا کرنے کے واسطے بحساب دو شلنگ فی روپیہ صرف اٹھارہ کروڑ روپیہ کافی تھا، لیکن بحساب سوا شلنگ ۲۸ کروڑ روپیہ تک نوبت پہنچ گئی تو یہ روپیہ کی قدر گھٹنے سے ہندوستان کو دس کروڑ سالانہ کا نقصان اٹھانا پڑتا تھا۔ ہندوستان کا مالیہ کیا عام اور کیا شخصی نہایت اتر حالت میں تھا۔ پس یہ قرار پایا کہ ہندوستان میں بھی طلائی زر کا معیار جاری کیا جائے اور روپیہ کی قدر ایک شلنگ چارپنس بطور خود مقرر کر دی جائے۔ اب سرکاری ٹکسوں میں بس اس قدر روپیہ ڈھالتے ہیں جتنا سرکار استعمال عامہ کے لئے ضروری سمجھتی ہے نقدی سکوں کی تیاری میں بہت منافع ملتا ہے۔ کیونکہ روپیہ کی قدر فلزاتی اس کی قدر ضمی کے برابر نہیں منافع انگلستان میں طلائی تمسکات میں لگا دیا جاتا ہے جنکو بطور ذخیرہ معیار طلا رکھتے جاتے ہیں۔ یہ ذخیرہ آڑے وقت خوب کام آتا ہے۔ تجارتی انخطا کے زمانہ میں ہندوستان کی برآمد گھٹ جائے تو ہندوستان کو اپنا دین یا تو طلا یا نقرہ کی شکل میں ادا کرنا ہوگا اور ہندوستان سے باہر موجودہ زر نقرہ کی قدر اس کی قانونی قدر یعنی ایک شلنگ چارپنس سے کم رہے گی۔ ایسی حالت میں

ذخیرہ معیار طلا خوب کام آتا ہے۔ اس ذخیرہ کی مقدار دو باب۔۱۰۔
 کروڑ پونڈ تک پہنچ گئی ہے اور اب یہ خیال کیا جاتا ہے
 کہ ہندوستان کے مالیہ کی بنا بہت مستحکم ہو گئی ہے اور کوئی
 خوف و خطر نہیں رہا۔

حال میں جو زرکیشن مقرر ہوئی تھی اس کی سفارش
 ہے کہ ذخیرہ معیار طلا کا ایک حصہ بشکل طلا رہنا چاہئے۔
 لیکن جنگ چھڑ جانے کی وجہ سے اس تجویز پر عملدرآمد نہ
 ہو سکا جب عمل ہونے لگے گا تو بلحاظ مبادلات خارجہ ہندوستان
 کی حالت میں بہت استحکام پیدا ہو جائیگا۔

گیارھواں باب

مالگذاری

مالگذاری کی
سرگزشت

قدیم زمانہ سے ہندوستان میں یہ دستور چلا آتا ہے کہ محاصل کا بڑا حصہ زمین سے وصول کیا جاتا ہے منوبی کے شاستر سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین کی پیداوار کا ایک تہائی حصہ سلطنت کا حق شمار ہوتا تھا مثلاً کل پیداوار کا ایک تہائی یا چوتھائی حصہ۔ پہلے مالگذاری میں صرف غلہ وصول کیا جاتا تھا۔ اس طریق میں یہ تو بڑی خوبی تھی کہ فصل کی حالت کے مطابق سرکار اور کاشتکار کو اپنا اپنا حصہ مل جاتا تھا لیکن ساتھ ہی کئی دقتیں بھی لگی ہوئی تھیں مثلاً غلہ فراہم کرنا، اس کے واسطے بڑا عملہ رکھنا، اور پھر بھی خورد و برد ہو جانا مضافان مغلیہ کے عہد میں لگان کا طریق باقاعدہ بن گیا۔ اکبر اور اس کے ہندو وزیر راجہ ٹوڈرمل نے ایک ایسی زبردست حکومت قائم کرنے کی کوشش کی کہ ملک کے تمام حصوں میں اس کے اختیارات نافذ ہوں اور اس غرض سے

ایک موثر مالی انتظام کی بنا ڈالی۔ کیونکہ تمام حکومتوں کو اسی کی باب سب سے زیادہ ضرورت ہوتی ہے اول تو لگان میں پیداوار کے گیارھواں بجائے نقد رقم وصول ہونے لگی۔ دوسرے بندوبست کی رو سے یہ قرار پایا کہ اتنی مدت تک اس قدر معین رقم بطور لگان کے ہر سال ادا کرنی ہوگی۔ چنانچہ گزشتہ دس سال کے نرخوں کا حساب لگا کر حکومت کا واجبی حق اوسط پیداوار کا ایک ثلث قرار دیا گیا۔ جب مسلمانوں کی سلطنت کو زوال ہوا تو مالگذاری کی حالت بھی ابتر ہوئی تحصیل کے ٹھیکہ دینے کا بڑا طریق عام طور پر رائج ہو گیا۔ مالگذاری کے ٹھیکہ دار یا تو ہندو سرگروہ ہوتے تھے جن کی دہجائی مسلمان حکمرانوں کو مقصود تھی یا ایسے لوگ جو اپنے رتبہ یا سابق خدمات کی وجہ سے سلطنت پر کوئی نہ کوئی حق رکھتے تھے بنگال میں تو وہ زمیندار کہلاتے تھے اور اودھ و گجرات میں ان کو قلعہ دار کہتے تھے جوں جوں زمانہ گزرتا گیا زمیندار خود رائے ہوتے گئے۔ جس قدر کاشتکاروں سے لگان طلب کیا اور جس قدر ہوسکا وصول کر لیا رہی مالگذاری سو جتنی سرکار سے طے ہوئی تھی خزانے میں داخل کر دی باقی رقم خود رکھ لی۔

پیشوا کے مقبوضات احاطہ بمبئی میں ضم ہونے سے قبل مرہٹے انفسن صاحب جس قدر مالگذاری تحصیل کرتے تھے انفسن صاحب نے اس کا بیان حال اپنی سرکاری تحریرات میں صاف بیان کیا ہے۔ اس زمانہ

باب
گیارھواں

میں مالگذاری کے بڑے عہدہ دار معاملتدار ہوتے تھے جن کے تحت میں ایک ایک ضلع رہتا تھا کچھ لوگ جو طرفدار کہلاتے تھے اُن کی ماتحتی میں تھوڑے تھوڑے دیہات کا انتظام کرتے تھے اور کہیں کہیں ان سے بھی اعلیٰ عہدہ دار نامور ہوتے تھے جن کو درکار رکھتے تھے یہ معاملتداروں کے کام کی نگرانی رکھتے تھے اور اُن کی بد اعمالیاں روکتے تھے۔ مالگذاری کے ادنیٰ عہدہ دار دیہات کے پٹیلوں سے معاملہ رکھتے تھے اور وہ بطور خود رعیت سے مالگذاری مقرر کر لیتے تھے زمانہ گزرتا گیا اور سچا مطالبات کا اضافہ ہوا کیا۔ معاملتدار کا عہدہ نبھام ہونے لگا۔ جو سب سے زیادہ بولی بولتا اس کو مل جاتا اور وہ پھر بطور خود شرح مالگذاری بڑھا کر ضلع کسی ذیلی کو ٹھیکہ پر اٹھا دیتا پس تحصیل مالگذاری میں جو لوگ بھی شریک تھے معاملتدار سے لیکر پٹیل تک سب نے ایک جتنا بنا لیا تھا کہ جہانک ہو سکے بدنصیب رعیت سے زیادہ مالگذاری وصول کی جائے اور کوئی ان کی مزاحمت کرنے والا نہ تھا۔ جوں جوں صوبے برطانوی حکومت میں آتے گئے تحصیل مالگذاری کا طریق ہر صوبے کی خاص ضروریات کے لحاظ سے جدا جدا مقرر ہوتا رہا یہی وجہ ہے کہ برطانوی ہندوستان میں جا بجا تحصیل لگان کے مختلف طریق رائج ہیں جن کے سمجھنے میں خواجہ مخومہ وقت اور پیچیدگی محسوس ہوتی ہے مزید براں سرکار کا صرف یہی کام نہیں کہ بندوبست کیا اور مالگذاری تحصیل کر لی بلکہ اور انتظام بھی اس کے سپرد ہے۔ مثلاً جن جن لوگوں کا اراضی سے

طریق مالگذاری
کے اختلاف

تعلق ہے خواہ مالگذاری ان سے قرار نہ پائی ہو سب کے حقوق باب
 باقاعدہ جسٹس میں دج کئے جاتے ہیں پس بندوبست و مالگذاری گیارہواں
 کے تحت میں سرکار کو بہت دشوار کام انجام دینے پڑتے ہیں
 شروع شروع میں بیشک بہت غلطیاں سرزد ہوئیں اور کبھی کبھی
 واجبی سے زیادہ مالگذاری وصول کی گئی۔ مکن میں یہ حالت خاص
 طور پر پیش آئی اور اصلی خرابی کا خاص باعث یہی ہوا کہ مسلسل طور
 پر فصلیں تباہ ہوتی رہیں انگریز حکام نے جن میں سے بہتوں کا
 نام بھی فراش ہو گیا بندوبست ایک ایسا طریق نکال لیا کہ جو مکمل
 نہ سہی لیکن پہلے طریقوں سے بہتر ہے۔

جس قدر معاملات زمین سے متعلق ہیں وہ سب حکومت ہند محکمہ کا
 کے محکمہ مالگذاری و زراعت کے سپرد ہیں۔ یہ محکمہ جداگانہ طور
 پر انتظام میں جاری ہوا اس محکمہ کا انفر اعلیٰ گورنر جنرل کی
 انتظامی مجلس میں شریک رہتا ہے مالگذاری کا انتظام بیشتر مقامی
 حکومتوں کے ہاتھ میں ہے اور مختلف صوبوں میں مختلف ہے
 مدارس میں چونکہ قسمت دار کشن نہیں رہتے اس لئے ایک مالگذاری
 بورڈ مقرر ہے جس میں چار ممبر شریک ہیں۔ ان میں سے دو تو
 مالگذاری کے معاملات طے کرتے ہیں تیسرے بندوبست اور اختیار
 کے سیاموں کی دیکھ بھال رکھتا ہے اور چوتھا مالگذاری کے دوسرے
 شعبوں کی نگرانی کرتا ہے مثلاً محصول نک چنگی و آبکاری بعض
 دیگر صوبوں میں جہاں قسمت دار کشن موجود ہیں۔ مجلس مالگذاری
 کے صرف دو ممبر ہوتے ہیں۔ صوبہ متوسط اور برما میں بورڈ کا

کل کام ایک ایک کمشنر مال انجام دیتا ہے یہی کا طریق اس سے بھی مختلف ہے وہاں صرف قسمت وار کمشنر میں نہ کوئی بورڈ ہے اور نہ کمشنر مال۔ انتظام مالگذاری اضلاع میں منقسم ہے آئینی صوبوں میں ہر ضلع کا اعلیٰ حاکم کلکٹر کہلاتا ہے اور غیر آئینی صوبوں میں ڈپٹی کمشنر بھی مالگذاری کا خاص حاکم شمار ہوتا ہے اور متوسط کمشنر مقامی حکومت کا کام انجام دیتا ہے۔ اس کی ماتحتی میں سسٹنڈ اور ڈپٹی کلکٹر رہتے ہیں۔ اکثر صوبوں میں ہر ضلع کئی حصوں میں منقسم ہوتا ہے۔ جن کو تحصیل یا تعلقے کہتے ہیں ہر حصے کے اعلیٰ حاکم کو تحصیلدار کہتے ہیں۔ لیکن یہی میں وہ معاملتدار اور سندھ میں مختار کار کہلاتا ہے۔ ان حاکموں کے دفتر میں محاسبوں اور انسپکٹروں کا عملہ رہتا ہے جن کا یہی کام ہے کہ دیہات کے سرکاری ملازمین کے نگران رہیں اور مالگذاری کے حسابات اور سیاہوں کو درست رکھیں۔ جیسا کہ آگے چل کر بیان ہوگا۔ گاؤں بھی کئی وضع کے ہیں لیکن ان سب میں ایک سرکاری مقدم رہتا ہے جو کسی نہ کسی صورت سے تحصیل مالگذاری کا ذمہ دار ہے۔ دیہاتی محاسب کو جو شمالی ہند میں پٹواری اور جنوبی ہند میں کلکرنی۔ تلاٹی یا کرنام کہلاتا ہے بہت اہم عمدہ دار سمجھنا چاہئے کیونکہ اسی پر مالگذاری کے تمام سابق اور حال کے انتظام کا دار و مدار ہے متعدد کام اس کے سپرد ہیں۔ گاؤں کے حسابات مرتب کرنا نقشے اور سیاہے تیار کرنا، مزروعہ فصلوں کے نختے بنانا، اور حد بندی کے نشانات برقرار رکھنا تاکہ کوئی

ان کو اڑا اور مٹا نہ سکے ہر سال جمعہ بند ہی تیار ہوتی ہے اور ہر گاؤں باب کی واجب الادا مالگذاری کا حساب بنتا ہے۔

مالگذاری کے بندوبست اور تحصیل کا طریق بیان کرنے سے قبل حقیقت راضی

یہ واضح کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں حقیقت زمینداری

اراضی کی کیا صورتیں موجود ہیں اس سے قبل بیان ہو چکا اور رعیت داری

ہے کہ اٹھارہویں صدی کے ختم پر مالگذاری کی تحصیل ٹھیکہ داروں

کے سپرد تھی۔ بعض مقامات مثلاً بنگال میں یہ لوگ زمین کے

مالک بن بیٹھے اور قانون بھی ان کو مالک تسلیم کرنے لگا دیگر

مقامات مثلاً بمبئی اور جنوبی ہندوستان میں بیشتر یہ لوگ باقی نہیں

رہے یا کچھ باقی ہیں بھی تو صرف چند فرائض ان کے ذمے رہ گئے

ہیں۔ سر جان اسٹرنجی لکھتے ہیں کہ صوبہ بمبئی و مداس میں بیشتر

اراضی خود کاشتکاروں کی ملک ہے اور سرکار ہر ایک سے جدا جدا

مالگذاری مقرر کرتی ہے اس طریق ملک کو رعیت داری کہتے ہیں

صاحب موصوف مشاعر کے قحط کشنوں کی رپورٹ کا مندرجہ ذیل

اقتباس پیش کرتے ہیں۔ جنوبی ہند میں طریقہ مالگذاری نہایت سادہ

ہے اور رعیت کی ملک زمینداروں کی مداخلت سے محفوظ ہے

اس کو زمین پر مالکانہ حقوق حاصل ہیں البتہ سرکار کو مالگذاری

ادا کرنی پڑتی ہے جس کی مقدار تیس سال کے واسطے معین

کروی جاتی ہے۔ اس کو یہ بھی اختیار ہے کہ چاہے تو فصلی سال

کے آخر میں کل اراضی یا کسی خاص کھیت سے دس ہزار ہوجائے

زمین کو وہ جس قدر اپنی کوشش سے ترقی دے۔ اس کی بنا پر

باب
گیارہواں

بندوبست کے وقت مالگذاری میں کوئی اضافہ نہیں ہو سکتا وہ چاہے تو اپنی زمین فروخت کرے، لگان پر اٹھاوے۔ سرکار سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں اور مالک کی وفات کے بعد تانوں وراثت کے بموجب زمین اس کے وارثوں کو مل جاتی ہے شمالی ہندوستان میں ملک اراضی کا جو طریقہ رائج ہے وہ کسی قدر مختلف ہے اس کو زمینداری کہتے ہیں۔ وہاں پورے پورے دیہات کا یکجائی بندوبست ہوتا ہے۔ اور سرکار مالکانِ اراضی سے معاملہ کرتی ہے جن کو بالعموم زمیندار اور خاص اودہ میں تعلقدار کہتے ہیں یہ لوگ کاشتکاروں سے لگان وصول کر کے کچھ حصہ تو سرکار کو بطور مالگذاری دیتے ہیں اور باقی خود رکھ لیتے ہیں بعض حصوں میں مثلاً صوبہ آگرہ کے مغرب اور پنجاب میں ایک ایک گاؤں میں بہت سے چھوٹے چھوٹے حصہ دار ہوتے ہیں اور وہ سب ایک دیہاتی جماعت بنا کر رہتے ہیں ایسی حالت میں کل جماعت اور نیز لوگ فرداً فرداً مالگذاری کے ذمہ دار سمجھے جاتے ہیں اور بحیثیت مجموعی کل جماعت زمیندار شمار ہوتی ہے قحط کشنر اپنی رپورٹ میں لکھتے ہیں کہ ایسی جماعت کا کوئی نہ کوئی منتخب شدہ یا موروثی سرگروہ ہوتا ہے اور کل جماعت پورے گاؤں کی مالگذاری ادا کرنے کی ذمہ دار ہوتی ہے کہیں کہیں ملک مشترک ہوتی ہے۔ آمدنی یک جا رہتی ہے اور حسب دستور جماعت میں تقسیم ہو جاتی ہے کہیں ہر ایک کی ملک جدا جدا رہتی ہے ہر ایک اپنی اراضی کی مالگذاری ادا کرتا ہے اور

منافع اپنی گروہ میں بانڈھتا ہے۔ مشترک واری عائد کرنے کا رواج
 روز بروز ترک ہوا ہے اور علی لحاظ سے شمالی ہندوستان کی
 چھوٹی چھوٹی بلکوں اور جنوب کی رعیت واری میں کوئی فرق
 نظر نہیں آتا۔

بیڈن پاول صاحب جو کہ ہندوستانی طریق حقیقت ارضی کے
 معاملات میں مستند مانے جاتے ہیں۔ ہر دو قسم کے دیہات کی
 نہایت صاف صاف اور مختصر تعریف یوں بیان کرتے ہیں۔
 رعیت واری دیہات میں لوگ فرداً فرداً اپنے کنبے کی مدد سے
 زمینیں کاشت کرتے ہیں۔ سب کے کھیت جدا جدا ہوتے ہیں
 اور کاشتکار گاؤں کے کل رقبہ مشترک کے حصہ وار شمار نہیں ہوتے
 لیکن گاؤں کے فنی اقتدار مقدم اور دیگر عمدہ داروں کے
 اثر سے وہ سب باہم مل جھلک رہتے ہیں کچھ دستکار اور ادنیٰ
 خدمتکار ہوتے ہیں جن کو حسب رواج کچھ حق الخدمت ملتا ہے
 کبھی کبھی اس سلسلے میں ان کو موروثی زمین بھی مل جاتی ہے۔
 زمینداری گادون کی عام خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ وہاں کوئی
 مرد یا خاندان باقی کاشتکاروں سے ممتاز شمار ہوتا ہے بلکہ
 وہی کل گاؤں کی زمین کا مالک مانا جاتا ہے۔

زمینداری اور رعیت واری ہر دو قسم کی اراضیات کا بستی
 مالگداری غور کرنے کے قابل ہے زمینداری گاؤں کی اراضیات
 ایک فرد کے بجائے ایک جماعت کی ملک ہو سکتی ہے ایک
 اور فرق بھی قابل لحاظ ہے۔ بعض بندوبست دوا می اور بعض

باب میبادی میں اول قسم کا بندوبست بنگال میں اور صوبہ متحدہ اور مدراس
 گیارھوان کے بعض حصوں میں رائج ہے۔ ۱۸۶۳ء میں لارڈ کارن والس نے بنگال
 میں دوامی بندوبست جاری کیا۔ زمیندار جو دراصل تحصیل مالگنداری
 کے ٹھیکہ دار تھے مالک زمین تسلیم کر لئے گئے اور جس قدر لگان وہ
 تحصیل کرتے تھے اس میں سے نوے فی صدی سرکاری مالگنداری
 قرار پایا چند اہل الرائے کا خیال ہے کہ دوامی بندوبست کے بہت
 عمدہ نتائج نکلے کیونکہ اضافہ مالگنداری کا خوف نہ ہونے کی وجہ
 سے زمینداروں نے پورے شوق اور کوشش سے اپنی اراضیات کو
 ترقی دی۔ ساتھ ہی اس طریق میں چند بڑے نقص بھی نظر آتے
 ہیں۔ بندوبست کے وقت کاشتکاروں کے حقوق اور مفاد محفوظ
 رکھنے کی کوشش کی گئی تھی چونکہ اس زمانے میں اراضیات کی
 پیمائش وغیرہ بہت دشوار تھی لہذا اس کا اہتمام نہ ہو سکا دولت
 و آبادی بڑھنے کی وجہ سے زمین کی مانگ میں بھی بہت اضافہ
 ہو گیا۔ جو لوگ اس کے خواستگار ہیں ان میں باہم برابر کشمکش
 ہوتی ہے بنگال میں تو یہ نوبت ہے کہ بندوبست کے زمانے کے مقابلے
 میں آجکل لگان چالیس گنا بڑھ گیا ہے اس انقلاب کے بہت سے
 اسباب ہیں۔ کاشتکار کی محنت، ریلوں کا اجرا، آبادی کا اضافہ،
 سرکار کی امداد اور اکثر زمینداروں کی طرف سے کھیتوں کی اصلاح
 و ترقی، لیکن کل منافع زمیندار کی جیب میں چلا جاتا ہے۔ کاشتکار
 کو جب تک قانون لگان سے مدد نہ ملے کچھ فائدہ نہیں پہنچتا۔ اور
 سرکار کو بھی دوسرے صوبوں کے مقابل بنگال سے بہت کم

مالگنداری وصول ہوتی ہے۔ اودہ کے تعلقہ داروں کا حال اس سے باب
بھی جداگانہ ہے۔ ۱۸۵۷ء میں جب اودہ انگریزی علاقہ میں شامل کیا گیا
ہوا تو ان لوگوں کے ساتھ کچھ انصاف نہیں بڑا گیا اور اس بنا پر
دوسرے ہی سال ان میں بغاوت پھیل گئی۔ لارڈ کیننگ کو امن قائم
ہونے کے بعد سے یہ فکر لگی ہوئی تھی اور زمینداروں کے طبقے سرکار
کے حامی اور طرفدار بن جائیں۔ چنانچہ اسی خیال سے تعلقہ داروں
کو ان کی ریاستیں اور حقوق واپس دے دیئے گئے لیکن یہاں
جو بندوبست ہوا وہ بنگال کے بندوبست سے مختلف تھا۔ مالگنداری
میں وقتاً فوقتاً کمی بیشی ہو سکتی ہے۔ زمین کی باقاعدہ پیمائش ہو چکی
ہے اور بڑی بات یہ ہے کہ زمین میں جن جن لوگوں کے حقوق ہیں
ان سب کی یادداشت موجود ہے۔

اب بندوبست کا دوسرا طریق دیکھنا چاہئے وہ یہ کہ کسی ایک
زمیندار کے بجائے بہت سے حصہ دار زمین کے مالک ہوتے ہیں
اور سب مالگنداری ادا کرنے کے ذمہ دار سمجھے جاتے ہیں صوبہ اُردو
اور پنجاب میں ملک زمین کا یہ طریق زیادہ رائج ہے۔ بنگال کے
مقابل وہاں بہت زیادہ احتیاط برتی گئی اور اول اول ہر چند
سال کے بعد بندوبست کی تجدید ہوتی تھی اس طرح سے طریق
مالگنداری پر مزید غور کرنے کا موقع ملا اور بالآخر ثابت ہوا کہ
زمین کی پیمائش نہایت ضروری ہے اور دوامی بندوبست
بہت خلاف مصلحت ہے۔ چنانچہ اب یہ حال ہے کہ اکثر جگہ
ہر تیس سال بعد بندوبست بدلتا ہے۔ جدید بندوبست کے

باب
گیارہواں

قبل مالگذاری میں کوئی اضافہ نہیں ہو سکتا اور جب خود مالک اپنی زمین کو کسی قسم کی ترقی دے تو خاص اس کی بنا پر ہمیشہ یا عرصہ دراز تک مالگذاری میں اضافہ نہیں کیا جاتا۔

رعیت واری طریق مدراس اور بمبئی کے احاطوں میں خاص طور پر رائج ہے۔ مدراس کے گورنر مقرر ہونے سے چند سال قبل خود ٹامس منرو صاحب نے وہاں کی مالگذاری کا بندوبست کیا وہاں طریق یہ ہے کہ مالگذاری ہر ایک زمین کی تخمینہ خالص پیداوار کی ایک مقررہ نسبت سے وصول ہوتی ہے مثلاً تہائی یا چوتھائی حصہ۔ رعیت واری علاقوں میں ہر ایک کھیت کی باقاعده اور مکمل پیمائش لازمی ہے احاطہ بمبئی میں البتہ ایک عجیب طریق رائج ہے بندوبست کے سلسلہ میں مسٹر گولڈ اسٹڈ اور لفٹنٹ ڈیپٹی نے ۱۸۶۷ء میں جو پیمائش شروع کی اس کی تکمیل کہیں ۱۹۰۶ء تک ہو سکی زمین کی تقسیم پیداوار کے حساب سے قرار نہیں پائیں بلکہ مٹی کی قسم اور اس کی تہ کی مٹائی کے حساب سے زمین کی زرخیزی بنظر سہولت روپیہ کے اجراء کی اصطلاح میں بیان کی جاتی ہے۔ مثلاً اعلیٰ درجہ کی کھیت کی زرخیزی سولہ آنے شمار ہوتی رہے۔ پھر جوں جوں کھیتوں میں نقص بڑھیں مثلاً سطح ڈھلوان یا ناہموار ہو۔ چوڑ یا نمی ضرورت سے زیادہ ہو یا مٹی خراب یا زمین کی تہ پتلی ہو اتنے ہی آنے بھی گھٹتے جاتے ہیں۔ بعض کھیتوں کی زرخیزی بارہ آنے قرار پاتی ہے اور بعض کی آٹھ اور بعض کی صرف چھ آنے۔

لارڈ کرزن کے عہد میں حکومت ہند نے صوبہ واری لارڈ کرزن حکومتوں کی مدد سے ہندوستان کے طریق مالگذاری کی مفصل اور کی اصطلاحات مشرح تحقیقات کی۔ اعلیٰ حکام بندوبست کی میعاد بڑھانے کے تو موافق تھے لیکن دوامی بندوبست کے اسان اصول کے سخت خلاف تھے ان کی رائے میں بنگال کا سا دوامی بندوبست قحط کا ہگز مانع نہ تھا اور سرکار کا یہ بھی فرض تھا کہ اس صوبے میں کاشتکاروں کو زمینداروں کی سخت گیری سے بچائے۔ شرح مالگذاری پر بھی غور کیا گیا اور ثابت ہوا کہ مفلسی اور قرضہ کا عام باعث مالگذاری کی زیادتی نہیں ہے۔ یہ بھی بتادیا گیا کہ طریق مالگذاری کی سختی سے پابندی کرنی ضرور نہیں۔ لگان یا پیداوار کا وہی حصہ جس سے کہیں بہت منافع یا حاصل زاہد بچ رہتا ہے۔ دوسری جگہ وبال بن جاتا ہے۔ ہندوستان کے اکثر حصوں میں مالگذاری خالص لگان کا نصف رہتی ہے اور بحساب مجموعی پیداوار اس کا تخمینہ ۵۔ اور ۱۰ فیصدی کے درمیان نظر آتا ہے رعیت واری علاقوں میں مالگذاری مجموعی پیداوار کے دہائی فی صدی سے کچھ کم ہی رہتی ہے۔

مذکورہ بالا تحقیقات کا صرف یہی نتیجہ نہیں نکلا کہ انگریزی حکومت کے طریق مالگذاری کا مفصل حال ضبط تحریر میں آگیا بلکہ اس کی بدولت بعض اصطلاحات بھی عمل میں آئیں۔ بندوبست کی کارروائی بہت سہل کر دی گئی تاکہ لوگوں کو وقت محسوس نہ ہو پہلے طریق مالگذاری سخت تھا اس میں بھی نرمی ہونے لگی ہے

باب تجربے سے ثابت ہوا کہ اضافہ مالگذاری کا بار کبھی ادا کنندوں کو
 گناہوں بہت گراں گزرتا ہے۔ پس جب زیادہ اضافہ کرنا مقصود ہوتا ہے
 تو بند بیچ کیا جاتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ متوسط درجہ کی فصل کی
 پیلاوار کے حساب سے مالگذاری مقرر ہوتی ہے اور جب فصل خراب ہو جاتی
 ہے تو مالگذاری ادا کرنی مشکل ہوتی ہے۔ اور یہ توقع عبث ہے
 کہ عمدہ فصلوں کے زمانے میں لوگ اس غرض سے کچھ پس انداز
 کر رکھیں گے کہ قحط سالی میں مالگذاری دیں۔ پس مالگذاری ملتوی
 اور معاف کرنے کے طریق نکالے گئے تاکہ برے وقت میں
 رعایا زیر بار نہ ہو۔ قحط یا مرض یا کسی اور وجہ سے اگر کوئی
 تباہ حال ہو جائے تو اس کی مالگذاری معاف یا اس میں مستجاب
 تخفیف ہو سکتی ہے۔

ہندوستان کا موجودہ طریق مالگذاری سالہا سال کے تجربے
 اور تحقیقات کا نتیجہ ہے تین رقوم اور طریقہ تحصیل ہر دو لحاظ
 سے اس کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ہر مقام کے مناسب
 حال سے صوبے صوبے کا طریقہ جدا ہے۔ مالگذاری کے معاملے
 میں سرکار کی جو پالیسی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ سرکار
 اپنے عمدہ اداروں کی ہدایت کے واسطے چند عام اور فیاضانہ
 اصول مقرر کر دیتی ہے جن میں ہر صوبے کی قدیم روایات اور
 مقامی حالات کا خاص لحاظ ہے۔ اور نیز تاکید کر دیتی ہے
 کہ اضافہ مالگذاری میں اعتدال کا اور تحصیل لگان میں نرمی
 و ہمدردی کا خیال رکھا جائے۔

باب بارہواں

تعلیم

انگریزی عہد میں ہندوستان میں جو تعلیم پھیلی اس کے چار دور ^{تعلیم کے دور} حسب ذیل قرار پاسکتے ہیں -
(۱) ۱۸۵۷ء-۱۸۵۸ء ابتدائی دور -

(۲) ۱۸۵۸ء-۱۸۵۹ء اس دور میں تعلیم کی بنا پڑی اور نہایت اہم تعلیمی معاملات طے ہوئے -

(۳) ۱۸۵۹ء-۱۸۶۰ء تعلیم بہت سرعت سے پھیلی -

(۴) ۱۸۶۰ء سے آج تک چھان بین اور نرسیمات ہو رہی ہیں -

انگلستان اور ہندوستان کی تاریخ میں بہت قریب کا تعلق

ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ جو واقعات انگلستان میں ظہور پذیر

ہوئے انہوں نے ہندوستان میں کیا عمل کیا اور اس کی پاسی

۱۸۵۸-۱۸۶۰

پر کیا اثر ڈالا -

دونوں ملکوں میں یہ زمانہ جنگ کی نذر ہوا انگلستان کو اول جنگ کا نام

تو آزادی امریکہ کی جنگ پیش آئی اس کے بعد وہ فرانس کے انقلاب اور نپولین کی جنگ میں مبتلا ہو گیا اصلاحات ملتوی رہیں اور وزیرِ عظم پیٹ کو امن، کفایت شعاری، اور اصلاح ان تینوں منصوبوں سے دست بردار ہونا پڑا حالانکہ اس کو ان کا ازحد خیال تھا چنانچہ کہتے ہیں کہ یہی منصوبے اس کی سیاسی زندگی کے شروع میں چراغِ ہدایت بنے رہے اور آخر عمر میں محض چھلاوہ ثابت ہوئے یعنی باوجود مرکوز خاطر ہونے کے وہ ان کی تکمیل نہ کر سکا یہ وہی زمانہ ہے جبکہ ہندوستان بیدیں دارن ہنگس کی جنگیں ہو رہی تھیں جنوبی ہندوستان میں کارن واٹس مہات سر کر رہا تھا حتیٰ کہ مرہٹوں کی طاقت اور اتحاد کا خاتمہ ہو گیا۔ سرکار انگریزی کو اگر جنگ سے فرصت ملتی تھی تو وہ تمام تر کوشش اپنے اقتدار کے استحکام میں صرف کرتی تھی اصلاح اور ترقی کے اصولوں پر توجہ کرنیکی نوبت نہیں آتی تھی انگریزوں کی طرف سے دارن ہنگس نے سب سے پہلے مسلمانوں کے لئے ۱۸۲۷ء میں ایک مدرسہ بمقام کلکتہ قائم کیا اور ۱۸۳۷ء میں سنسکرت کالج ہندوؤں کے لئے بنارس میں جاری ہوا تو سرکار نے اس کو بھی امداد دی سرکار کی غرض یہی تھی کہ مشرقی زبانوں کی تعلیم کو ترقی ہو کچھ چند سال بعد دو سبب ایسے پیدا ہو گئے کہ تعلیمی پالیسی میں خود تبدیلی ہونے لگی اور مشرقی علوم کے بجائے مغربی علوم کا شوق ہر طرف پھیل گیا۔ ایک تو عیسائی مشنری

ہندوستان پہنچے اور سب سے اول مدراس میں اسکول اور کالج باب
کھولنے شروع کئے۔ دوسرے جب یہ معلوم ہوا کہ انگریزی
زبان دانی کار آمد اور مفید ہے تو خود ہندوستانیوں میں انگریزی
اور مغربی علوم کا شوق پیدا ہو گیا۔ اس تحریک کے بانی راجہ
رام موہن رائے تھے جو ہندوستان کے بہترین مصلحین تمدن
شمار ہوتے ہیں انہی کی کوشش کا نتیجہ تھا کہ کلکتہ میں ہندو
کالج قائم ہوا۔

۱۸۵۷ء سے ۱۸۵۸ء تک انگلستان میں امن اور اصلاح ۱۸۵۷-۱۸۵۸ء

کا دور رہا۔ پولین کے معرکوں کا خاتمہ ہو چکا تھا اور مادی ترقیات اصلاح زمانہ
کا ہر طرف ظہور تھا۔ ہندوستان کی تاریخ میں بھی یہ دور درخشاں
نظر آتا ہے۔ ایٹکن۔ الفسٹن۔ اور سنو صاحب کا زمانہ تھا۔ بمبئی
میں الفسٹن صاحب تعلیم کے بڑے حامی رہے۔ اور ان کے
خصت ہونے وقت لوگوں نے چندہ کر کے ان کی یادگار میں
وہ پروفیسر یاں قائم کیں اول اول تو بمبئی کے دارالعلوم ہال
میں لکچر ہوا کئے اور بالآخر ایک کالج قائم ہو گیا جو اب تک
الفسٹن صاحب کے نام سے موسوم ہے۔

۱۸۵۸ء میں لارڈ میکالے گورنر جنرل کی کونسل کے سب سے میکالے صاحب

پہلے قانونی ممبر مقرر ہو کر ہندوستان پہنچے۔ اس زمانے میں دو کی رپورٹ
خیال کے لوگ تھے اور ہر فریق اپنے خیال کا بڑا حامی تھا۔
سوال یہ تھا کہ آیا سرکار اس مشرقیہ کی تعلیم میں مدد دینے پر تفت
کرے یا اس کو چاہئے کہ یہاں مغربی علوم اور تہذیب کو رواج

وے ہندوستان میں سرکار کو جو پیچیدہ معاملات پیش آئے اُس میں یہ مسئلہ بھی شامل تھا اور اہمیت میں کسی سے کم نہ تھا۔ اس مسئلہ پر اُس وقت بہت سرگرمی سے بحث ہو رہی تھی۔ مگر مکالمے صاحب نے تھوڑے ہی عرصے میں رائے قائم کر کے ایک رپورٹ پیش کی جو اب تک مشہور ہے انہوں نے مغربی علوم کی اس شہود سے حمایت کی اور مشرقی زبانوں کا مضحکہ اُڑایا کہ اس معاملے کا فیصلہ ہی کر دیا۔ مشرقی زبانوں کے متعلق وہ لکھتے ہیں کہ طلبہ کو ان کے مطالعہ سے اول تو وہی باتیں معلوم ہوں گی جو اب سے دو ہزار سال پہلے معلوم تھیں۔ دوسرے وہ نمائشی اور بے معنی موشگافیاں اُن کے مطالعے میں آئیں گی جو لوگوں نے خیال دوڑا دوڑا کر پیدا کر لی ہیں اور جن کی تعلیم پہلے سے ہندوستان کے ہر حصے میں جاری ہے سنسکرت کی تعلیم کا نتیجہ اس سے بڑھ کر کچھ نہیں نکل سکتا کہ ملک میں تاریکی پھیلی رہے۔ اگر سرکار کا منشا یہ ہے کہ ہندوستان کے لوگ ترقی کریں تو طریق تعلیم زیادہ وسیع ہونا چاہئے کہ اس میں ریاضیات، فلسفہ، کیمیا، طبیعیات، اور دیگر مفید علوم بھی داخل ہوں۔ مکالمے صاحب فرماتے ہیں کہ آیا یہ جائز ہوگا کہ عوام کے خرچ سے وہ پُرانے طبّی اصول پڑھائے جائیں جن سے ایک انگریز سالوٹری کو بھی عار ہوگا یا وہ علم ہیات جس کے مسائل سن کر انگلستان کے کسی اسکول کی لڑکیاں تک قہقہہ لگائیں یا وہ تاریخ جس میں تیس تیس فٹ کے بلند قامت راجاؤں کا ذکر ہو۔ یا تیس تیس ہزار سال کے

عہد حکومت کا بیان ہو۔ یا وہ جغرافیہ جس میں آب حیات اور
دودھ کے سمندروں کا حال درج ہو۔

اس میں شک نہیں کہ میکالے صاحب جس نتیجے پر پہنچے وہ رپورٹ کی
بالکل درست ہے کچھ تو سیاسی مجبوریاں آپٹیں کچھ ذرائع آمد و رفت تنقید
کی ترقی نے مشرق و مغرب کو ملا دیا۔ اور سب پر طرہ یہ کہ
خود ہندوستانیوں کو مغربی خیالات کا شوق پیدا ہو گیا۔ غرض کہ
بہت سے اسباب نے مندرجہ بالا رائے کی تائید کی اور کسی
دوسری تعلیمی پالیسی کا نفاذ ناممکن ہو گیا۔ مکالے صاحب لکھتے
ہیں کہ ہندوستانی لوگ جس تعلیم کے بھوکے ہیں وہ تعلیم تو ہمیں
ان سے بچا رکھی ہے اور جس تعلیم سے ان کا دل بھر گیا ہے
وہ زبردستی ان کے دماغ میں ٹھونس دی جاتی ہے لیکن اصل رائے
کے علاوہ مکالے صاحب نے اپنی تقریروں اور تحریروں میں
مشرقی علوم اور مصنفوں کا جو مضحکہ اڑایا ہے اور بے دے
کی ہے وہ نہ صرف بیجا بلکہ انصاف پسندی کے منافی ہے
الفنشن صاحب کی زیادہ بدترانہ تھی اگر اس پر عمل ہوتا تو بہتر
تھا۔ الفنشن صاحب لکھتے ہیں کہ میں کبھی یہ گوارا نہ کرتا کہ
ہندوؤں کے ادب کا خالص جزو تعلیم سے خارج کر دیا جائے
تعلیم کا یہ بالکل الٹا طریقہ ہے کہ کسی قوم کا اپنا ادب تو
کس مہیسی کی حالت میں ہو اور دیگر علوم سے ان کے دماغ
بالا مال کئے جائیں اور میرا قطعی خیال یہ ہے کہ آئندہ ہندوستانی
لوگ تعلیم میں اس وقت ترقی کریں گے جبکہ جدید معلومات میں

باب ان کے قدیم علوم کی چاشنی داخل ہوگی اور ان کے خاص اور اصلی
بارہواں خیالات و حیات جدید تعلیم میں سرایت کرجائیں گے۔
بالآخر معاملہ تنازعہ کا فیصلہ ہوگیا۔ جدید تعلیم کے مدرسے کھلنے لگے

اور اس کا جو کچھ نتیجہ ہوا ظاہر ہے اسکولوں اور کالجوں میں
بسرعت اضافہ ہوا۔ اور اسباب بھی کچھ ایسے جمع ہوئے کہ سیکالے
صاحب ہی کی رائے کے موافق تعلیم پھیلنے لگی ۱۸۴۷ء میں
لارڈ ہارڈنگ نے قواعد جاری کئے کہ سرکاری ملازمت میں وہی
لوگ داخل کئے جائیں جو انگریزی تعلیم پاچکے ہیں دوسرے تمام
سرکاری کاروبار کی زبان بھی انگریزی قرار پائی۔ اس وجہ سے
ہندوستان میں انگریزی تعلیم کو اور بھی جلد ترقی ہوئی۔

۱۸۵۷ء میں مجلس نگراں کے صدر سرچارلس وڈ نے لارڈ

۱۸۵۷ء
کا مراسلہ

ڈیمووزی گورنر جنرل کو ایک مراسلہ لکھا جو اب تک مشہور ہے اور
جس کی بنا پر ایک اور اہم فیصلہ قرار پایا۔ تعلیم کے دوسرے
دور کا اسی مراسلہ پر خاتمہ ہوتا ہے۔ اب تک تعلیم اعلیٰ طبقوں تک
محدود رہی امید یہ تھی کہ سربراہان وہ لوگ اپنے طور پر عوام میں
تعلیم پھیلائیں گے۔ اسی طریق کو فیض علم سے تعبیر کرتے ہیں یعنی
یہ کہ علم اعلیٰ طبقوں سے جاری ہوکر ادنیٰ طبقوں میں پھیلے
اس مراسلہ میں عوام کی تعلیم سے بحث کی گئی تھی اور صاف
لکھا تھا کہ تعلیم کے معاملہ میں سرکار پر کردہا جفاکش ہندوستان
رعایا کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے خود سرکار کی خواہش ہے
کہ عوام کی جہالت سے بڑھ کر ملک کے حق میں کوئی وبال

نہیں اس غرض سے تعلیمات کا ایک محکمہ قائم کیا گیا اور باب
عہدہ داروں کا ایک عملہ مقرر ہوا تاکہ ابتدائی اور ثانوی تعلیم کو
ترقی دی جائے۔ ایسی زبانوں کے بارہ میں میکالے صاحب کی
جو پالیسی تھی اس کی خرابیوں کی بھی اس مراسلہ میں اصلاح
بخوینہ کردی گئی۔ کیونکہ قرار یہ پایا کہ انگریزی تعلیم کے ساتھ مقامی
زبان پر بھی خاص توجہ رہنی ضرور ہے اور جس قدر معمولی
تعلیم اس زبان کے ذریعے سے ہو سکتی ہے وہی جائے۔ یہی مراسلہ
آگے چل کر ہندوستان کی یونیورسٹیوں کا سنگ بنیاد بن گیا۔

۱۸۵۴-۱۹۰۱ء اس زمانے میں تعلیم بسرعت پھیلی اور اول اول تو ۱۸۵۴ء
کی بغاوت اور دیگر ناموافق حالات کی وجہ سے کام بہت کم
ہوا۔ ۱۸۵۴ء میں تینوں یونیورسٹیوں میں میٹریکیولیشن کے کل
۲۱۷ امیدوار تھے جدید تعلیم کی اس کامیابی پر از حد خوشی
منائی گئی چنانچہ سرمہتری مین لکھتے ہیں کہ کوئی ذرا اس بات کو
آنکھوں سے دیکھے تو یقین آئے اور سمجھ میں نہیں آتا کہ کونسی
بات زیادہ حیرت انگیز اور عجیب مانی جائے۔ آیا طلبہ کی عجات
جن کی تعداد اب نہیں تو چند سال بعد سینکڑوں کے بجائے
ہزاروں کے حساب سے شمار ہوگی یا طلبہ کا ذوق و شوق
جو وہ تعلیم میں دکھا رہے ہیں۔ میرا تو یہ خیال ہے کہ قرون
وسطیٰ سے لیکر آج تک کسی یورپ کی یونیورسٹی کو یہ بات
نصیب نہیں ہوئی۔ اور کلکتہ سے لیکر لاہور تک ہندوستانوں
کے اعلیٰ طبقے شاید ہی انگریزی حکومت کی کسی بات میں

باب انظار شوق کرتے ہوں جس قدر کہ یونیورسٹی کے امتحانات میں
بارہاں سرنہری مین کے مندرجہ بالا اقوال سے مترشح ہوتا ہے کہ اس
زمانے میں انگریزوں کو جدید تعلیم کی ہر دلعزیزی پر کس قدر
فخر اور ناز تھا۔

بہشتی سے اسی دور میں طریق تعلیم میں کچھ خرابیاں پیدا ہو گئیں
جو کچھ ترقی ہوئی وہ طلبہ کی تعداد میں ہوئی نہ کہ تعلیم کی عمدگی
میں۔ ۱۸۵۷ء ہی میں لارڈ لینسڈون نے متنبہ کر دیا کہ جو
لوگ جدید تعلیم حاصل کر رہے ہیں ان کے ذرائع معاش
ملازمت اور پیشوں میں محدود ہیں اور یہ بڑی خرابی ہے
کہ بہت سے گریجویٹ نا قابل ملازمت نظر آتے ہیں۔ تحقیق
ہوا کہ بہت سے طالب علم محض حافظہ کی کل بن گئے ہیں
مطلب کو بغیر سوچے سمجھے رٹ لیتے اور اس طریق سے ہندوستانی
یونیورسٹیوں سے سند حاصل کر لیتے ہیں۔ ۱۸۵۷ء میں لارڈ پین
نے ایک تحقیقاتی کمیشن مقرر کیا جس کے صدر سر ولیم ہند قرار
پائے اس کمیٹی نے بہت سے تعلیمی مرکزوں کا معائنہ کیا بہت
سے گواہوں پر جرح کی اور کافی تحقیقات کے بعد ایک نہایت
اہم رپورٹ مرتب کر کے پیش کی۔ سب سے ضروری مشورہ
یہ تھا کہ حتی الامکان سرکار اعلیٰ تعلیم کا انتظام براہ راست اپنے
ہاتھ میں نہ رکھے بلکہ مجالس بلادی اور مقامی جماعتوں کے سپرد
کر دے۔ کمیشن کے مشورے سے جو تبدیلی عمل میں آئی وہ غالباً
بے موقع تھی۔ اس پر طرہ یہ کہ اسکولوں اور کالجوں کے منتظموں

کو یہ بھی اجازت مل گئی کہ وہ چاہیں تو نویس میں تخفیف کر دیں باب ان سہولتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ طلبہ کی تعداد میں بہت اضافہ باضواں ہو گیا مگر تعلیم کا معیار بہت گر گیا یہاں تک کہ اس کی شکایت عام ہو گئی۔

چوتھا دور جبکہ اصلاح اور ترمیمات عمل میں آئیں ۱۹۷۶ء لارڈ کرزن شروع ہوتا ہے لارڈ کرزن وائسرائے تھے اور انہوں نے قیام اور تعلیم کوشش تعلیمی اصلاحات پر صرف کی۔ ایک تعلیمی مشیر مقرر کیا گیا جو ڈائریکٹر جنرل یا صدر ناظم تعلیمات کہلاتا ہے اور اب کوشش تعلیمات کہتے ہیں ایک تحقیقاتی کمیشن نے ہندوستان میں دورہ کیا اور ہندوستانی یونیورسٹیوں کی حالت اور ان کی ضروریات کے متعلق ایک نہایت قابل قدر رپورٹ تیار کی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ۱۹۷۶ء میں یونیورسٹی کا قانون پاس ہو گیا۔ ۱۹۷۶ء میں تعلیمی ضروریات اس قدر بڑھ گئی کہ گورنر جنرل کی کونسل میں ایک ممبر تعلیم کا اضافہ کیا گیا ہندوستان کی یونیورسٹیاں سرکاری منشور کی رو سے قائم یونیورسٹیاں ہوئی ہیں اس بنا پر اگر ان کے دستور میں کسی اصلاح کی ضرورت پیش آئے تو اول قانون میں ترمیم کرنا ضروری ہے۔

کلکتہ یونیورسٹی میں تو خود گورنر جنرل چانسلر ہوتا ہے اور باقی یونیورسٹیوں میں صوبہ کے اعلیٰ حاکم یعنی گورنر یا لفٹنٹ گورنر چانسلر ہوتے ہیں یونیورسٹی کی انتظامی جماعت سنڈکیٹ کہلاتی ہے اس کا صدر وائس چانسلر ہوتا ہے جس کو سرکار نامزد کرتی ہے۔ ناظم تعلیمات تو سرکاری ممبر شمار ہوتا ہے مگر سنڈکیٹ کے باقی ممبر علم

باب کی مختلف جماعتوں کی طرف سے منتخب ہوتے ہیں۔ رجسٹرار کو سینٹ بارعواں مقرر کرتی ہے اس کا نام یہ ہے کہ سینٹ اور سنڈکیٹ کے اجلاس کی روئداد مرتب کرے اور یونیورسٹی کا کل کام بھی اسی کے ذمہ ہے علاوہ انہیں ایسی مجالس قائم ہیں جو کتب نصاب تجویز کرتی ہیں اور درس کی بھی عام نگرانی رکھتی ہیں یونیورسٹی کی مجلس وضع قوانین سینٹ کہلاتی ہے اس کے بیشتر ممبر تو سرکار نامزد کرتی ہے۔ اور کچھ گریجویٹوں اور علما کی جماعتوں کی طرف سے بھی منتخب ہوتے ہیں۔ سینٹ چاہے یونیورسٹی کے متعلق کوئی تحریک پاس کر دے لیکن چانسلر کو تحریکوں کی منسوخی کا اختیار حاصل ہے اس صدی کے شروع میں یونیورسٹی کی تنظیم میں چند نقص پیدا ہو گئے۔ سینٹ اس قدر بڑھ گئی تھی کہ اس کا سنبھالنا دشوار تھا مثلاً بی بی یونیورسٹی کی سینٹ میں ممبروں کی تعداد تیس سو دس تک پہنچ چکی تھی نتیجہ یہ ہوا کہ یونیورسٹیاں حال کی تعلیمی جدتوں کا ساتھ نہ دے سکیں اور طرح طرح کی ضروری اصلاحوں میں بھی تاخیر ہونے لگی سلفیاء کے قانون یونیورسٹی کی بنا پر کچھ تبدیلیاں عمل میں آئی ہیں ہر یونیورسٹی میں سینٹ کے ممبروں کی زیادہ سے زیادہ تعداد سو مقرر ہو گئی ہے اور یہ بھی بندوبست ہو گیا کہ جو لوگ تعلیم کے کام میں مشغول ہیں ان کی خاص تعداد سنڈکیٹ کی ممبری کے لئے منتخب ہوا کرے۔ البتہ بنارس اور میسور کی جدید یونیورسٹیوں کے دستور کسی قدر مختلف ہیں۔

یونیورسٹی کے قانون میں ایسے کالجوں کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے

جو یونیورسٹی کے ساتھ ملحق ہیں اور جن میں سے اکثر کسی قدر ناقص باب حالت میں تھے۔ اب تک یونیورسٹی ایک متعن جماعت تھی جس نے باضواں ہر امتحان کا ایک میار مقرر کر دیا تھا اور بس۔ لیکن یونیورسٹی کی طرف سے ملحقہ کالجوں کا معاینہ ہونے لگا تو یونیورسٹی کو ان کالجوں کی اصلاح کرنے کا موقع بھی مل گیا۔ اب قرائن ایسے نظر آتے ہیں کہ آگے چل کر یونیورسٹی دوسرے کام اور فرائض بھی اپنے ذمہ لے لے گی۔ لارڈ ہارڈنگ کا قول ہے کہ محض متعن یونیورسٹی سے ترقی پذیر ہندوستان کا کام نہیں چل سکتا۔ چنانچہ ڈھاکے میں ایک درسی یونیورسٹی قائم کرنے کا اہتمام ہو رہا ہے جس سے ایک خاص تجربہ ہو جائے گا اور وہ آئندہ تعلیم گاہوں کے واسطے نمونے کا کام دے گی۔

مختلف یونیورسٹیوں کے نصاب درس میں فروعی اختلافات نصاب درس تو ضرور ہیں لیکن اصول سب کے یکساں ہیں علوم اور سائنس اور امتحانات میں وہی چار سال کا نصاب ہے۔ درمیان میں امتحان ہوتا ہے جس کو انٹرمیڈیٹ یا ایف، اے، کا امتحان کہتے ہیں چار سال کے آخر میں بی اے کا امتحان ہوتا ہے یہی قاعدہ سائنس میں رائج ہے۔ اس کے امتحان ایف، ایس، سی، اور بی، ایس، سی، کہلاتے ہیں۔ آنرز یعنی امتیازی امتحان کے قواعد مختلف ہیں۔ کلکتہ میں امتیازی اور معمولی امتحانوں کے نصاب جُدا جُدا ہیں۔ بمبئی میں امتیازی امتحان کے اگلے ہی سال امتیازی نصاب پڑھنا پڑتا ہے۔ بی، اے کی سند حاصل کرنے کے بعد ایک یا دو

باب سال بعد ایم۔ اے، کا امتحان دینا پڑتا ہے۔ مدارس میں امتیازی امتحان بارصوال بھی قریب قریب ایم، اے کا ہیلہ شمار ہوتا ہے۔ بی، ایل، یا

ایل، ایل، بی کی سند صرف گریجویٹڈن کو مل سکتی ہے۔ اور

بھی قسم قسم کے نصاب ہیں۔ مثلاً زراعت، طب، انجینیری، ان کے

متعلق قاعدہ یہ ہے کہ امیدوار اول، سال، دو سال کسی علمی

کالج میں شریک رہ کے اس کے بعد حرفتی کالج میں داخل ہو

صنعتی تعلیم تھوڑے ہی دنوں کی بات ہے کہ صنعتی تعلیم گاہیں بڑے بڑے

بیمانوں پر جاری ہوئی ہیں اکثر جگہ صنعتی مدارس میں مگر وہاں

کی تعلیم نا کافی ہے۔ اس میں بعض مدارس کو سرکار سنبھالے

ہوئے ہے بعض کو بلدیات یا مقامی مجالس امداد دیتی ہیں اور

بعض چندے سے چلتے ہیں جو خانگی مدارس کہلاتے ہیں۔ صنعتی

تعلیم گاہوں میں غالباً وکٹوریا ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ سب سے پیش

پیش ہے۔ جو ملکہ وکٹوریا کی جوہلی کی یادگار میں قائم ہوا تھا

اس میں طلبہ کو سائنس کی باتیں سمجھائی جاتی ہیں تاکہ وہ کسی

صنعت میں کام کر سکیں۔ مسٹر ٹانا آہنجانی کی فیاضی سے ایک

انسٹی ٹیوٹ آف سائنس بنگلور میں قائم ہوا اس میں بی، اے

کے بعد درس اور تحقیق کا موقع ملتا ہے۔ سرکار کی طرف سے

مدارس صنعت و حرفت پریزیڈنسی شہروں اور لاہور میں جاری

ہیں طلبہ کو نہ صرف نقاشی، سنگ تراشی، اور معماری کے کام

سکھائے جاتے ہیں بلکہ دوسرے فنون اور پیشوں کی بھی تعلیم ہوتی

ہے۔ مثلاً کوزہ گری، آہن گری، چوبی کندہ کاری، میناری، اور طلائی

و تقریبی کام، انجینری کے کالج بھی موجود ہیں ان سب میں ٹماس باب
کالج رڑکی سب سے زیادہ قدیم ہے جو اپنے بانی کے نام سے بارہواں
مشہور ہے۔ شمالی مغربی صوبے کے لفٹ گورنر نے اس کو عسکری
میں قائم کیا تھا۔ ایسے ہی کالج اور بھی ہیں مثلاً جنگال میں
سپور کالج، پونا میں کالج آف سائنس، انجینیئر کالج مدراس میں
طلبہ کو یا تو بج کے کارخانوں میں تربیت دی جاتی ہے یا محکمہ
تعمیرات میں ایک محکمہ کار آموزی کا، اور ایک کلاس دستکاروں
کی بھی موجود ہے جہاں پیشترہ عملی قسم کی تعلیم ہوتی ہے شمالی
ہندوستان میں بمقام دیرہ دون جنگلات کا مدرسہ قائم ہے کچھ
دنوں سے زراعتی کالجوں میں عالماہ طریق کاشت کی تعلیم میں
بہت ترقی نظر آتی ہے اور صوبہ بہار و اڑیسہ میں بمقام
پوسہ ایک عظیم الشان کالج موجود ہے جہاں خاص طور پر زراعت
کے متعلق طرح طرح کی تحقیقات رہتی ہے تجارتی تعلیم کی طرف
بھی توجہ ہو رہی ہے چنانچہ اسکول فائنل کے امتحان میں بھی
کھاتہ خلاصہ نویسی، اور خط و کتابت جیسے کار و باری مضمون
بھی نصاب میں داخل ہیں تو باقاعدہ تجارت کی
سند میں ہے، طبی اسکول اور کالج بھی قائم ہیں
جن میں بہت سے طلبہ شریک ہوتے ہیں یہ تعلیم گاہیں مختلف
یونیورسٹیوں کے ماتحت طبی علوم کی تعلیم دیتی ہیں اور بڑے بڑے
شفاخانوں میں خود طبی کالج کے پروفیسر طلبہ کو جراحی کا
کام سکھاتے ہیں۔

سرکار انگریزی کی یہ پالیسی ہے کہ مذہبی معاملات میں دخل نہ دے سرکاری اسکول اور کالجوں میں کسی قسم کی مذہبی تعلیم نہیں دیتی جاتی البتہ اداوی کالجوں میں مذہبی تعلیم کی کوئی ممانعت نہیں صرف یہی شرط ہے کہ غیر مذہبی تعلیم عمدہ طور پر ہو۔ سرولینٹائن جبریل کا خیال ہے کہ ایک قسم کی ناقص تعلیم بے احتیاطی سے پھیل رہی ہے جو نہ تو ذہانت پر مبنی ہے اور نہ جس میں کوئی اخلاقی اور مذہبی خوبی ہے یہ بہت اہم اور غور طلب رائے ہے اور دوسرے اہل الرائے بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ اس معاملے میں سرکار بالکل بے پروا ہے بلکہ طلبہ کی اخلاقی تعلیم اور اصلاح مذاق کے واسطے بہت کچھ اہتمام ہوتا رہا ہے بہت سے عیسائی کالج موجود ہیں جہاں مذہبی تعلیم ہوتی ہے۔ سرسید احمد خاں مرحوم نے علیگڑھ میں ایک کالج قائم کیا جہاں مسلمانوں کو دینی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ ہندوؤں کی بنارس یونیورسٹی موجود ہے جس کا سنگ بنیاد ۱۸۶۷ء میں لارڈ ہارڈنگ نے نصب کیا دارالاقامون میں بھی طرح طرح کی اصلاحات ہوئیں طبی نگران کاروں و دیگر منتظمین کا خیال ہے کہ خاصکر کلکتہ اور عام طور پر دوسرے مقامات کے دارالاقامون میں طلبہ کی ایسی زندگی بسر ہوتی ہے کہ اُن طلبہ کی صحت اور اخلاق پر اس کا بڑا اثر پڑتا ہے۔ کلکتہ میں یونیورسٹی کی طرف سے معائنہ ہوتا رہتا ہے اور ہندوستان بھر میں غیر سرکاری انجمنوں کی نیز سرکار کی طرف سے عمدہ عمدہ

باب
پڑھنا
مدرس

وارال قائم ہوتے جاتے ہیں -

اسکول کا اہتمام اور نگرانی خاص طور پر سرکار کے ذمے ہے سرانڈریو فریزر نے مدرس کے معاملے میں سرکار کی پالیسی مختصراً یوں بیان فرمائی ہے۔ ۱۸۷۷ء کی تعلیمی کمیشن نے یہ مشورہ دیا تھا کہ ثانوی اور اعلیٰ تعلیم بتدریج لوگوں کی ذاتی کوشش اور الوالغزنی پر چھوڑ دی جائے اور گورنمنٹ کو اس معاملے میں مسابقت کے بجائے کنارہ کشی کرنی مناسب ہے۔ اب بالعموم اس مشورے کے مطابق عمل درآمد ہو رہا ہے لیکن اس پالیسی کے ساتھ سرکار اس اصول کی پابندی بھی ضروری سمجھتی ہے کہ تعلیم کے شعبہ میں وہ کچھ تعلیم گاہیں اپنی طرف سے قائم رکھے تاکہ خانگی تعلیم گاہوں کے واسطے نمونے کام دیں اور ان کے ذریعے سے تعلیم میں اعلیٰ معیار قائم رہے ذاتی انتظام سے دلکش ہونے کے بعد بھی سرکار کے لئے ضرور ہے کہ خاص نگرانی کے ذریعے سے عام تعلیم گاہوں پر اپنا قابو رکھے سرانڈریو فریزر کے مندرجہ بالا قول کی اس سے تصدیق ہوتی ہے کہ بہت تھوڑی تعلیم گاہیں سرکاری ہیں ورنہ بیشتر یا تو بلدیوں یا مقامی مجلسوں یا عام لوگوں یا عیسائی انجمنوں کے ہاتھ میں ہیں البتہ ان کو سرکاری امداد مل سکتی اور ملتی ہے پہلے تو امداد اچھے نتائج کی بنا پر دی جاتی تھی لیکن یہ طریق نہ تو انگلستان میں اچھا ثابت ہوا اور نہ ہندوستان میں موجودہ پالیسی یہ ہے کہ اسکول کی عام حالت کے لحاظ سے مدد دی جاتی ہے اور اس کا

باب
باصول

ثانوی
تعلیم

خاص خیال رہتا ہے کہ مدرسوں کی تنخواہوں عمارتوں اور متفرق ضروری سامان میں کس قدر رقم خرچ ہوتی ہے۔

ثانوی مدارس کی دو قسمیں ہیں انگریزی دسی، اور خالص دسی، پہلی قسم کے مدارس میں چھوٹے درجوں میں تو انگریزی بطور ایک مضمون کے پڑھائی جاتی ہے اور بڑے درجوں میں وہی ذریعہ تعلیم بن جاتی ہے دوسری قسم کے مدارس میں انگریزی کی تعلیم ہوتی ہی نہیں ثانوی مدارس کی ایک اور لحاظ سے بھی دو قسمیں ہیں۔ مڈل اسکول، اور ہائی اسکول، جن کو مدرسہ سطحیہ اور فوقانیہ بھی کہتے ہیں۔ مڈل میں بچوں کو ثانوی نصاب کے ابتدائی مدارج کی تعلیم ہوتی ہے اور ہائی اسکول میں طلبہ میٹرکولیشن اور اسکول فائنل امتحان کے لئے تیار ہوتے ہیں چونکہ بمبئی اور مدارس کے احاطوں میں دسی زبانوں کے ہائی اسکول موجود نہیں دسی مڈل اسکول بھی پرائمری اسکول یا تختانیہ مدارس میں شمار ہوتے ہیں۔ اگرچہ ان میں اعلیٰ درجہ تک دسی زبان کی تعلیم ہوتی ہے اور وہاں سے طلبہ ورنیکلر فائنل امتحان پاس کر کے نکلتے ہیں۔ اندازہ یہ ہے کہ پہلے بچے پانچ چھ سال تختانیہ مدرسہ میں پڑھے گا اس کے بعد یا کسی سطحیہ اور فوقانیہ مدرسہ میں اس کی رسائی ہوگی ہوشیار لڑکے تو سولہ سال کی عمر میں میٹرکولیشن پاس کر لیتے ہیں لیکن بالعموم اس درجہ تک پہنچنے کے واسطے دو ایک سال اور درکار ہوتے ہیں۔ میٹرکولیشن کے امیدواروں کی تعداد ازحد

بڑھ گئی ہے اور بہت سے ماہرین تعلیم کا خیال ہے کہ اس امتحان کا نصاب تعلیم ہرگز ان طلبہ کے مناسب حال نہیں جو بعد کو کالج میں شریک بنوں اسی بنا پر بعض صوبوں میں اسکول فائنل امتحان جاری کر دیا گیا ہے۔ جس میں زیادہ علمی عملی تعلیم دی جاتی ہے اور کار و باری زندگی میں شریک ہونے کی قابلیت جو لڑکے میں پیدا ہوگئی ہو اس کا خوب اندازہ ہوتا ہے بعض صوبوں میں مثلاً بیٹی میں سرکاری ملازمت کے واسطے بھی اسکول فائنل امتحان کی کامیابی ضروری سمجھی جاتی ہے

و خالف کا ایک باقاعدہ طریق جاری ہے جس کے مطابق وظائف ذہین طلبہ ابتدائی مدرسے سے لیکر کالج تک وظیفہ پاسکتے ہیں حتیٰ کہ وہ گریجویٹ ہو جائیں نیز سرکار اور یونیورسٹیوں اور عام انجمنوں کے پاس ایسی رقمیں موجود ہیں جن میں سے طلبہ کو ولایت کی تعلیم کے لئے وظیفہ دیا جاتا ہے دفتر ہند میں ایک محکمہ خاص اس کام کے لئے قائم ہے کہ ہندوستانی طلبہ کو ولایت میں ضروری معلومات اور مشورے سے مدد دے۔

سرکار کے تعلیمی مصارف میں برابر اضافہ ہو رہا ہے۔ اس صدی شروع مالہ سال میں مصارف کی مقدار پانچ لاکھ چھتر ہزار پونڈ تھی جو ۱۳۱۵ء میں بڑھ کر چوبیس لاکھ چھتیس ہزار نو سو پونڈ ہوگئی اور مزید اضافہ اب بھی ناگزیر ہے بلدیات اور مقامی مجالس تعلیم میں جو کچھ روپیہ صرف کرتی ہیں وہ اس رقم کے علاوہ ہے تعلیمی کا طریق ہر صوبہ میں جدا جدا ہے بنگال میں تو عام طور پر خانگی مدارس قائم ہیں طلبہ کی فیس کے علاوہ ان کو سرکاری امداد بھی ملتی ہے بیٹی میں اور

تعلیم یوں تو صوبہ واری حکومتوں کے تحت میں ہے باب
 گورنر جنرل کی کونسل میں بھی ایک ممبر موجود ہے جو بارہواں
 صوبوں کے تعلیمی محکموں پر عام نگرانی رکھتا ہے۔ ہر
 صوبے میں ایک ناظم تعلیمات رہتا ہے اور اس کی
 ماتحتی میں بہت سے پروفیسر، انسپکٹر اور مدرس کام
 کرتے ہیں محکمہ تعلیمات میں بھی عمدہ اداروں کے تین
 طبقے ہیں۔ انڈین ایجوکیشن سروس یعنی شاہی تعلیمی خدمت
 پراونشیل سروس یعنی صوبہ واری خدمت اور سب آرڈنٹ
 سروس یعنی ماتحت خدمت طبقہ اول کے عمدہ دار ولایت
 سے لئے جاتے ہیں باقی دو طبقوں کے ہندوستان
 سے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے، ہر یونیورسٹی کا اپنا
 جدا جدا انتظام ہے۔ البتہ ناظم تعلیمات ہر جگہ سنڈیکیٹ
 اور سنٹ کا سرکاری ممبر شمار ہوتا ہے۔ نیز بہت سے
 پروفیسر سنٹ اور سنڈیکیٹ میں شریک رہتے ہیں۔
 بغرض سعاہیہ ہر صوبے میں بہت سے حلقے قرار دئے گئے
 ہیں۔ ہر حلقہ ایک انسپکٹر کی نگرانی میں رہتا ہے
 البتہ یوروپین کے واسطے ہر صوبے میں ایک ایک
 انسپکٹر مقرر ہے۔

گورنمنٹ کو یہ بہت فکر لگی رہتی ہے کہ مدارس میں قابل مدرس
 اطمینان اور کار گزار معلم کام کریں مدرسوں کے مشاہرے
 بہت قلیل ہیں۔ اس بنا پر اندیشہ ہوتا ہے کہ جیسے معزز

باب اور ذہیں لوگ اس صیغہ کے لئے درکار ہیں وہ اس میں شریک
بارھوں ہونا گوارا نہ کریں گے بعض صوبوں میں سرکار کی طرف سے ثانوی
مدرسوں کے ٹریننگ کالج قائم ہیں جہاں ان کو تعلیم دینا
سکھایا جاتا ہے۔

یورپین اسکول جن یورپین لوگوں نے ہندوستان میں بود و باش اختیار
کر لی ہے ان کے اور نیز یوروشین لوگوں کے لڑکوں اور
لڑکیوں کی تعلیم میں بہت وقت پیش آرہی ہے۔ جب سے
ہندوستان میں تعلیم کی حالت درست ہوئی شروع ہوئی
جن عہدوں کے واسطے انگریزی دانی کی شرط تھی ان کے لڑکوں
کے واسطے مخصوص نہیں مزید براں وہ اپنی اعلیٰ طرز معاشر
کی وجہ سے اپنے ہم ییافت ہندوستانی کے مقابل زیادہ تنخواہ
کے طالب ہوتے ہیں لارڈ کرزن کا مقولہ ہے کہ ہر دانشور
نے اس مسئلہ پر غور کیا مگر باوجود ہمدردی کے کچھ نہ کر سکا
تاہم اس بارے میں آجکل بہت کچھ سعی کی گئی ہے۔ ہر صوبہ
میں یورپین اسکولوں کے لئے ایک ایک انسپکٹر مقرر ہوا ہے
جو اپنے تحت کے کل مدارس میں سرکاری امداد تقسیم کرتا ہے
اور تعلیم کو ترقی دینے کی کوشش کرتا رہتا۔ اکثر صوبوں میں
یورپین اسکول فائل امتحان ہوتا ہے جو بعض حالتوں میں
یٹرکیویشن کا ہم پلہ مانا جاتا ہے بعض اسکولوں میں کیمبرج
لوکل امتحان کی تیاری ہوتی ہے لیکن قسم قسم کے امتحانات
بھی ایک بڑی خرابی کا باعث تصور ہوتے ہیں یورپین لوگوں

کے واسطے تعلیم کو ہندوستان میں ترقی دینے کی غرض سے ایک باب صاحب نے سلسلہء میں بہت بڑا عطیہ دیا تھا اور اس سلسلے بارہواں میں ہندوستان اور ولایت میں عوام سے بھی چندہ اور امداد کی استدعا کی گئی تھی۔

اب تک تو سرکار نے تعلیم نسواں میں زیادہ مدد دی نہیں حالانکہ سلسلہء کی کیشن نے سفارش کی تھی کہ تعلیم سرکار کی خاص توجہ اور فیاضی کی مستحق ہے۔ لیکن جو لوگ اس میدان میں اصلاح کا بیڑہ اٹھائیں ان کو طرح طرح کی دشواریوں کا سامنا ہوگا۔ اول تو استانیاں کم ملتی ہیں۔ دوسرے سر جان اسٹیجی کا قول ہے کہ ہندوستان میں جو مختصر جماعت مغربی خیالات کے زیر اثر ہے ان کو بھی یہ بات عجیب معلوم ہوتی ہے کہ لڑکیاں مدرسوں میں لڑکوں کی طرح تعلیم پائیں تاہم چند سال سے تعلیم نسواں کچھ کچھ پھیل رہی ہے۔ لڑکیوں کے ابتدائی اور ثانوی مدرسے جاری ہیں اور کہیں کہیں لڑکیاں لڑکوں کے پہلو بہ پہلو یونیورسٹی کی سند کے لئے تعلیم پا رہی ہیں۔ آیا لڑکے اور لڑکیوں کا ساتھ ساتھ پڑھنا جیسا کہ یورپ وغیرہ میں رواج ہے۔ ہندوستان کے مناسب حال ہے یا نہیں یہ بحث یہاں غیر ضروری ہے لیکن عام رجحان اسی طرف ہے کہ لڑکیوں کے لئے جداگانہ کالج قائم ہوں چنانچہ مدراس میں ایسے دو کالج پہلے سے موجود ہیں اور کالج کلکتہ میں بمبئی میں بھی الگرنڈرا نیوگرلز انجمنس انسٹی ٹیوشن

باب ایک مشہور مدرسہ ہے جو بہ یادگار کتھنائی ملک معظم ایڈورڈوئم
 بارٹواں سٹوڈنٹس میں قائم ہوا۔ لیڈی ہارڈنگک آبنجانی کی یادگار میں
 ایک زنانہ طبیہ کالج دہلی میں قائم ہو رہا ہے۔ جس کے نئے لوگوں
 نے دل کھول کر چندہ دیا ہے۔

تیرھواں باب

طبی امداد اور صفائی

اصلاح کی
دشواریاں

سرکار کے جس قدر ٹکے ہیں۔ ان میں طبی امداد اور صفائی کا محکمہ غالباً سب سے زیادہ اہم ہے۔ اور ساتھ ہی اس کا کام بھی وقت طلب ہے یورپ کے مقابل ہندوستان کی طرز ماند و بود حفظ صحت کے لئے زیادہ موافق نہیں ہے اس کے سوا بیماریوں کے مقابلے کی طاقت بھی لوگوں کے جسم میں بہت کم ہے۔ کم عمری کی شادیوں کا مشرق میں بہت رواج ہے اور اس کا مضر اثر والدین کے علاوہ اولاد پر بھی پڑتا ہے صحت کے لئے موافق اور مقوی غذا بھی ضروری ہے۔ ہندوستان میں کھانا پکانے کے قدیم طریق اب تک رائج ہیں۔ کھانا دیر ہضم ہوتا ہے جس کی وجہ سے صحت کو نقصاں پہنچتا ہے۔ افلاس اور تنگدستی کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو نہ پیٹ بھر کھانا ملتا ہے۔ نہ پہنے کو کافی لباس اور نہ رہنے کے قابل مکان۔ بچوں کی شرح اموات

باب اس قدر بڑھی ہوئی ہے کہ تشویش ہوتی ہے۔ اس خرابی کے بہت سے تیروں اسباب ہیں۔ کم عمری کی شادی۔ ماؤں کی جہالت۔ غذا کی قلت گرد و نواح کی گندگی۔ اور ماؤں کا وضع حمل کے زمانے تک جسمانی محنت میں لگا رہنا۔ انتظام صفائی ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں میں ابتدائی حالت میں ہے اور دیہات و اضلاع میں تو ان کا پتہ بھی نہیں۔ دیہات کے اکثر مکانات میں ہوا کافی نہیں پہنچ سکتی اور ان میں لوگ گنجائش سے زیادہ بھرے رہتے ہیں اور دیہات کے اندر اور آس پاس گندگی پھیلی رہتی ہے۔ کہیں مویشی کھڑے ہیں۔ کہیں گھاس پھوس پڑا سڑ رہا ہے۔ اور کہیں گڑبھوں میں رکھا ہوا پانی ہوا کو خراب کر رہا ہے گاؤں کے ایک ہی تالاب کا پانی منانے دھونے کھانے پکانے اور پینے کے کام آتا ہے۔ پھر وہ کس طرح صاف رہ سکتا ہے۔ ایک طرف تو جموں میں قوتِ دافعہ کم اور دوسری طرف طرزِ ماند اس قدر مخرب صحت۔ نتیجہ یہ ہے کہ ہندوستان میں شرحِ اموات بہت بڑھی ہوئی ہے۔ اور بیماری و خرابی صحت بہت عام ہے۔ تاہم اصلاح کی کوشش برابر ہو رہی ہے۔ موجودہ خرابی کا باعث یہ نہیں کہ سرکار یا اس کے طبی عہدہ دار کوشش میں کمی کرتے ہوں اس صدی کے شروع سال میں طبی حکمہ کے لئے ساڑھے چھ لاکھ پونڈ منظور ہوئے تھے۔ لیکن دو ہی سال بعد نو لاکھ تک نوبت پہنچ گئی بلڈے اور مقامی مجالسِ طبی امداد میں جس قدر رقم صرف

کرتی ہیں وہ اس کے علاوہ رہی۔ جو لوگ شہروں میں رہتے ہیں وہ اسی بات کی تصدیق کر سکتے ہیں کہ وہاں کس قدر تیرحوال اصلاح اور ترقی ہوئی علاوہ انہیں صدیوں کی روایات اور ادنیٰ طبقوں کے توہمات و جہالت کے خلاف اصلاح کے خیال سے جو کوشش جاری ہے اس کے نتیجے کو بھی ہم نامی سے تعبیر نہیں کر سکتے اس میں کچھ نہ کچھ کامیابی ضرور ہو رہی ہے۔

زیادہ اہم طبی خدمات پر جو لوگ مقرر ہوتے ہیں وہ طبی خدمات انڈین میڈیکل سروس یا شاہی طبی خدمت کے رکن شمار ہوتے ہیں۔ یہ لوگ ولایت میں امتحان مقابلہ کے ذریعے سے بھرتی کئے جاتے ہیں۔ کچھ ہندوستانی بھی اس مقابلے میں کامیابی حاصل کر چکے ہیں۔ شروع شروع میں اس خدمت کی تین شاخیں تھیں جو بنگال، مدراس اور بمبئی کی افواج سے جدا جدا تعلق رکھتی تھیں لیکن بعد میں یہ تفریق مٹ کر سب خدمات ایک ہو گئیں سب سے اول مساعدا میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے اپنے ملازمین اور قومی رسالوں کے علاج معالجے کی غرض سے بنگال میں طبی خدمت کا طریق نکالا۔ اگرچہ طبی عہدہ وار بھی کمیشن یافتہ ہوتے ہیں۔ لیکن جیسا کہ آگے چل کر واضح ہو گا۔ فوجی کام کے بجائے یہ لوگ اکثر رسول خدمت انجام دیتے ہیں۔ ان کی فوجی خدمات ہندوستانی فوج تک محدود رہتی ہیں۔ کیونکہ انگریزی رسالے ہندوستان میں رہتے ہیں رائل آرمی میڈیکل کور بمبئی

باب شاہی فوجی طبی جماعت کے عہدہ دار ان کی طبی ضروریات کے
تیرہواں نگران رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ فوجی اور سول سب آرڈنیٹ
سروس یعنی ماتحت خدمات ہیں جن میں ہندوستان کے وہ لوگ
بھرتی کئے جاتے ہیں جو یہاں کے طبی کالجوں میں تعلیم پا کر
ضروری امتحانات پاس کر چکے ہوں ماتحت خدمت کے اعلیٰ عہدہ
بڑے بڑے شفا خانوں میں اسسٹنٹ سرجن کا کام کرتے ہیں
یا چھوٹے شفا خانے ان کے سپرد کر دیے جاتے ہیں۔ اور بعض
حالات میں وہ انڈین میڈیکل سروس شاہی طبی خدمت کے
عہدوں پر بھی ترقی پا جاتے ہیں۔ طبی محکمہ میں سب آرڈنیٹ
سروس سے وہی سروس مراد ہے جو دیگر محکموں میں پرائونٹیل یا
صوبہ داری کہلاتی ہے۔

طبی انتظام صوبہ داری حکومتوں کے تحت میں ہے۔ اس
محکمے کا اعلیٰ حاکم مدراس۔ بنگال اور بمبئی میں تو سرجن جنرل کہلاتا
ہے اور انسپکٹر جنرل آف سول ہسپتالز باقی صوبوں میں۔ اکثر
صوبوں کے صدر مقام میں کشنر صفائی بھی رہتا ہے جو کل
صوبہ میں صفائی کے معاملات کی دیکھ بھال رکھتا ہے ہر ضلع
میں طبی صینہ اور صفائی کا اہتمام ایک سول سرجن کے سپرد ہے
جو مقامی حکام کو شفا خانوں اور دوا خانوں کے انتظام مدد دیتا
ہے۔ لیکن بمبئی میں کچھ نائب کشنر صفائی بھی مقرر ہیں جن کا
امور صحت عامہ سے واسطہ رہتا ہے۔ انڈین میڈیکل سروس کا
ڈائریکٹر جنرل حکومت ہند کے ماتحت ہوتا ہے۔ اس کا کام یہ ہے

کہ کل ہندوستان میں طبی کاموں کی نگرانی کرے۔ ایک کشنر باب صفائی بھی اس کام کے لئے مقرر ہے کہ حکومت ہند کو ان چیزوں معاملات میں شورہ دے۔

ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں میں بعض شفاخانے سو سال سے بھی زیادہ قدیم ہیں۔ لیکن عام طور پر شفاخانے اور دوا خانے گذشتہ چالیس سال کے اندر اندر قائم ہوئے سابق میں بہت کچھ دقتوں کا سامنا ہوا۔ طبی عہدہ داروں کی قلت تھی۔ ہندوستانی لوگ مغربی طریق علاج سے بالکل ناواقف تھے۔ اور اگرچہ نج کے طور پر لوگوں نے روپیہ دینے میں بہت فیاضی دکھائی تاہم سرمایہ کی از حد کمی تھی۔ آجکل کے بیشتر شفاخانے سرکاری نگرانی میں ہیں۔ ان کو صوبہ داری۔ اضلاع اور بلدی سرمایوں اور نیز نج کے چندوں سے مالی مدد ملتی ہے طبی امداد کی بہمرسانی میں کچھ روز سے مقامی حکام بھی روزانہوں توجہ کر رہے ہیں۔ چنانچہ تخمینہ یہ ہے کہ مقامی مجالس اور بلڈسٹے یا طبی امداد اور صفائی کے مصارف میں بقدر ۳۴۴ فی صدی شریک ہیں۔ کچھ شفاخانے نج کے طور پر بھی قائم ہیں اور بعض کا ریلوے اور پولیس کے جیسے سرکاری محکموں سے تعلق ہے۔ احاطہ بمبئی میں ۱۹۱۹ء میں ۷۴۷ شفاخانے موجود تھے جن میں سے ۲۷۹ تو مقامی اور بلدی سرمایوں سے چلتے تھے ۷۴ سرکار کی طرف سے جاری تھے۔ اور باقی نج کے طور پر قائم تھے۔ لیکن دوسرے صوبوں میں نج کے شفاخانوں کی تعداد

باب
تیرھواں

اس قدر زیادہ نہیں تھی جتنی کہ بمبئی میں ہے۔ ہر مستقر ضلع میں ڈسٹرکٹ سرجن کی نگرانی میں ایک شفا خانہ قائم ہے جہاں زیادہ نازک علاج ہوتے ہیں پیریڈنٹی شہروں میں تو بہت ہی بڑے شفا خانے ہیں جن میں زیادہ تر انڈین میڈیکل سروس کے عمدہ دار کام کرتے ہیں۔ طبی کالجوں سے بھی بڑے بڑے شفا خانے ملحق جن کالج کے پروفیسر ہی علاج معالجہ کرتے ہیں گرانٹ میڈیکل کالج بمبئی میں پانچ سال درس پانے کے بعد بمبئی یونیورسٹی سے طبی سند مل سکتی ہے طلبہ جمشید جی بھائی کے شفا خانے میں کام سیکھتے ہیں جہاں احاطہ بھر کے سربراہان سرجن بڑے بڑے دشوار اعمال جراحی انجام دیتے ہیں ۱۹۱۳ء میں جہاں احاطہ بمبئی کے شفا خانوں میں ۲۳۵۵۲۰ مریضوں کا علاج ہوا۔ لیکن ان میں بہت بڑی تعداد بیرونی مریضوں کی تعداد صرف ۵۹۸۶۸ تھی۔ جن میں سے ۵۲۲۱ فوت ہوئے گویا شرح اموات ۸.۶ رہی۔

زمانے
شفا خانے

سرکار کو مستورات کے علاج کے معاملہ میں بہت وقت آرہی ہے۔ ہندوستان میں بالخصوص اعلیٰ طباقوں کی مستورات رسم پردے کی وجہ سے ان شفا خانوں میں نہیں جاتیں کیونکہ وہاں مرد معالج ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ مستورات میں امراض کی کثرت ہے۔ ۱۹۱۴ء میں کاؤنٹیس ڈفرن نے ہندوستانی مستورات کو طبی امداد بہم پہنچانے کی غرض سے ایک نیشنل ایسوشیشن یعنی انجمن قائم کی اور اس کا رخیر کو لیڈی گریڈ اور

دوسرے ولیسراؤں کی بیگمات برابر ترقی دیتی ہیں۔ یہ انجن نچ باب کے چندوں سے چلتی ہے کبھی کبھی سرکار سے بھی مدد مل جاتی تیرھواں ہے۔ سر جان ایسٹرچی نے اس انجن کے اغراض و مقاصد اور کام کو یوں بیان کیا ہے۔

اس انجن کی ایک غرض تو یہ ہے کہ بڑے پیمانے پر ہندوستان میں عورتوں کو ایسی تعلیم و تربیت دینے کا اہتمام کرے کہ وہ ڈاکٹر ہسپتال اسسٹنٹ۔ نرس یعنی تیماردار اور دایہ اور قابلہ۔ کے کام اچھی طرح پر دینے کے قابل بن جائیں۔ دوسرے یہ کہ مستورات ہی کے زیر نگرانی مستورات اور بچوں کے علاج معالجہ کی غرض سے شفاخانے اور دواخانے قائم کئے جائیں۔ موجودہ شفاخانوں میں مستورات کے زیر اہتمام زنانہ وارڈ یا مریض خانے کھولے جائیں۔ اور وہاں کے علاج معالجہ کے واسطے مستورات ہی طبی افسر اور تیماردار مقرر ہوں۔ اور شفاخانوں کے علاوہ نچ کے طبی کام کے لئے تربیت یافتہ تیماردار۔ دایہ۔ اور قابلہ بہم پہنچائی جائیں۔ غرض کہ ہر مناسب طریق سے مستورات کو طبی امداد پہنچانا اس انجن کا اصل مقصد ہے۔

صاحب موصوف کا بیان ہے کہ سن ۱۹۱۹ء میں تین سو زنانہ شفاخانہ اور دواخانے موجود تھے اور بیس لاکھ سے زائد مستورات اور بچوں کا علاج ہوا۔ ۲۸ لیڈی ڈاکٹر و سنایت تعلیم یافتہ اور ماہر تھیں۔ علاوہ ازیں مستورات میں نوے

باب اسسٹنٹ سرجن تھیں اور ایک بڑی جماعت بطور ہاسپٹل
تیھوں اسسٹنٹ کے کام کر رہی تھی۔ اور ۷۰۔۵ ستورات ہندوستان
کے مختلف طبی مدرسوں میں تعلیم بھی پا رہی تھیں۔

شفا خانوں میں جراحی کا کام بہت زیادہ رہتا ہے۔ اور
اس شعبہ میں یہاں بہت نمایاں ترقی ہو رہی ہے۔ سرجنوں
کو اپنے فن میں اعلیٰ درجے کی مہارت حاصل ہے۔ چنانچہ
عمل جراحی میں ان کو جس قدر کامیابی ہوئی ہے اس سے ان کی
قابلیت ظاہر ہے۔ ۱۹۳۳ء میں بمبئی میں ۹۰۰۷۷ عمل جراحی
انجام پائے جن میں سے صرف ۵۲۳ مہلک ثابت ہوئے۔ گویا
جن مریضوں پر جراحی کا عمل ہوا ان کی شرح اموات ۵.۳
فی صدی رہی۔

طاعون

۱۹۶۷ء سے ہندوستان میں طاعون شروع ہوا۔ اول اول
تو احاطہ بمبئی میں اس کا زور شور رہا لیکن بتدریج وہ ہندوستان
کے حصہ حصہ میں پھیل گیا۔ شرح اموات کے متعلق مستند اعداد و
شمار ملنے تو دشوار ہیں لیکن تخمینہ یہ ہے کہ اس صدی کے شروع
سے اب تک ساٹھ لاکھ جانیں طاعون کی نذر ہو چکی ہیں۔ بلکہ غالباً
اس سے بھی زیادہ بمبئی۔ صوبہ متحدہ اور پنجاب میں اس کی خاص
طور پر شدت رہی ہے باہر جانے والے جہازوں کی بہت
دیکھ بھال ہوتی ہے تاکہ دوسرے ملکوں میں کہیں یہ وبا نہ
پھیل جائے۔ اور اسی دیکھ بھال کی بدولت دوسرے ملک محفوظ
بھی رہے ہیں۔ تحقیق ہوا ہے کہ طاعون کے جراثیم چوہوں میں

پیدا ہو کر پھروں کے ذریعے جلد کی راہ سے انسان کے جسم میں داخل ہوتے ہیں۔ مکانات کی صفائی اور موش کشی کے ذریعے سے اب بہت امن ہو گیا ہے۔ طاعون کا ٹیکہ بھی بہت مفید ثابت ہوا ہے۔ چنانچہ اعداد و شمار اس قول کی صداقت پر شاہد ہیں۔ چند شالیں کافی ہوں گی۔ بلگام میں تراسی لوگ تھے۔ فوجی اسپتالی ٹولی کے ملازم اور ان کی بیوی بچے جو کہ یورپین شفا خانے کے قریب رہتے ان میں سے تین کے سوا باقی سب کے ٹیکے لگ چکے تھے پلگ کا درد ختم ہونے پر معلوم ہوا کہ ٹیکہ لگے ہوئے اسی میں سے ایک بھی اس مرض میں مبتلا نہیں ہوا۔ حالانکہ باقی تین میں سے دو اسی کی بھینٹ چڑھے۔ خاندیس کی پولس میں سے پندرہ سو آٹھ نے تو ٹیکے لگوائے مگر دو سو تین راضی نہیں ہوئے ٹیکے والوں کے مقابل بے ٹیکہ والوں میں سے وہ چند لوگ ضائع ہوئے۔ طاعون زدہ اضلاع میں خاص ٹیکہ لگائیوالے دورہ کرتے ہیں۔ اور علی طور پر لوگوں کے ذہن نشین کرتے ہیں کہ موش کشی صفائی اور ٹیکہ اس وبا کے روکنے میں کس درجہ مفید ہے۔

ہندوستان میں چچک کی بھی بہت کثرت ہے۔ بالخصوص چچک مدراس اور بنگال میں یہ بھی کسی بلائے عظیم ہے اس کے بعد کوئی مرض متعدی نہیں کسی زمانے میں انگلستان میں بھی اس کا دور دورہ تھا۔ لیکن نیکہ کا اثر دیکھئے کہ اب وہاں اس کا پتہ بھی نہیں۔ وہاں ہر شخص ٹیکہ لگواتا ہے۔ پورا پورا فائدہ تب ہوتا

باب ہے کہ ہر چھٹے ساتویں سال ٹیکہ لگواتے رہیں اور جب اس کا تیرھواں دور ہو تب بھی احتیاطاً ٹیکہ لگوالیں۔ برطانوی ہندوستان میں سال ۱۹۱۷ء میں چوبیس کروڑ ساٹھ لاکھ کی آبادی میں سے ستاسی لاکھ کے پہلی پہل ٹیکہ لگا۔ اور دس لاکھ سے کچھ زیادہ لوگوں نے اس کی تجدید کرائی۔ تاہم چند گزشتہ سال سے ٹیکہ کا رواج نمایاں طور پر بڑھ رہا ہے۔ اگرچہ اب بھی بہت سی دقتوں کا سامنا ہوتا ہے اور لوگ ٹیکہ کے فوائد سے بیخبر ہوتے ہوئے کی وجہ سے اب تک جان چراتے ہیں۔ گریٹر سے معلوم ہوتا ہے کہ سال ۱۹۱۷ء میں بنگال صوبہ متحدہ اور پنجاب۔ ان تینوں میں کل ۵۵۶ لوگوں نے ٹیکہ لگوا دیا۔ اور انہی صوبوں میں سال ۱۹۱۷ء میں پچاس لاکھ سے زیادہ لوگوں کے ٹیکہ لگا۔ ہر صوبہ میں بلدیہ یا مقامی مجلس یا سرکار کی طرف سے ٹیکہ لگانے والوں کے علی مقرر ہیں۔ یہ لوگ گاؤں گاؤں پھر کر پچھڑوں کے مادہ سے لوگوں کے ٹیکہ لگاتے ہیں۔ احاطہ بمبئی میں بمقام بلگام ایک ٹیکہ گھر قائم ہے جہاں پنچھنا تیار ہوتا ہے۔ اور سال ۱۹۱۷ء میں وہاں سے آٹھ لاکھ ستر ہزار معتاد تیار ہو کر تقسیم ہوئیں۔

ہیضہ ہندوستان میں ہیضہ کی بھی کثرت رہتی ہے۔ اس کے براثریم پینے کے پانی کے ذریعہ سے جسم میں پہنچتے ہیں۔ جہاں کہیں ہیضہ پھیلتا ہے۔ اس کے اسباب تحقیق کرنے کے لئے خاص حاکم بھیجے جاتے ہیں۔ وہ یہ بھی نگرانی رکھتے ہیں کہ حفظ ماتقدم کا پورا پورا لحاظ رہے اور مریضوں کا اچھی طرح علاج معالجہ ہو۔

بخار ہندوستان کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ ہر سال تخمیناً چالیس بخار پچاس لاکھ جانیں اس کی نذر ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ لاکھوں مرتے نہیں تو اس ہاتھوں نہایت کمزور اور مضطرب ہو جاتے ہیں یہ عام خیال ہے کہ بخار کے جراثیم ڈانسنوں کے ذریعہ سے پھیلتے ہیں پس اس کی سخت ضرورت ہے کہ استادہ پانی جہاں ڈانسن بکثرت پیدا ہوتے ہیں جلد سے جلد نکال دیا جائے اور تمام کنوئیں اور حوض ڈھکے رہیں۔ جہانتک ممکن ہے سرکار لوگوں کو اور بالخصوص ان کو جو بخار میں مبتلا ہیں کنین استعمال کرنے کی ترغیب دیتی ہے۔ چنانچہ کنین کی خوراکیں نہایت سستی قیمت پر ڈاکخانوں سے مل سکتی ہے۔

یہ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے کہ ہر صوبے میں ایک کشنر صفائی مقرر ہے اور سرجن ضلع اپنے ضلع کا حاکم صحت ہے لیکن بمبئی میں نائب کشنر صفائی بھی مقرر ہیں جو صفائی اور صحت عامہ کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔ ~~مسما~~ سے ہر صوبہ میں ایک مجلس صفائی بھی قائم ہے جس کا فرض یہ ہے کہ مجالس اضلاع اور بلدیات جس قدر بھی آبپاشی اور بدرروئی کی اسکیموں کے متعلق کام کریں اس کی نگرانی رکھیں۔ احاطہ بمبئی میں ۱۹۱۳-۱۹۱۴ء میں مجالس اضلاع کی آمدنی ایک کروڑ روپیہ رہی۔ اس میں سے چھپن لاکھ روپیہ آبپاشی بدرروئی۔ صفائی اور ایسے دوسرے کاموں میں صرف ہوا جو حدود بلدی کے اندر صحت عامہ اور راحت عامہ سے متعلق تھے بمبئی کے قانون صفائی کے مطابق وہاں مقامی انجمنہائے صفائی قائم

باب تیرھوں میں جس کا کام یہ ہے کہ اپنے اپنے حلقوں میں صفائی کے انتظامات کی نگرانی کریں۔ جو لوگ قانون صفائی کی خلاف ورزی کریں ان کو سزا دیں۔ اور صفائی کے اغراض کے واسطے تھوڑا سا محصول بھی وصول کریں۔ ۱۹۱۳ء میں ۱۴ دہات میں قانون صفائی جاری تھا۔ بلدیات صفائی کی بڑی بڑی اسکیموں کے واسطے سرکار سے قرض لے سکتے۔ صاف ظاہر ہے کہ پریزیڈنسی شہروں کی صفائی کا انتظام بہت بڑے پیمانے پر کیا جاتا ہے اور اس کی نگرانی کے واسطے بلدیات میں خاص ماہر رہتے ہیں۔ بمبئی میں جو پانی بہتا جاتا ہے وہ سنسداہار اور تلمی جھیل سے آتا ہے۔ ۱۹۱۳ء میں ان تینوں جھیلوں نے علی الترتیب چھ ارب بتیس کروڑ۔ تین ارب آٹھ کروڑ اسی لاکھ اور ایک بائیس کروڑ بیس لاکھ گیلن پانی دیا۔ بمبئی اور کلکتہ میں محکمہ آرائش بلدہ کی بدست بھی بہت کچھ اصلاح اور ترقی ہوئی۔

سرکار منطقہ حارہ کے امراض کی تحقیقات کرنے میں بہت اذرا کرتی رہتی ہے۔ اور شملے کے قریب کسولی میں ایک ایسا انتظام موجود ہے کہ وہاں طبی ماہرین تحقیقات میں مصروف ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی جا بجا سرکاری تجربہ خانے موجود ہیں جہاں اسی طرح کی تحقیقات کا کام ہوتا ہے۔ احاطہ بمبئی میں تجربہ خانے بمقام پریل اس عمارت میں واقع ہیں جو سابق میں گورنمنٹ ہاؤس یعنی ایوان حکومت تھی۔ تمام ہندوستان کے لئے طاعون کا تجربہ خانہ یہیں قائم ہے۔ کسولی۔ مثلاًنگ اور کونور میں پاسٹیورائزیشن موجود ہیں جہاں کھٹے کے کاٹے علاج ہوتا ہے۔

صحت اور صفائی کے متعلق اس باب میں جو کچھ بیان ہوا
اس کی مزید تشریح کے لئے پریسیول رین صاحب کی کتاب الصحت
جو ہندوستانی ہائی اسکول کے لئے لکھی گئی ہے مطالعہ کرنا مفید ہوگا۔

چودھواں باب

تعمیرات

نظم و نسق ہند کی تاریخ میں محکمہ تعمیرات بھی خاص طور پر نمایاں رہا ہے۔ انگلستان میں یہ بات نہیں۔ کیونکہ وہاں ریلیں کپنیوں کے ہاتھ میں ہیں۔ سڑکوں اور ریلوں کی تعمیر اور نگہداشت مجالس کوئٹہ اور بلدیات کے ذمے ہے اور عمارات عامہ کپنیوں کی معرفت تیار ہوتے ہیں۔ سرکار کو صرف دیکھ بھال کا اختیار حاصل ہے یہ کام بھی محکمہ جات متعلقہ کے ملازم یعنی انسپکٹر لوگ انجام دیتے ہیں۔ ہندوستان کی حالت بالکل جداگانہ ہے پہلے زمانے میں لوگ مفلس تھے اور مل جل کر کام کرنا نہیں جانتے تھے۔ آبرسانی کا ایسا انتظام نہ تھا جیسا کہ اب ہے۔ اور ریلیں تو بہت ہی کم تھیں۔

محکمہ تعمیرات لارڈ دلبیوزی کے عہد میں سرکار کو یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ انتظام کے تعمیرات کا انتظام اپنے ذمے لے۔ ممالک مغربی و شمالی کے

نفتھٹ گورنر مسٹر ٹامسن نے پہلے ہی سے سڑکیں بنوانی شروع کر دی
 تھیں اور سڑکوں میں سڑکوں کے کھدنی شروع ہو گئی تھی سب سے
 پہلے سڑکوں میں بیٹی سے تھانہ تک بیس میل بیٹی ریلوے
 لائن جاری ہوئی اور دوسرے ہی سال کلکتہ سے ہنگلی تک ریل
 نکل گئی۔ اسی زمانے میں تعمیرات کا ایک ایک محکمہ بن گال۔
 مدراس اور بیٹی کے صوبوں میں قائم ہوا۔ ان کی نگرانی کے لئے
 چیف انجینیر مقرر ہوئے۔ اور تعمیرات کا ایک مستند سرکار ہند
 نے اپنے ہاں مقرر کیا۔ اس وقت سے فوجی اور سول تعمیرات
 جدا جدا شمار ہونے لگیں فوجی عمارات کی دیکھ بھال فوجی محکمے
 کے سپرد ہے۔ ریلوے لائنوں کی نگرانی جو پہلے محکمہ تعمیرات
 کے متعلق تھی ایک ریلوے بورڈ کے ماتحت ہے گورنر جنرل
 کی کونسل میں تجارت و صنعت کا صیغہ جس رکن کے سپرد ہے
 وہی اس کا نمائندہ شمار ہوتا ہے۔ آبپاشی عمارات اور سڑکیں
 صوبہ داری حکومتوں کے انتظام میں ہیں اور مدراس و بیٹی میں
 تعمیرات کا صیغہ گورنر بالعموم اپنے ماتحت میں رکھتے ہیں۔ ہر محکمہ
 کے لئے ایک تو سڑکوں اور سول عمارات کا مستند مقرر ہے اور
 ایک آبپاشی کا۔ اب عام رجحان یہ ہے کہ معمولی سڑکوں اور
 چھوٹی چھوٹی عمارتوں کی مالی ذمہ داریاں مجالس اضلاع اور
 بلدیات پر ڈال دی جاتی ہیں۔ سرکار ہند کا ایک اپنا محکمہ
 تعمیرات بھی ہے وہ اس ممبر کونسل کے تحت میں رہتا ہے
 جس سے مالگذاری اور زراعت کا صیغہ متعلق ہے۔ اور مقامی

باب حکومتوں کے اس قسم کے کام کی نگرانی کرنے کا بھی اس کو اختیار حاصل ہے۔ بالعموم وہ صرف خاص خاص تجاویز میں دخل دیتا ہے۔ جس میں بڑی بڑی رقمیں خرچ ہوں۔ بغرض انتظام ہر صوبہ میں چند حلقے قرار دیئے جاتے ہیں۔ اور کئی کئی ضلعے ایک حلقے میں شامل ہوتے ہیں۔ ہر حلقہ ایک ناظم تعمیرات کے سپرد ہے اور ہر ضلعے میں ایک مہتمم تعمیرات رہتا ہے جس کے تحت میں مددگار مہتمم اور ماتحت عملہ کام کرتا ہے۔

تعمیرات کے محکمہ میں تین حلقے ہیں۔ امپریل سروس یا شاہی خدمت پرائیویٹ سروس یا صوبہ داری خدمت۔ اور سب آرڈنٹ یا ماتحت خدمت پہلی میں چیف انجینیئر ناظم تعمیرات۔ مہتمم تعمیرات اور مددگار مہتمم شامل ہیں۔ سٹاف میں انجینئران میں بمقام کورپل رائے انڈین انجینیئرنگ کالج قائم ہوا جہاں طلبہ ہندوستان کے محکمہ جات ریلوے۔ تعمیرات جنگلات۔ اور انجینیئری کے لئے تعلیم پاتے ہیں۔ سٹاف میں یہ کالج بند ہو گیا اور محکمہ تعمیرات کے افسر اب وزیر ہند کی طرف سے مقرر ہوتے ہیں۔ صوبہ داری اور ماتحت خدمات میں وہ لوگ شامل کئے جاتے ہیں جو بڑکی۔ پونہ۔ مدراس سبھار کے انجینیئرنگ کالج میں تعلیم پانچکے ہیں۔

ایہ سول تعمیرات کے مصارف جن میں عمارات عامہ داخل ہیں یا تو مقامی حکومت کے ذمے پڑتے ہیں۔ یا بعض حالتوں میں مجالس ضلع یا بلدیات کے ذمے۔ اور اگر مصارف کا تخمینہ ایک مقدار سین سے زائد ہو۔ تو سرکار ہند کی منظوری بھی ضروری ہے۔ آبپاشی

میں ایسا انتظام ممکن نہیں۔ پس مالی لحاظ سے تعمیرات آبپاشی باب کی دو قسمیں قرار دی گئی ہیں۔ کلاں اور جُرد تعمیرات خود کا خرچ چودھوئوں بالعموم صوبے پر پڑتا ہے۔ لیکن تعمیرات کلاں کے مصارف چونکہ یا تو قرضے سے ادا ہوتے ہیں۔ یا قحط کی امدادی اور بیمہ فنڈ سے اس لئے وہ سرکار ہند کے ہاتھ میں ہیں۔ ایک ناظم آبپاشی مقرر ہے۔ جس کا کام یہ ہے کہ آبپاشی کی اسکیموں کے جو نقشے اور نقشینے سرکار ہند میں آئیں ان کی جانچ اور تنقید کرے۔ اور تعمیرات آبپاشی پر عام نگرانی رکھے۔ سرکار ہند سے منظوری ملنے کے بعد تعمیر اور نگہداشت کا کام صوبہ واری حکومتوں کے ہاتھ میں آجاتا ہے۔

سرکار ہند نے بہت اچھا کیا کہ آبپاشی پر بہت زیادہ توجہ آبپاشی صرف کی اور اس کام میں سرکار کو جس قدر کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ وہ کسی ملک سے کم نہیں بلکہ اکثر سے بڑھی ہوئی ہے۔ آبپاشی کے نہر نالوں سے پانی بھی قابو میں آجاتا ہے۔ اور ان سے مسافروں اور اسباب کی نقل و تحویل کا بھی کام نکلتا ہے۔ پانی کی قلت ہندوستانی زراعت کے لئے بہت بڑی سدراہ تھی لیکن اس آبپاشی کی بدولت کوئی چار کروڑ ساٹھ لاکھ ایکڑ زمین قابل کاشت ہوگئی اور اب اس پر نہایت فاضل چیز فصلوں کی کاشت ہوتی ہے علاوہ ازیں بنگال کے سوا اور حصوں میں بیشتر دریا کشتی رانی کے قابل نہیں ہیں لیکن نہروں سے اس خرابی کی بہت کچھ تلافی ہوگئی ہے۔

آبپاشی کے ہندوستان میں کئی طریق ہیں لیکن وہ سب آسانی تین قسموں کے تحت میں آسکتے ہیں۔ کنوئیں تالاب اور نہریں۔ ہزاروں کنوئیں موجود ہیں جن میں تہہ زمین سے پانی نکلتا ہے۔ اور ان میں سے بعض کی تعمیر میں معتدبہ رقم ملی ہے۔ کنوئیں تنہا کچھ زیادہ کار آمد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ ایک سے لیکر بیس ایکڑ تک آبپاشی کر سکتا ہے۔ اس سے زیادہ نہیں فی نصفہ یہ رقبہ تھوڑا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن یہاں کنوئوں کی اس درجہ کثرت ہے کہ ان کے ذریعہ سے تخمیناً ایک کروڑ تیس لاکھ ایکڑ زمین کی آبپاشی ہوتی ہے۔

تالابوں کی تو مدراس میں بہت کثرت ہے۔ وہ پہاڑوں کے درمیان جہاں تنگ گھاٹی ملی وہیں بند باندھ کر پانی روک دیا اور ایک جھیل کا سا بڑا تالاب بن گیا۔ جس طرف تالاب کی تہہ پہنچی ہوئی نالیاں نکل لیں اور گرد و نواح کی آبپاشی کر لی۔ بہت سے تالاب لوگوں نے بچ کے طور پر تیار کر لئے ہیں لیکن کچھ بڑے بڑے تالاب سرکار نے بھی بنوائے ہیں اور اکثر تالابوں کی نگہداشت سرکار نے اپنے ذمے لے رکھی ہے کوئی ستر لاکھ ایکڑ کی مدراس میں اس طرح آبپاشی ہوتی ہے۔ دریاؤں سے بذریعہ نہروں کے آبپاشی کرنا۔ یہ کام کیا

بلحاظ تعمیر اور بلحاظ نگہداشت بہ تمام و کمال سرکار خود انجام دے رہی ہے۔ دریا کے ڈیلٹا یا تلوں کی دھانہ پر اس کنارے سے اُس کنارے تک وار پار ایک بند باندھتے ہیں۔ تاکہ جو

پانی سمندر میں گرتا ہے وہ رک جائے۔ جب پانی اس طرح باب فراہم ہو گیا تو کناروں سے نالے نکال نکال کر کھیتوں میں چودھواں تقسیم کر دیا۔ آبپاشی کا یہ طریق احاطہ مدراس میں خاص طور سے رائج ہے۔ شمالی ہندوستان کا طریق ذرا مختلف ہے بنگال میں آبپاشی کی چنداں ضرورت کیونکہ وہاں کافی بارش ہو جاتی ہے۔ البتہ صوبہ متحدہ اور پنجاب میں اس کی سخت ضرورت رہتی ہے کہیں کہیں گنگا اس قدر پھیل گئی ہے کہ چھ چھ میل کا پاٹ ہو گیا ہے اور اس کی سطح بھی گرد و نواح سے بہت پست ہے اس بناء پر یہ تدبیر کرنی پڑی کہ اس کا پانی ہمالیہ سے اترتے ہی ہر دوار پر روک دیا۔ اور ایک چوڑی نہر کے ذریعے سے جن کو مصنوعی دریا کہیں تو بجا ہے وہ آبہ کے پن ڈھال پانی لے گئے جہاں سے وہ نالوں کے ذریعے ملک میں دور دور تک آسانی پہنچ سکتا ہے۔ پنجاب میں بھی اسی طرح تسلیج جھلم اور چناب سے آبپاشی ہوتی ہے۔ بالخصوص چناب کے ذرائع آبپاشی بہت وسیع ہیں۔

ہندوستان میں ریلوں کا انتظام ایک ریلوے بورڈ کے سپرد ریلوے کر دیا گیا جس میں ایک صدر اور دو ممبر شریک ہیں۔ اور گورنر جنرل انتظام کی کونسل میں ریلوں کا کام تجارت و صنعت کا ممبر انجام دیتا ہے یہ بورڈ سرکار کے تحت میں ہے صوبہ واری حکومتوں کی تحت نہیں۔ ریلوے کمپنیاں اپنے اپنے اعلیٰ مقرر کرتی ہیں لیکن اعلیٰ عہدہ داروں کے تقرریں سرکار ہند کی منظوری کو بھی دخل ہے ہر کمپنی کا اعلیٰ عہدہ دار بالعموم ایجنٹ کہلاتا ہے۔ اس کی ماتحتی

باب میں کئی عمدہ دار کام کرتے ہیں۔ ٹریفک مینجر یعنی ناظم نقل و تحویل چوہدری جیف انجینیر لوکو موٹیو سپرنٹنڈنٹ۔ جس کی نگرانی میں انجن وغیرہ رہتے ہیں اور اسٹور کیپر یعنی مہتمم گدام۔ ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے صیفے کا اعلیٰ حاکم شمار ہوتا ہے۔ اعلیٰ عہدوں کے واسطے لوگ انگلستان سے لئے جاتے ہیں لیکن اگر یہاں بھی کسی میں ضروری صفات موجود ہوں تو وہ مستثنیٰ صورتوں میں مقرر ہو سکتا ہے۔

ریلوں کا گزشتہ صدی کے وسط میں سرکار کو ریلوں کی تعمیر اور مالیت نگہداشت میں ہاتھ بٹانے کی ضرورت محسوس ہونی شروع ہوئی اس غرض سے ولایت کی چند کمپنیوں سے معاہدے کئے گئے۔ سرکار نے ان کمپنیوں کو ریلوے لائنوں کے لئے زمین مفت دے دی اور اصل پر ہ فی صدی سو کا خود ذمہ لے لیا۔ اور اگر کچھ منافع اس سے زیادہ رہے تو اس کا کمپنی اور سرکار کے درمیان تقسیم ہونا قرار پایا۔ سرکار کو یہ بھی حق رہا کہ ۲۵ سال کے بعد بشع معین ریلوں کو خرید لے اور ریلوں کے انتظام اور کار و بار کی نگرانی کے ذرائع بھی اس کو حاصل رہے۔ جن کمپنیوں سے مذکورہ بالا معاہدہ ہوا وہ یہ ہیں۔ گریڈ انڈین پنسلوا ریلوے مدراس ریلوے۔ مدرن ریلوے۔ ایسٹ انڈین ریلوے۔ بمبئی۔ بڑودہ۔ سنٹرل انڈیا ریلوے۔ ایسٹرن بنگال ریلوے۔ نارٹھ ویسٹرن ریلوے اور اووہ روہیلکھنڈ ریلوے۔ اس میں شک کہ ان کمپنیوں کے کام سے ملک کو بچہ فائدہ پہنچا۔ لیکن چند وجوہات سے مالی نتائج

اچھے نہ رہے اول تو تعمیر میں اندازہ سے زیادہ صرف ہوا۔ دیگر باب شعبوں میں بھی بہت فضول خرچی رہی۔ نگرانی بھی ناقص تھی اور چودھواں سب سے بڑھکر یہ وقت پیش آئی کہ غدر نے کچھ عرصے کے لئے سارا انتظام ورہم برہم کر دیا شعلہ سے سرکار نے یہ تجویز کی کہ وہ خود ریلوے تعمیر کرے اور کچھ سال کے لئے اس کام کے واسطے ایک رقم بھی مقرر ہوگئی لیکن یہ نئی تجویز بار آور نہ ہوئی کام کی رفتار بہت سست تھی آخر کار پھر وہی کفالت کا طریق جاری کیا۔ یعنی ایک مقررہ شرح سود کا سرکار نے ذمہ لے لیا۔ لیکن دیگر شرائط میں کچھ ترمیمیں کر دیں جو سرکار کے حق میں مفید تھیں گزشتہ چالیس سال سے بہت سی کمپنیوں جدید شرائط کی پابندی کے ساتھ ہندوستانی ریلوں کی ترقی و توسیع کا کام کر رہی ہیں ریلوں کے واسطے سرکار بھی اکثر قرضہ لیتی رہی ہے۔ قرض ستانی کا طریق اگلے باب میں بیان ہوگا۔ سرکار کو اب بھی حق حاصل ہے کہ معاد معین کے بعد ان ریلوں کو خریدنے جن کی اس طرح کفالت کی گئی ہے اکثر ایسا ہو بھی رہا ہے۔

سرکار ہند کی ریلوے پالیسی پر بہت کچھ نکتہ چینی کی جاتی ریلوں کی ہے یہ سچ ہے کہ شروع شروع میں کمپنیوں کے ساتھ بہت نرمی کامیابی پڑتی گئی نگرانی کافی نہیں ہوئی اور فضول خرچی بھی ہوتی رہی لیکن اس صدی کے شروع سے تقریباً ہر سال ریلوں کے مالیہ میں ادا شدہ قرضہ اور دیگر مصارف کا رہ بار منہا ہونے کے بعد منافع بچ رہتا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ریلیں نکالنا ایک بڑا دانشمندانہ

باب چودھواں اور تاجرانہ کام دیا ہے اس کے علاوہ ریلوں کی خوبی کا صحیح اندازہ خوف و نفع و نقصان کے گوشوارے سے نہیں ہو سکتا ہر ملک میں خاص کر ہندوستان جیسے وسیع ملک میں ریلوں نے لوگوں کی دولت میں اضافہ کیا ہے جن اضلاع میں آبادی بہت پچھدری ہے۔ وہاں بھی باوجود منافع کی امید نہ ہونے کے پڑیں اس غرض سے نکال دی ہیں کہ ذرائع آمد و رفت کشادہ ہونے سے وہاں کے ذرائع پیداوار میں ترقی ہو۔ کچھ ریلیں بالخصوص شمال مغرب میں فوجی مصلحتوں کی خاطر نکالی گئی ہیں اگر ان میں مالی خسارہ بھی ہو تو عجب نہیں۔ اور سربے بڑی بات یہ ہے کہ ریلوں سے قحط دفع کرنے میں بہت مدد ملتی ہے۔ ریلوں کی یہ کارگزاری اس قدر اہم ہے کہ وہ اگلے باب میں جداگانہ بیان ہوگی۔

پندرہواں باب

امداد قحط

تعمیرات کے سلسلے میں قحطوں کی دردناک سرگزشت نیز وہ امداد قحط کا کوششیں ہیں جو قحط کے بُرے اثر رفع کرنے کے لئے اس زمانے انتظام میں کی گئی ہیں۔ قدیم زمانے سے ہندوستان میں قحط پڑتے رہے ہیں۔ موسمی ہوا نہ چلنے۔ لوگوں کی تنگدستی اور جماعت کثیر کا ذریعہ معاش محض زراعت ہونے کی وجہ سے یہ خوفناک مصیبت پیش آتی۔ پہلے زمانے میں لوگوں کی قحط میں کچھ مدد نہیں کی جاتی تھی کہ ان کی مصیبت گھٹتی۔ لارڈ نارٹھ بروک نے خوب سمجھ لیا کہ وقتاً فوقتاً قحط پڑنا ضروری ہے۔ اور سرکار کا فرض ہے کہ قحط کے بارے میں ایک خاص پالیسی قرار دے۔ کہ اس کو ایسی حالت میں کیا کرنا چاہئے۔ چنانچہ لارڈ نے ایک کمیشن مقرر کیا جس کے صدر سر رچرڈ اسٹرنی تھے تاکہ وہ کمیشن قحط کے

باب
پنجم

اسباب تحقیق کرے۔ اور نیز یہ بھی تجویز کرے کہ کس طرح سرکار مصیبت زدوں کی مدد کر سکتی ہے بعد میں دو کمیشن اور مقرر ہوئے ایک کے صدر سر جیمس لیال تھے۔ اور دوسرے کے سرٹینٹنی جو اب لارڈ میکڈانل کہلاتے ہیں۔

ان کمیشنوں نے جو رپورٹیں پیش کیں اور بعد میں جو کچھ کارروائیاں ہوئیں ان سے ہم قحط کے باب سرکار کی پالیسی کے بنیادی اصول اخذ کر سکتے ہیں۔ جان بچانا اور شدید تکلیف سے نجات دلانا یہ بڑا مقصد اس وقت عمدہ طور پر حاصل ہو سکتا ہے جبکہ خیراتی امداد اس طرح پر پہنچائی جائے کہ اس کا کوئی بڑا اثر امداد پانے والوں کی عادات اور اخلاق پر نہ پڑنے پاوے۔ کیونکہ تجربے سے ثابت ہوا ہے کہ بے محل اور زائد از ضرورت خیرات سے لوگوں کے اخلاق و عادات ضرور بگڑ جاتے ہیں۔ سرکاری خیرات کی تقسیم کے وقت نہیں ہوتا کہ آنکھیں بند کر کے خیرات بانٹنی شرع کر دیا جیگی بلکہ حتی الوسع یہ کوشش کی جاتی ہے کہ لوگوں میں کفایت شعاری اور خود اعتمادی برقرار رہے عام اصول یہ ہے کہ قحط کے زمانے میں ہر شخص کو کام کرنے کا حق حاصل ہے۔ لیکن ہر کسی کو خیرات پانے کا حق نہیں۔ ہر گاؤں میں ایسے لوگوں کی ایک فہرست تیار ہو جاتی ہے جو جسمانی مجبوریوں کی وجہ سے کام کرنے سے معذور ہیں۔ اور جو خیرات نہ ملنے کی صورت میں فاقہ کریں گے۔ ایسے لوگوں کو البتہ کچھ غلہ دیدیا جاتا ہے بچوں کو ان کے والدین سے جدا امداد ملتی ہے۔ لیکن نقد کے بجائے ان کو بھی کھانا ہی

دیا جاتا ہے۔ گاؤں میں کسی معتبر شخص کے زیر اہتمام خیراتی باورچیخانہ کھل جاتا ہے اور بچے ہر روز وہیں سے اپنا کھانا لے آتے ہیں۔ تجربے سے معلوم ہوا ہے کہ قحط کی مصیبت گھٹانے کے واسطے امدادی کام ضروری ہے کہ سسے کے زمانے میں کچھ رقم پس انداز کی جائے۔ چنانچہ ہر سال ڈیڑھ کروڑ کی رقم امداد قحط اور بیمہ کی مد میں داخل ہوتی رہتی ہے۔ اس رقم سے یا تو قرضہ ادا کر دیا جاتا ہے یا اس کو ریلوں اور آبپاشی میں صرف کردیتے ہیں تاکہ ان کاموں کے واسطے مزید قرضے نہ لینا پڑے قحط کے زمانے میں اتنی ہی رقم امداد کے واسطے قرض لے لیتے ہیں اور سرکار پر کوئی بار نہیں پڑنے پاتا۔ امدادی کام چھڑے جاتے ہیں۔ مثلاً ریلوے لائنیں۔ یا آبپاشی کے نہر نالوں کی تیاری شروع کر دی جاتی ہے اور جو لوگ کام کرنے کے قابل ہیں وہ محنت مزدوری سے لگ جاتے ہیں۔ نگرانی میں بہت احتیاط ضروری ہے اور مزدوروں پر بھی چند شرائط کی پابندی لازم ہوتی ہے۔ اجرت کم دی جاتی ہے۔ بس اس قدر کہ ضروریات حیات پوری ہو سکیں کام خوب لیا جاتا ہے اور مزدوروں کے دیہات سے کام کا مقام دور رکھا جاتا ہے۔ تاکہ وہ لوگ کام کی جگہ رہیں نہ کہ اپنے گھروں پر۔ اس طرح سے بغیر کسی فضول خرچی کے کافی امداد پہنچ جاتی ہے۔ بارش شروع ہونے پر امدادی کام روک دیے جاتے ہیں۔ کیونکہ اُس وقت کمیتی کے کام کے لئے چاروں طرف مزدوروں کی مانگ ہوتی ہے۔ اگر ضرورت ہوئی تو چھوٹے چھوٹے امدادی

باب پنجم کام اور وہ بھی مزدوروں کے دیہات کے قرب و جوار میں جاری رکھے جاتے ہیں کاشتکاروں کو تحم اور مویشی خریدنے کے لئے پیشگی رقم تقسیم کر دی جاتی ہے۔ اور ہر ممکن طریق سے امداد کی جاتی ہے تاکہ زراعت کا کام شروع ہو۔ قحط کے زمانے میں مالگداری بھی ملتوی ہو جاتی ہے۔

ریلوے اور آبپاشی اوپر کے بیان سے معلوم ہوا کہ سرکار کی طرف سے قحط کے زمانے میں لوگوں کی جان بچانے کی کیسی کیسی کوششیں ہوتی ہیں۔ قحط کمیشن نے قحط روکنے کی بھی کچھ تدابیریں پیش کی ہیں۔ ریلوں اور ذرائع آبپاشی کی تیاری کا اس سے قبل ذکر آچکا ہے۔ آبپاشی کے کام قحط روکنے میں بہت کارگر ہوتے ہیں۔ کیونکہ خشک سالی میں اُن کے ذریعے سے زراعت جاری رہ سکتی ہے۔ ریلوں سے بھی کچھ مدد ملتی ہے۔ بات یہ ہے کہ تمام ملک میں تو ایک ساتھ فصل خراب ہوتی نہیں بلکہ خاص حصے میں فصل کو نقصان پہنچتا ہے پس بحیثیت مجموعی ملک میں غلہ ضرور موجود رہتا ہے ریلوں کا بڑا کام یہ ہے کہ جہاں غلے کی کمی ہوئی وہیں دوسرے حصوں سے لاکھ پہنچا دیا۔ بلکہ کچھ عرصے سے یہی ہوتا ہے کہ قحط زدہ حصوں کے مزدور ریل کے ذریعے سے ایسے مقامات میں پہنچ جاتے ہیں جہاں ان کو مزدوری اور کھانا مل سکتا ہے۔

زراعتی محکمے قحط کے زمانے میں جس قدر برداشت اور سہارا لوگوں سے ظاہر ہوتا ہے اس کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ اس کی بھی بشمار مثالیں موجود ہیں کہ لوگوں نے بچ کے طور پر امدادی ہے۔

لیکن افسوس ہے کہ لوگوں کے ذرائع آمدنی بہت محدود ہیں اور باب جب کبھی دو ایک فصلیں خراب ہوئیں قحط شروع ہو جاتا ہے۔ سرکار ہندوستان یہ اپنا فرض سمجھتی ہے کہ ذرائع امداد دوسرے طریقوں بڑھائے۔ سرکار ان لوگوں کے مفاد اور بہبود کی کو خاصکے پیش نظر رکھتی ہے جو غریب بے زبان جفاکش اور اطاعت شمار کاشتکار ہیں جن کی تعداد ملک میں اسی فی صدی سے کم نہیں۔ جن کو سیاسیات سے کچھ سروکار نہیں لیکن سیاسی معاملات کی بھلائی بھگتنی پڑتی ہے۔ اور جن کے حال پر اور تو اور خو ان کے ہم وطن نظر نہیں ڈالتے۔ صوبہ داری حکومتوں کے تحت میں زراعتی محکمے قائم ہیں۔ اور ان کی امداد کے لئے سرکار ہند کی طرف سے ایک مشیر زراعت مقرر ہے اس اہتمام کی غرض یہ ہے کہ لوگوں کو علمی طریقے کی زراعت سکھنے کی ترغیب ہو جا بجا سرکاری کھیت موجود ہیں جہاں علمی تجربے کئے جاتے ہیں اور اُن کی بنا پر کاشتکاروں کو مفید مشورہ دیا جاتا ہے۔ ہر بڑے صوبے میں ایک زراعتی کالج موجود ہے اور زیر نگرانی سرکار ایک بڑا کالج پوسا میں بھی قائم ہے جہاں زراعت کے متعلق تحقیق ہوتی رہتی ہے۔ اس کالج کے واسطے رقم کثیر ایک امریکہ کے باشندے مسٹرفنس نے مرحمت کی تھی جو لارڈ کرزن کے بڑے مداح تھے۔

جنگلات کے محکمے سے قائم ہیں۔ یوں تو صوبہ داری جنگلات حکومتوں کی ان پر نگرانی رہتی ہے۔ لیکن سرکار ہند کی طرف سے

باب
پندھواں

بھی دو کے لئے ایک انسپکٹر جنرل یعنی صدر ناظم جنگلات مقرر ہے۔ ہر صوبے میں متعدد حلقے یا قسمیں قرار دیکر ان کو جداگانہ ایک ایک کنٹریوٹیر یعنی ناظم جنگلات کے سپرد کر دیا ہے۔ اس محکمے میں بھی تین طبقے ہیں۔ اسپرل سروس یعنی خدمت جسکے لئے انگلستان سے ایسے لوگ لئے جاتے ہیں جو انگلستان فرانس اور جرمن میں خاص تعلیم پانچکے ہوں پرائشیل یا صوبہ داری اور ماتحت خدمات میں ہندوستان کے لوگ داخل کئے جاتے ہیں ان میں سے اکثر دہرہ دون کے کالج جنگلات کے پرانے طالب علم ہوتے ہیں ایک لاکھ مربع میل رقبہ مخصوص جنگلات کا اور ڈیڑھ لاکھ مربع میل محفوظ جنگلات کا۔ پہلی قسم کے جنگلات میں نگہداشت کے قواعد قسم دوم کے مقابل بہت زیادہ سخت ہیں۔ لیکن خاص خاص حالتوں میں قرب و جوار کے رہنے والوں کو ایسے جنگلات سے بھی خانگی استعمال کے لئے ایندھن مل سکتا ہے آجکل جنگلات کے انتظام سے خوب فائدہ ہو رہا ہے۔ ۱۹۱۳ء میں آمدنی کی مقدار (۲۲۲.۱۰۳) پونڈ تھی اور خرچ کی مقدار (۱۱۶۹.۵۶۴) پونڈ۔ لیکن محکمہ جنگلات کا اصلی مقصد عوام کو فائدہ پہنچانا ہے۔ نہ کہ چوبینہ کی بکری سے نفع اٹھانا خشک سالی میں مویشی حدود جنگلات کے اندر چر سکتے ہیں۔ اور اس طرح بہت سوں کی جان بچ جاتی ہے۔ اور اگر کوئی بُرا وقت آن پڑے تو لوگ جنگلات کے پھل پھول پر گزارا کر سکتے ہیں۔ سب ملکوں میں نئے جنگلات کی حفاظت ضروری سمجھی جاتی ہے۔ دیگر حکومتیں جو جنگلات کے

مستحق کوئی نئی پالیسی اختیار کرنا چاہتی ہیں تو ہندوستان کے باب
 حکام جنگلات سے اکثر مشورہ کر لیتی ہیں۔ آتشزدگی سے تباہی پند
 پھیلتی ہے۔ اور جنگلات کو اس بلا سے بچانے کے لئے بہت سے
 نگہبان تعینات رہتے ہیں۔ اس میں بھی کلام نہیں کہ جنگلات
 کا مقامات گرد و پیش کے موسموں پر بہت اثر پڑتا ہے مطلوب
 مقامات جنگلات کی بدولت سیلاب سے محفوظ رہتے ہیں۔ اور
 خشک مقامات میں جنگلات کے طفیل سے نمی برقرار رہتی ہے
 اور زمین کی زرخیزی بڑھتی ہے۔

زراعت پیشہ لوگوں کے ہاتھ سے نکل نکل کر جو زمینیں
 غیر زراعت پیشہ لوگوں کے قبضے میں جا رہی ہیں اور رعایا جو
 اس قدر قرضدار ہے تو سرکار نے بھی ان معاملات پر توجہ کرنی
 ضروری سمجھی۔ ~~سلسلہ~~ میں ایک قانون پاس ہوا جس کو قانون
 امداد فزاعین دکن کہتے ہیں اس کا منشا یہ تھا کہ کاشتکار بھمانت
 اراضی قرض لیں تو سامہوکار ان سے بہت زیادہ سود کا مطالبہ
 نہ کر سکیں۔ نتیجہ کچھ بہت اچھا نہیں نکلا۔ کیونکہ سامہوکار لوگ طرح
 کے حیلے حوالے کر کے قانون کی گرفت سے بچتے رہے۔ مدت بعد
 سرکار نے دیکھا کہ پنجاب میں زمین اندیشہ ناک طریق پر جلد جلد
 ایسے لوگوں کے ہاتھ میں منتقل ہوتی چلی جاتی ہے جن کو اس کی
 اصلاح اور ترقی سے کوئی غرض اور دلچسپی نہیں ہو سکتی۔ جن لوگوں
 کے ہاتھوں سے زمین نکلی جا رہی تھی وہ قرض سے زیر بار ہو چکے
 تھے اور ان کی تہی دستی خود سلطنت کے حق میں خطرناک تھی۔

باب بہت غور و فکر کے بعد قانون انتقال آراضی پنجاب منسلک میں
پندھوں شاہی مجلس وضع قوانین میں پیش ہو کر منظور ہوا۔ منشا یہ تھا کہ
ایک طرف تو چھوٹے چھوٹے میراثی کاشتکاروں کی اپنی زمینیں
سامہوکاروں اور بنیوں کی دستبرد سے محفوظ ہو جائیں اور اس کے
ساتھ ہی ان کو اپنی زمینوں کی ضمانت پر قرض لینے کا موقع
حاصل رہے۔ زراعت پیشہ لوگوں کو قانوناً ضمانت ہو گئی کہ وہ
اپنے ہم پیشہ لوگوں کے سوا کسی اور کے ہاتھ زمین فروخت نہ کریں
اگر وہ اپنی زمین رہن کرنا چاہیں تو شوق سے زراعت پیشہ
لوگوں کے پاس رہن رکھ دیں۔ لیکن اگر وہ غیروں کے ہاتھ رہن
کریں مثلاً بنیوں اور سامہوکاروں کے ہاتھ تو بیس سال بعد ان کا
قرضہ کا عدم سمجھا جائے گا۔ لین دین کرنے والوں کی طرف سے
اس قانون کی مخالفت ہوئی۔ لیکن اس قانون سے یہ ایک بڑا
فائدہ پہنچا کہ پنجاب کی عمدہ زراعت پیشہ قومیں باطینان اپنے
بزرگوں کی زمینوں کے مالک بن بیٹھی ہیں۔ کسی کی مجال نہیں
کہ ان کی ملکیت میں دست اندازی کرے۔

تھاوی چند خاص قوانین کے بموجب سرکار مجاز ہے کہ کاشتکاروں
کو کنویں بنانے۔ تخم خریدنے اور زمینیں درست کرنے کے لئے تھاوی
کے نام سے مناسب رقیں قرض دے جو بعد کو ہدیہ اقساط
سرکار کو وصول ہو جاتی ہیں۔ اور تنگدستی کی حالت میں یہ اقساط
بھی مالگنداری کی طرح معاف یا ملتوی کر دی جاتی ہیں تاکہ کاشتکاروں
پر بجا بار نہ پڑے۔ سرکار جو تھاوی بانٹتی ہے تو اس کا منشا

صرف یہ ہوتا ہے کہ کاشتکاروں کو زیادہ سود دینا یا زمین علیحدہ باب
 کرنی نہ پڑے۔ لیکن کھیتی باڑی کے لئے جس قدر اصل ورکار ہندوستان
 ہوتی ہے تقادی اس کا ایک قلیل جزو ہوتی ہے۔ اور آپ
 اپنی مدد اور آپس میں ایک دوسرے کی مدد کئے بغیر ان کی
 حالت سدھرنی ممکن نہیں۔ امداد باہمی کی تحریک ہندوستان
 میں بہت سرسبز ہو رہی ہے۔ سر تھیوڈر مارلین نے نہایت مختصر
 الفاظ میں اصلی وقت بیان کر دی ہے اور وہ یہ ہے کہ کاشتکار
 کو قرضے کی ضرورت رہتی ہے۔ اگر اس کا ملنا دشوار ہے تو باخوار
 کاشتکار کو تباہ کر دیتا ہے اور اگر ملنا سہل ہے تو وہ اوصاف ہند
 قرض لیکر اپنے کو خود تباہ کر دیتا ہے کاشتکاروں کی دائمی مقرضی
 ہندوستان میں کوئی نئی بات نہیں ہے اور نہ دیگر ممالک میں۔
 سرفریڈاک ٹنلسن لکھتے ہیں کہ مزد صاحب نے مداس میں
 اور الفنسٹن صاحب نے لمبی میں انیسویں صدی کے شروع میں
 اپنی تحریرات میں یہ بات اچھی طرح پر واضح کر دی تھی کہ رعایا سترپا
 قرض میں غرق تھی ایک فصل سے دوسری فصل تک ساہوکار کے
 دئے پر بسر ہوتی تھی۔ پیداوار کا حاصل زائد سود کی مد میں ساہوکار
 کی نذر ہوتا تھا۔ یہی اصل قرض کی ادائی سو اس کا خیال تک
 نہیں آتا تھا۔ جرمی میں بھی غریبوں کی حالت غلامی سے بدتر
 تھی۔ اپنی ذات پر ان کو کوئی بھروسہ نہیں رہا تھا۔ اور اپنی
 موجودہ قوتوں کی وقعت ان کے دل سے محو ہوتی جاتی تھی
 ان کی قوت فیصلہ مدہم پڑ گئی تھی اور الوالغری اور جدت کا دلولہ

باب سرو پڑ گیا تھا۔ مسٹر دولف بھی اس واقعہ کی اس طرح تصدیق
 بندھوا کرتے ہیں کہ میں نے ہر ایک سے یہی شکایت سنی کہ یہودی لوگ
 دیہاتیوں کا خون چوس رہے ہیں۔ طرح طرح کے قوانین پولس
 کے تنبیہات اور نصیحتیں یہ سب تدبیریں عمل میں آئیں کہ کسی طرح
 ان کی دستبرد رُکے۔ مگر ایک نہ چلی۔ یہی حال اٹلی میں سنا جاتا
 ہے کہ کاشتکار ساہوکاروں کے ہاتھ میں تھے اور مزید بڑا وہ
 اس بات پر بھی مجبور کئے جاتے تھے کہ ناقص سامان نہایت
 اعلیٰ قیمت پر خریدیں۔ تاکہ ان کے قرضخواہ دکانداروں کو منافع
 قرض امداد
 بالآخر تین بڑے محب انسان کھڑے ہوئے شولز اور انیس
 تو جرنی میں اور ملزائی اٹلی میں تاکہ غریب کاشتکاروں کو اس مصیبت
 سے نجات دلائیں اس مشکل کا صرف ایک حل نکلا وہ یہ کہ قرض
 امداد باہمی کی انجمنیں قائم کی گئیں ہر ایک انجمن کی ترکیب اور
 فروعات بہت کچھ مختلف ہیں۔ لیکن سب کا بنیادی اصول ایک
 ہے کاشتکاروں کو بطور خود مناسب شرائط قرض نہیں ملتا۔ اور
 نہ وہ اپنے کو ایسے قرض مستحق بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔
 لیکن اگر کچھ کاشتکار مل کر ایک انجمن بنالیں تو وہ انجمن البتہ
 اپنی مجموعی ضمانت پر مناسب شرح سے قرض لے سکتی ہے۔
 انجمن میں صرف وہی کاشتکار شریک کئے جاتے ہیں جو محنتی اور
 اور معتبر ہوں۔ گویا ایسی انجمن سے معاشی اور اخلاقی دونوں
 قسم کا فائدہ پہنچتا ہے۔ یورپ میں اس کا بہت اچھا نتیجہ نکلا
 کاشتکار ساہوکاروں کی غلامی سے آزاد ہوتے جاتے ہیں۔

دیہات میں مایوسی کی جگہ امید پھیل رہی ہے اب کاشتکار کو باب
 آسانی حسب ضرورت قرض مل جاتا ہے۔ یہ نہیں کہ وہ سامو کا پندھوں
 ہی کا دستنگر ہو یہ تحریک ہندوستان میں بھی پھیل رہی ہے
 اس کی ابتدا انڈین سول سروس کے ایک رکن سرفریڈ انکلسن
 کے ہاتھ سے نہایت عمدگی کے ساتھ مدراس میں ہوئی۔ انہوں نے
 اس قسم کی پورپ کے موجودہ انجمنوں کا حال لکھ کر یہ بتایا کہ
 ہندوستان کے حسب حال بنانے کے واسطے اُن میں کیونکر
 ترمیم کرنا چاہئے۔ نکلسن صاحب کے جوش کا اس سے
 اندازہ ہو سکتا ہے کہ ملازمت ختم ہونے کے بعد وہ پھر ہندوستان
 آئے اور اپنی تجاویز کی تکمیل میں لوگوں کا ہاتھ بٹایا۔ کچھ سال بعد
 لارڈ کرزن نے انجمنہائے قرضہ امداد باہمی کا مسودہ قانون مجلس
 وضع قوانین میں پیش کرایا جو ۱۹۰۷ء میں پاس ہو کر قانون بن گیا
 قانون میں بہت احتیاط برتی گئی۔ ایسی انجمنیں قائم کرنے کی
 اجازت تو مل گئی۔ مگر قانون میں یہ کچھ نہیں بتایا گیا کہ انجمن
 کی ترکیب اور ساخت کن اصولوں پر ہونی چاہئے۔ مقامی حکومتوں
 کو البتہ یہ اختیار مل گیا کہ وہ اپنے اپنے ہاں ایک رجسٹرار مقرر
 کریں۔ جو ان انجمنوں کی نگرانی اور اُن کے قیام میں لوگوں کی
 بہت افزائی کرتا رہے۔ اس انتظام کا بہت اچھا نتیجہ نکلا۔ وہ یہ کہ
 ہر صوبے میں وہاں کے لوگوں کی خاص حالت اور ضرورت کی
 مناسبت سے انجمنیں جاری ہو گئیں اس سلسلے میں سر تھیوڈور مارلین
 کا بیان قابلِ درج معلوم ہے چنانچہ وہ حسب ذیل تحریر فرماتے ہیں

باب
پندرہواں

بنگلہ میں قرضہ امداد باہمی کی انجمنیں نہایت پابندی کے ساتھ غیر محدود ذمہ داری کے اصول پر قائم ہوتی ہیں۔ نہ کوئی حصوں کی اصل جمع ہے۔ نہ کچھ مقسومات تقسیم ہوتے ہیں۔ انجمن کے ممبر اپنی مجموعی ساکھ کی ضمانت دیتے ہیں۔ اور اس کی بنا پر جمع کنندوں سے اصل لیکر بطور قرضہ باہم تقسیم کر لیتے ہیں۔ ممبری صرف گاؤں کے لوگوں تک محدود رہتی ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ بنگال کی انجمنیں دنیا کی ایسی انجمنوں میں سب سے چھوٹی اور غریب ہیں۔ پنجاب میں ایسی سختی سے اس قاعدے کی پابندی نہیں کی جاتی۔ وہاں قسطوں کے ذریعہ سے لوگ انجمنوں کے حصے خرید سکتے ہیں۔ اس ترکیب سے بنک میں روپیہ بھی آ جاتا ہے اور ممبر انجمن کے انتظام میں عملاً توجہ کرنے لگتے ہیں۔ صوبہ متحدہ کے انجمنوں کی خصوصیت یہ ہے کہ وہاں مرکزی بنک قائم ہونے میں جو بہت نرم شرائط پر بڑے بڑے اصل داروں اور بنکوں سے قرض لیکر ضلع بھر کی ملحق شدہ دیہاتی انجمنوں میں روپیہ تقسیم کر دیتے ہیں اسی طرح ہر صوبے کی انجمنوں کی خصوصیات مختلف ہیں۔ اس تحریک اصلی منشاء تو یہ تھا کہ غریب غریب کو سہولت سے مناسب شرائط پر قرضہ مل سکے۔ لیکن اب اس نے اور اور شکلیں اختیار کر لی ہیں۔ مثلاً انجمنائے امداد باہمی کے ذریعہ سے عمدہ اور ارزاں تخم یا سوت۔ یا آلات خریدنا۔ یا غلہ۔ پارچہ وغیرہ پیداوار زیادہ منافع پر فروخت کرنا۔ مرکزی بنک اس غرض سے قائم کئے گئے ہیں کہ چھوٹی چھوٹی انجمنوں کی مجموعی ذمہ داری

ان کو قرض دیں۔ بعینہ جس طح کہ خود انجنیں اپنے ممبروں کی مجموعی باب
 ذمہ داری پر قرض دیتی ہیں۔ اس لین دین کو قانوناً جائز قرار دینے پندھواں
 کے لئے سلسلہء میں از سر نو قانون انجنہائے قرضہ اداو باہمی
 پاس ہوا۔ ایک کمیٹی نے ہندوستان کے مروجہ طریق اداو باہمی کی
 تحقیقات کر کے اور بالخصوص اس کی مالی پہلو کو پیش نظر رکھ کر ایک
 رپورٹ مرتب کی ہے جو سلسلہء میں شائع ہوئی۔

برطانوی حکومت ہند

British Administration

IN

India.

برطانوی حکومت ہند

فہرست اصطلاحات

A

Act	قانون - ایکٹ -
Accountant-General	صدر محاسب -
Additional Member	زائد رکن -
Address (Parliament)	عضداشت -
Advocate-General	اڈوکیٹ جنرل
Agent	کچاشتہ - کارندہ - ایجنت
Allowance	بختہ - الاؤنس
Anglo-Saxon	انگلو سیکسن - سکونی انگریز -
Assessment	تختیس مالگذاری یا محصول -
Assessor	ایسسر -
Assets	اثاثہ -

Assize, Justice of	آسائزج -
Atlantic Ocean	بحر اوقیانوس -
Auditor	ناظر حسابات -
Auditor-General	صدر ناظر حسابات -
Autonomy	خود اختیاری -

B

Back Bay	بیک بی -
Bacon	بیکن صاحب
Bethune College	بیتھون کالج -
Bill	بل - مسودہ قانون -
Board	بورڈ - مجلس -
Board of Control	مجلس نگران -
Budget	موازنہ - بجٹ -

C

Cabinet	مجلس وزراء - کابینٹ
Cape of Good Hope	کیپ آف گڈ ہوپ
Centralisation	مرکزیت -
Chailly, Mr.	چیلی صاحب -
Chamber of Commerce	ایوان تجارت -

Chancellor	چانسلر -
Do of Exchequer	وزیر مال -
Do of University	امیر جامعہ -
Charter	چارٹرمنشور
Chief Commissioner	چیف کمنشنر -
Chief Engineer	چیف انجینئر -
Circular	گشتی سرکلر
City Improvement Trust	تحفہ آرائش بلدہ -
Civil Court	عدالت دیوانی -
Civil Service	سول سروس -
Civil Service Act.	قانون سول سروس -
Civil Works	تعمیرات -
Clive	کلائیو -
Coalition Ministry	اتحادی وزارت -
Colbert	کولبرٹ -
Collector	کلکٹر - تعلقہ دار -
Colonies	نوابادیات -
Commonwealth	دولت عامہ -
Compassionate Allowance	رعایتی بھتہ -
Conservator of Forests	ناظم جنگلات -
Constitution	دستور -

Co-operative Society	انجمن اتحاد - انجمن امداد یا ہی -
Co-operative Credit Society	انجمن اتحاد قرضہ -
Coroner	کارونر - مفتش اسباب ہلاکت -
Council	کونسل - مجلس -
Countess of Dufferin	کاؤنٹس آف ڈفرن -
County	قسمت -
Court of Assize	عدالت آسائز -
Covenanted Civil Service	معاہدی سول سروس -
Credit	اعتبار - رقم واجب الوصول - لین
Creditor	لیتدار -
Criminal Court	عدالت فوجداری -
Criminal Investigation Dept. (C. I. D.)	محکمہ خفیہ پولس (C. I. D.)
Currency	زر -
Currency Accommodation	ذخیرہ زر -
Customs	کروڈگیمری - محصول درآمد و برآمد -

D

Debit	رقم واجب الادا - دین -
Debtor	دیندار -
Decentralisation	تضعیف مرکزیت -
Deputy Commissioner	ڈپٹی کمشنر -

Dicey, Professor	پروفیسر ڈائیسی -
Director	ڈائریکٹر - ناظم -
Direct Tax	محصول الہرست - یا بلا واسطہ
District Board	مجلس ضلع -
District Officer	حاکم ضلع -
Dividend	مقسوم
Division	قسمت -
Dock	گودی - بحری گھاٹ -
Double Government	دوہری حکومت -
Drawbacks	محصول واپسی -
Dundas	ڈنڈس -
Dupleix	ڈوپلے -
Dutch	ڈچ - ولندیزی -

E

East India Bill	ایسٹ انڈیا بیل
East India Company	ایسٹ انڈیا کمپنی -
East Indies	جزائر شرق الہندہ -
Education	تعلیمات - تعلیم -
Effective Charges	کارپردازہ مصارف -
Elizabeth, Queen	ملکہ الیزبتھ -

Estimate	تخمینہ -
Excise	چنگی محصول ملکی پیداوار -
Executive	محکمہ انتظامی -
Executive Council	مجلس انتظامی -
Executive Engineer	انجینئر یوٹو انجینئر -

F

Faculty of Advocates	فیکلٹی آف اوڈوکیٹس -
Famine Relief	امداد قحط
Federal Government	تحدید حکومت -
Finance	مالیات - مالیہ - مال -
Finance Department	محکمہ مال -
Finance Member	ممبر مال - رکن مال -
Financial Statement	مالی کیفیت
Fire Brigade	پندھارا یا اطفائیہ -
Foreign Department	محکمہ خارجہ
Forest	جنگلات -
Forest Conservator	ناظم جنگلات -
Fox	فاکس -

G

Gold Securities	تمسکات طلا
Gold Standard Reserve	ذخیرہ معیار طلا
Governor	گورنر
Governor-in-Council	گورنر باجلاس کونسل
Governor-General	گورنر جنرل
Govt. House	ایوان حکومت
Grant Medical College	گرانٹ میڈیکل کالج
Gratuities	انعامات
Guarantee	گمانشی - ضمانت - کفالت

H

High Court	ہائی کورٹ - عدالت عالیہ
Home Charges	مطالبات وطن بینی انگلستان
Home Department	محکمہ داخلہ
Home Exchequer	خزانہ انگلستان
Home Government	حکومت انگلستان
Huguenot	ہیوگنٹ
House of Commons	دیوان عام
House of Lords	دیوان خاص

I

Imperial	امپیریل - شاہی -
Imperial Council	امپیریل کونسل - شاہی مجلس -
Do Service	امپیریل سروس - شاہی خدمات -
Do do Troops	رسالہ ہائے شاہی -
India Act	انڈیا ایکٹ - قانون ہند -
Indian Civil Service	انڈین یا ہندوستانی سول سروس -
Indian Council's Act	قانون مجالس ہند -
Indian Marine Service	ہندوستانی بحری خدمت -
Indian Medical Service	ہندوستانی طبی خدمت -
India Office	دفتر وزیر ہند -
Indirect Tax	محمول بالواسطہ -
Inspector-General	انسپیکٹر جنرل - صدر حتم -
Interpellation	سوالات -
Intrinsic Value	قدر ذاتی -
Islington	اسلنگٹن -

J

James Wilson	جیمس ولسن -
John Howard	جان ہاؤڈ -

Judicature	محکمہ عدالت -
Junior	جدید الخدمت
Jurisdiction	عدالتی اختیارات -
Jury	جوری -

L

Land Alienation Act	قانون انتقال اراضی -
Land Revenue	مالگداری -
Law Member	قانونی ممبر -
Legal Remembrancer	مشیر قانونی -
Legislature	محکمہ قانون -
Legislative Council	مجلس وضع قوانین
Liability	رقم واجب الادا - دین - ذمہ داری -
License	لیسنس - اجازت نامہ -
Local Board	مقامی مجلس -
Locomotive Superintendent	لوکوموٹیو سپرنٹنڈنٹ -
Lord Canning	لارڈ کیننگ -
Lord Curzon	لارڈ کرزن -
Lord Carmichael	لارڈ کارمائیکل -
Lord Dalhousie	لارڈ ڈلہاؤزی -
Lord Lansdowne	لارڈ لینسڈون -

Lord Lawrence	لارڈ لارنس -
Lord Lytton	لارڈ لیٹن -
Lord Macaulay	لارڈ میکالے -
Lord Mayo	لارڈ میو -
Lord Morley	لارڈ مارلے -
Lord North	لارڈ نارٹھ -
Lord Northbrook	لارڈ نارٹھبرک -
Lord Ripon	لارڈ رپن -
Lord Sandherst	لارڈ سینڈہرسٹ -
Lord Wellesly	لارڈ ویلزلی -
Lord William Bentink	لارڈ ویلیام بینٹنک -
Louis	لوئی -
Lovat Fraser	لوٹ فریزر -
Luzatti	لوزاتی -

M

Maintenance	داشت -
Majority	کثرت -
Marine	بحری محکمہ -
Mayor's Court	عدالت میئر بلده
Medical Department	محکمہ طبابت -

ضمیمہ اول

Medical Relief	طبی امداد -
Mediterranean Sea	بحر روم -
Metalic Value	قدر فلزاتی -
Municipality	بلدیہ - میونسپلٹی

N

Nominal Value	قدر فرضی - قدرت عارفہ -
Non-effective Charges	غیر کارپردہ از مصارف -
Non-official Members	غیر سرکاری رکن -
Non-regulation Province	غیر آئینی صوبہ -
Nuisance	امور باعث تکلیف عامہ -

O

Official Member	سرکاری رکن -
Ordinance	احکام - ہنگامی -
Original Jurisdiction	عدالت کے ابتدائی اختیارات -

P

Parliament	پارلیمنٹ - ملکی مجلس -
Patronage	مرہی گری -
Penal Settlement	جرائم پیشہ آبادی -

Pension	پنشن - وظیفہ -
Pilotage	جہاز کی رہنمائی -
Pitt	پٹ -
Plantagenets	پلنٹاجنٹ خاندان -
Planter	کوٹھی ڈالے -
Police	پولس -
Political Department	محکمہ سیاسی -
Port Trust	محکمہ بندر -
Post	ڈاک -
Privy Council	پریوی کونسل
Procedure	دستور العمل - ضابطہ -
Proclamation	شاہی اعلان - فرمان -
Protestant	پروٹسٹنٹ فرقہ -
Provincial	صوبہ دارج -
Do Adjustment	صوبہ دار تصفیہ حسابات -
Do Rates	رقم - وا - ابواب -
Public Debt	سرکاری قرضہ -
Public Service	سرکاری خدمات -
Public Service Commission	پبلک سروس کمیشن یا سرکاری خدمات کا کمیشن -
Public Works	تعمیرات -

بج ہائیکورٹ سے یا
رکن عدالت عالیہ -

Puisse Judge

R

Raiffeisen - رفیزن -

Reformatory School - اصلاحی مدرسہ -

Refunds - محصول بازگشت -

Regulating Act - قانون تنظیم -

Regulation Province - آئینی صوبہ -

Remunerative Debt - قرضہ پیدا آور -

Resident - رزیڈنٹ -

Returning Officer - ہتھم انتخابات -

Revenue - محاسل -

Revenue (Land) - مالکداری -

Royal Army Medical Corpse - رائل آرمی میڈیکل کورپس -

Royal Indian Engineering College - رائل انڈین انجینئرنگ کالج -

S

Sanitation - صفائی -

Schulse - شولز -

Secretretary	سکرٹری - معتمد -
Secretary of State for Colonies	وزیر نوآبادیات -
Secretary of State for India	وزیر ہند -
Secretariates	مقدمات -
Senate	سینٹ - مجلس رفقا -
Senior	قدیم الخدمت -
Sinking Fund	سرجلس آچی سن -
Sir Charles Aitchison	سرجلس نیپیر -
Sir Charles Napier	سرجلس ووڈ -
Sir Charles Wood	سالی جا اہپی -
Sir Elijah Impey	سرفریڈرک نکلسن -
Sir Fredrick Nicholson	سرجیمس لیال -
Sir James Lyall	سرجیمس اسٹیفن -
Sir James Stephen	سرجان اسٹریچی -
Sir John Strachey	سرتھیوڈر مارلین -
Sir Theodore Morison	سروولٹائن شرول -
Sir Valentine Chirole	سرولیم ہنٹر -
Sir William Hunter	سرولیم سلی مین -
Sir William Sleeman	عدالت مقدمات خفیفہ -
Small Cause Court	حکومت اعلیٰ -
Sovereign	رتبہ اعلیٰ حکومت -
Sovereignty	

Statutory Civil Service	مخصوص سول سروس -
Stock	اشاک تیسک - عمدہ
Sub-divisional Officer	حاکم علاقہ -
Subordinate Court	عدالت ماتحت -
Subordinate Service	ماتحت خدمت -
Supplementary Question	زاید سوال -
Syndicate	سندیکیٹ - مجلس انتظامی -

T

Tax	ٹیکس - محصول -
Telegraph	تار -
Tenure of Land	حقیت یا حقوق اراضی -
Traffic Manager	ٹریفک منیجر -
Tribute	بلج - خراج -
Tolls	محصول راہداری -
Tonnage	ٹنئج - گنجائش وزن جہاز -

U

Union Government	متحدہ حکومت -
Unitary Government	منفردہ حکومت -
Unremunerative Debt	قرضہ غیر پیدا آور -

V

Vasco De Gama	واسکو ڈے گاما -
Veto	اختیار منہ خی -
Vice-Chancellor	وائس چانسلر -
Viceroy	وائسرائے - نائب شاہ -
Victoria Technical Institute	وکتوریا ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ

W

Warrant	وارنٹ - حکمنامہ گرفتاری -
Warren Hastings	ورن ہیٹنگس -
Water Revenue	محمل آبرسانی -
Water-supply	آبرسانی -
Westminster	ویسٹ منسٹر -
Wheel Tax and Tolls	محمول سواری و راہداری -
William Pitt	ولیم پٹ -

غلط نامہ

برطانوی حکومت ہند

صفحہ	غلط	صفحہ	صفحہ	صفحہ
۵	۴	۳	۲	۱
”ایسٹ انڈیا کمپنی“	ایسٹ انڈیا کمپنی	۳	۳	۱
اس زمانے میں -	اسی زمانے میں	”	۵	۱
سو برس تک انگریزی -	سو برس انگریزی	”	۷	۱
زیادہ -	زیادہ زیادہ	”	۹	۱
اس دوران میں -	اسی دوران میں	”	۱	۲
نظر ثانی ہوئی -	نظر ثانی ہوئی	”	۱۱	۲
بڑھتا گیا -	بڑھ گیا	”	۱۳	۲
دریافت ہونے کے -	دریافت کرنے کے	”	۲۰	۲
تاریخ میں کایا پلٹ -	تاریخ کایا پلٹ -	”	۲۱	۲
اولوالعزمیوں -	اولوالعزمیوں	”	۴	۳

اس لئے	اور	۳	۴
بین الاقوام	بین الاقوام	۱۱	۴
سمندر پر امن و امان	سمندر پر کوئی امن و امان	۱۲	۴
تاجروں کو جزائر شرق الہند۔	تاجروں کو شرق الہند	۱۴	۴
ہیر پھیر۔	ایر پھیر	۸	۵
شرکاء اپنے آپس میں۔	شرکاء آپس میں	۱	۶
میں سے کوئی ناظم	میں سے ناظم	۱	۶
انگریزوں	انگریزوں	۱۲	۶
مسونی ٹیم	مسولی ٹیم	۱۴	۶
یورپی	یورپین	۱۵	۷
صدی میں کابھت	صدی میں بہت	۵	۸
بہت سا	بہت کچھ	۵	۸
اولو العزم	الو العزم	۱۹	۸
کلائیو	کلائیو	۴	۹
دوراو	اوراول	۶	۹
مقسوم	حصہ	۲	۱۰
زیادہ ہی زیادہ	زیادہ سے زیادہ	۲	۱۰
لوگوں	لوگوں	۴	۱۰
کردے	کردی جائے	۸	۱۰
نکلنے سے۔	بکھلنے سے	۱۴	۱۰
سہاری جا اپسی۔	سہاری چا پی	۱۱	۱۱

۱۲	۱	پہلا باب	اور	بہر حال
۱۲	۱۸	"	آجاوینگا	آجاوینگا
۱۳	۱	"	اور بہت سے	بہت سے
۱۳	۴	"	حاص	خاص
۱۳	۱۵	"	سپر دھوگی	سپر دھوگی
۱۴	۷	"	بنادیا تھا کہ وہ	بنادیا تھا کہ وہ
۱۴	۱۲	"	ڈانڈاس	ڈنڈس
۱۵	۱۰	"	بہ تمام کمال	تمام و کمال
۱۶	۹	"	ہیں	میں
۱۶	۱۳	"	کردی گئی	کردئے گئے
۱۶	۲۱	"	سول کے قواعد	سول سروس کے قواعد
۱۷	۲	"	وضع قانون	محکمہ قانون
۱۷	۱۳	"	مداس کی	مداس میں
۱۷	۱۸	"	نیز صوبہ دار	اور نیز صوبہ دار
۱۸	۱۴	"	شعبے	محکمے
۱۸	۱۶	"	تبدیلی اور ترمیم	تبدیل اور ترمیم
۱۹	۱۲	دوسرا باب	تاظم	کپنی کے ناظم
۱۹	۱۶	"	بہ تمام و کمال	تمام و کمال
۲۰	۱۴	"	میں اپنے	میں وہ اپنے
۲۰	۱۷	"	دس سال اب	دس سال تھی اب
۲۱	۲	"	ماہر سب	ماہران سب

وزیر ہند اپنی	دوسرا ایڈ	۵	۲۱
طرح	طرح پر	۱	۲۲
ہند کا سلطنت متحدہ	ہند کا متحدہ	۱۴	۲۲
اس کے بعد -	بعد کو	۱۱	۲۳
گورنر جنرل	گورنر جنرل	۱۶	۲۳
گورنر جنرل	گورنر جنرل	۱۶	۲۳
ذمہ داری	ذمہ داری	۱۶	۲۳
انجام	انجام	۲	۲۴
عہدوں تک ترقی نہیں -	عہدوں تک انہیں	۵	۲۵
لین گے اور	لین گے اور اور	۲	۲۶
اچین	اچین	۵	۲۶
ان	میں	۹	۲۶
علمہ کی	علمہ میں کی	۱۵	۲۸
اُس تختینہ میں	اُس میں	۱۶	۲۸
تو وزیر	تو وہ وزیر	۱۸	۲۸
سرکاری قرضہ	قرض عامہ	۴	۲۹
جن	کہ جن	۱۶	۲۹
قانون	وضع قوانین	۱۶	۲۹
جنگی	جن کے	۱۸	۲۹
تغیر و تبدل	تبدل و تغیر	۱۹	۲۹
ضروری ہوا	ضروری ہوگا	۱۳	۳۰
دلچسپی کا اظہار	دلچسپی کا	۱۹	۳۰

اگرچہ ہندوستان پر پارلیمنٹ	اگرچہ پارلیمنٹ	دوسرا باب	۴	۳۱
فریقانہ	فریقانہ	"	۸	۳۱
کا خطاب گورنر جنرل ہند	کے بجائے گورنر جنرل ہند کا خطاب	"	۷	۳۲
تحت میں	ہاتھ میں	"	۲	۳۳
شاہ	بادشاہ	"	۳	۳۳
انجام	سرا انجام	"	۱۴	۳۵
طریق پر	طریق کے مطابق	"	۱۶	۳۵
ہوتے رہے -	ہوتے ہیں	"	۲	۳۶
لارڈ میو کی جو سوئخ عمری	لارڈ میو کی سوئخ عمری	"	۲	۳۶
بیان کیا ہے	درج ہے	"	۳	۳۶
کارروائیاں	کارروائیاں	"	۴	۳۶
ہو گئی	ہو گیا	"	۱۰	۳۶
مجوز	ابداعی	"	۱۲	۳۶
تعلق ہوتا	تعلق ہو	"	۱	۳۷
جو حکومت	جو یا تو حکومت	"	۳	۳۷
ریاستوں کی	ریاستوں سے	"	۴	۳۷
اور نیزہ دہاج	یا بہ دہاج	"	۴	۳۷
جو	جو کہ	"	۹	۳۷
کا عام انتظام	کی حکومت	"	۲۰	۳۷
تحت میں	ہاتھ میں	"	۲۰	۳۷
یہ ہے	یہ ہوتا ہے	"	۵	۳۸

تحصیل	دوسرا پرا فرائی	۵	۳۸
لارڈ میکالے	میکالے	۱۳	۳۸
اس ممبر	اور اس ممبر	۱۴	۳۸
تمام وکمال	بہ تمام وکمال	۳	۳۹
سرکاری قرضہ	قرض عامہ	۴	۳۹
صوبہ کے	صوبہ دار	۸	۳۹
اور وہ	جو کہ	۸	۳۹
کی دیکھ بھال	کا انتظام	۷	۴۰
نگرانی کرنا	نگرانی	۸	۴۰
زمرہ	زمرہ	۳	۴۱
صوبوں کی	صوبہ دار	۴	۴۱
صوبوں کی	صوبہ دار	۸	۴۱
مطلق	معلق	۹	۴۱
سرکاری قرضہ	قرض عامہ	۱۰	۴۲
صوبوں کی	صوبہ دار	۱۵	۴۲
عام نگرانی کا اختیار	لیکن عام نگرانی	۱۶	۴۲
طرف سے	طرف	۱۸	۴۲
یہ	ایسی	۲۰	۴۳
صوبوں کی	صوبہ دار	۲۱	۴۳
صوبوں کی	صوبہ دار	۳۱	۴۵
زیادہ سے زیادہ چار	زیادہ ممبر	۱۱	۴۸

دو تو	دو نوں	دوسرا	۱۶	۴۸
سپر دیر	سپر	باب ۴	۵	۴۹
مغل بادشاہ	مغل بادشاہ	۱۴	۱۴	۴۹
اوزلیہ	اوزلیہ	۱۶	۱۶	۴۹
اسے	ایسی	۶	۶	۵۴
سرکار	حکومت	۸	۸	۵۴
زور	رور	باب ۵	۱۳	۵۵
رہتی	جوتی	۱۳	۱۳	۵۵
ان کے بعد	ان کے	۱	۱	۵۶
محل کی تحصیل	محل تحصیل	۱۴	۱۴	۵۸
اسی کے	اسی کی	۱۶	۱۶	۵۸
انسپکٹر	انسپکٹر	۲	۲	۵۹
پہنچتے	پہنچتے	۳	۳	۵۹
بے جینی	بے امنی	۸	۸	۶۰
تحصیل	مراہمی	۲۱	۲۱	۶۰
یا مجالس	مجالس	۷	۷	۶۲
ایک	اک	۲۰	۲۰	۶۲
۷۲	بہتر	باب ۶	۱۳	۶۵
جسٹینر	جسٹینر	۱۴	۱۴	۶۵
بازارات	بازارات	۲	۲	۶۶
تحصیل	فراہمی	۱۵	۱۵	۶۶

چلار ہا ہے	چلار ہی ہے	باب ۶	۱۳	۶۸
وجہ سے	وجہ	”	۲۰	۶۹
مسٹر ٹوٹ	مسٹر ٹوٹ	”	۴	۷۰
بندر کی	بندر	”	۲۰	۷۱
بلدیات	بلدے	”	۲	۷۳
بلدیات	بلدے	”	۳	۷۳
بلدیات	بلدے	”	۳	۷۳
سترہ کروڑ	سترہ ہزار	”	۴	۷۳
بلدیات	بلدے	”	۸	۷۳
وبا	وباؤ	”	۱۷	۷۳
طمانیت	طمانیت	”	۲۱	۷۵
یا	اور	”	۴	۷۶
تعلقہ	متعلقہ	”	۲۱	۷۷
سائینس کے اور بعض دوسرے	سائینس کے اور دوسرے	”	۱۷	۷۸
سائینس کے اور بعض دوسرے	سائینس کے اور دوسرے	”	۷	۷۹
م	مسئلہ	”	۱۶	۷۹
فرصت	فروخت	”	۸	۸۰
تعمیں	تھی	”	۲۰	۸۰
محکمہ قانون	محکمہ وضع قوانین	باب ۷	۲	۸۲
محکمہ قانون	محکمہ وضع قوانین	”	۵	۸۳
محدود الاقتدار	غیر محدود الاقتدار	”	۷	۸۳

جبتک کہ باصراحت	باصراحت	باب	۱۵	۸۳
مردوم	قلبند	"	۱۹	۸۳
طرف سے	طرف	"	۳	۸۴
اختیارات کے	اختیارات کی	"	۱۹	۸۴
کے بلدیات	کی بلدیات	"	۴	۸۷
ہوں -	ہو	"	۷	۸۸
کریں	کرے	"	۸	۸۸
صوبوں کی	صوبہ دار	"	۲۰	۸۸
محکمہ قانون	محکمہ وضع قوانین	"	۶	۸۹
فزع پر	فروع اور	"	۷	۹۰
تفصیل سے	تفصیل پر	"	۷	۹۰
اگر کچھ	اگرچہ	"	۱۱	۹۰
دہ بھی	دہ	"	۱۱	۹۰
قانون	وضع قوانین	"	۲۰	۹۰
جائز ہو کہ	جائز ہو	"	۱۹	۹۱
x	کہ	"	۲	۹۳
کرتے کے بھی	کرنے کی بھی	"	۳	۹۳
سرکاری قرضہ اور	قرض عامہ یا	"	۱۷	۹۳
جو	جو کہ	"	۳	۹۴
اطلاع دے بغیر	اطلاع بغیر	"	۱۷	۹۴
صوبوں کی	صوبہ دار	"	۱۳	۹۵

پنجاب	پنجاب	باب	۱۷	۹۵
صوبوں کی	صوبہ دار	۲۲	۷	۹۶
بمبئی کا بلدیہ	بمبئی کی بلدیہ	۲۲	۱۶	۹۷
اضلاع کے بلدیات	اضلاع کے بلدیے	۲۲	۱۷	۹۸
طرف سے	طرف	۲۲	۳	۹۹
زمین داروں	زمین داروں کی	۲۲	۱۴	۱۰۰
گزیٹ یا جریڈے	گزیٹ جریڈے	۲۲	۱	۱۰۱
صوبوں کی	صوبہ دار	۲۲	۱۷	۱۰۲
مجلس کے	مجلس کی	۲۲	۱۸	۱۰۳
میر بلدیہ	حاکم بلدیہ	باب	۷	۱۰۴
مقدمات کے واسطے	مقدمات کے	۲۲	۸	۱۰۵
سب کے فیصلوں کا	سب کے	۲۲	۲۱	۱۰۶
انہی	انہی	۲۲	۱	۱۰۷
دوانوں	دیوانے	۲۲	۲	۱۰۸
کو	جن کو	۲۲	۱۸	۱۰۹
×	کم تعزیر کے مقدمات	۲۲	۸	۱۱۰
متعلقہ	متعلقہ	۲۲	۲	۱۱۱
رحم و عفو	عفو	باب	۳	۱۱۲
ہیں	تھے	۲۲	۱۲	۱۱۳
اختیارات	اختیار	۲۲	۶	۱۱۴
قانونی جو	قانون	۲۲	۹	۱۱۵

۱۱۸	۱۵	”	کی تنظیم	کے انتظام
۱۲۱	۱۸	باب	اس کو	ان کو
۱۲۲	۸	”	بے موقع	بے محل
۱۲۲	۲۱	”	کا کاٹنا	کے کاٹنے
۱۲۴	۲	”	صدی کے	صدی کا
۱۲۶	۱۲	”	کوشش نہ صرف یہ	نہ صرف یہ کوشش
۱۲۸	۴	”	قرض عامہ	سرکاری قرضہ
۱۳۸	۱۰	”	رہتی ہے	رہتی ہے اس کے
۱۳۸	۱۵	باب	محفوظ	حفاظت
۱۳۹	۴	”	نہیں لگتا لگتا	نہیں لگتا
۱۳۹	۱۰	”	دوسری خوبی	مالیہ کی دوسری خوبی
۱۳۹	۱۲	”	کرا کے	کر سکیں
۱۳۰	۲	”	قرض عامہ	سرکاری قرضہ
۱۳۰	۳	”	بڑھ گئے	بڑھے ہوئے
۱۳۰	۱۱	”	ہاتھ تھتی	ہاتھ میں تھتی
۱۳۰	۱۲	”	بڑھنے لگیں	بڑھنے لگیں
۱۳۰	۱۵	”	مالی	مال
۱۳۰	۱۸	”	محاصل عامہ	سرکاری محاصل
۱۳۰	۲۰	باب	ہی نہ تھا	نہ تھا
۱۳۱	۴	”	تھوڑی	تھوڑی سی
۱۳۱	۱۱	”	شاکستہ	اچھا

اور کچھ	کچھ اور	باب	۱۷	۱۳۱
یا محصول آمدنی	محصول آمدنی	"	۱	۱۳۲
سے	سے	"	۱	۱۳۳
سرکاری قرضہ	قرض عامہ	"	۵	۱۳۴
کی داشت	کار کھارکھاؤ	"	۶	۱۳۵
مال	مالی	"	۱۵	۱۳۶
کمیشن	اندام کمیشن	"	۷	۱۳۷
تضعیف مرکزیت	تحدید مرکزیت	"	۸	۱۳۸
ہیں	سے	"	۱۲	۱۳۹
ملک کی	کی	"	۱	۱۴۰
مخافت	ممانعت	"	۱۸	۱۴۱
گو	اگرچہ	"	۱	۱۴۲
عوام کا	سرکاری	"	۳	۱۴۳
اسکی تولید	تولید	"	۱۶	۱۴۴
سول اخراجات	سوال است اخراجات	"	۲	۱۴۵
لیکن ساتھ	ساتھ	"	۱۶	"
سرکاری قرضہ	قرضہ عامہ	"	۹	۱۴۶
انتظامات مدافعت	امور مدافعت	"	۳	۱۴۷
سول اخراجات	سوال است اخراجات	"	۱۰	۱۴۸
کارپرواز	حاصل خیز	"	۱۸	۱۴۹
د	دہ	"	۲۰	۱۵۰
جن	جن	"	۶	۱۵۱

خصتی بختہ	باب (۱۰) خصتی	۱۷	۱۴۸
وظیفہ بختہ	وظیفہ	۱۸	۱۴۸
منوجی	باب (۱۱) منوجی	۲	۱۵۲
مسلمانوں کی	مسلمانوں کی	۷	۱۵۳
برما	برما	۸	۱۵۳
جس قدر چاہا	جس قدر	۱۵	۱۵۳
انفشن	انفشن	۲۰	۱۵۳
ورکدار	ورکدار	۴	۱۵۴
مدالیں	باب (۱۲) مدارس	۱۵	۱۵۵
اراضیات	اختیارات	۱۷	۱۵۵
ہیں	میں	۲	۱۵۶
یہ بھی	بھی	۵	۱۵۶
ان کو	ان کو	۱	۱۵۷
کر لی	ہوتی ہے	۱	۱۵۷
بنانا	بننا ہے	۲	۱۵۷
نومہ داری	داری	۱	۱۵۹
بڑی سند	مستند	۶	۱۵۹
شخص	مرو	۱۶	۱۵۹
ہیں	ہے	۲۰	۱۵۹
کوشش تو کی	کوشش کی	۱۱	۱۶۰
مگر چونکہ	چونکہ	۱۱	۱۶۰
کہ	اور	۵	۱۶۱

اساسی	اسان	باب (۱)	۴	۱۶۳
اصلاحات	اصطلاحات	..	۱۹	..
لیاظر رکھا ہے	لیاخذ ہے	..	۱۹	۱۶۴
میں بعد	بعد میں	باب (۲)	۹	۱۶۶
مسلل جنگ	کی جنگیں	..	..	..
مقی	تھیں	..	..	..
کارن داس	کارن داس	..	۱۰	..
ملتی بھی تھی	ملتی تھی	..	۱۲	..
وہ	وہ	..	۱۴	۱۶۷
صاحب کی رائے	صاحب کی	..	۱۵	۱۶۹
حیات جدید	حیات جدید	..	۲	۱۷۰
ڈیساوڑی	ڈیساوڑی	..	۱۲	..
جہانت دور کرے کیونکہ جہالت سے	جہالت سے	..	۲۱	..
سہتری	سہتری	..	۱۳	۱۷۱
قول	قوال	..	۲	۱۷۲
ولیم ہنٹر	ولیم ہنٹر	..	۱۴	۱۷۳
بلدی	بلادی	..	۱۹	۱۷۴
تھا	ہے	..	۸	۱۷۵
اب اس کو	اب	..	۸	۱۷۶
کام	نام	..	۲	۱۷۷
رہ لے	رہ کے	..	۶	۱۷۸

پہلے	پہلے	۸	۱۷۶
مدارس	مدارس	۱۸	۱۷۶
دھارم	دھارم	۱	۱۷۶
سائنس	سائنس	۱۰	۱۷۶
تحقیقات ہوتی	تحقیقات	۱۳	۱۷۶
اور بہی مین تو	تو	۱۴	۱۷۶
تعلیم تجارت	تجارت	۱۶	۱۷۶
سندھ	سندھ	۱۷	۱۷۶
x	طلبہ	۱۹	۱۷۸
انجمنوں اور	انجمنوں کی	۳۱	۱۷۸
مدارس	مدارس	۳	۱۷۹
بچ کی	خانگی	۱۱	۱۷۹
بلدیات کی	بلدیوں	۱۶	۱۷۹
کس	یا کسی	۱۷	۱۸۰
عملی	عملی	۳	۱۸۱
دفتر وزیر ہند	دفتر ہند	۱۳	۱۸۱
بچ کے	خانگی	۲	۱۸۱
x	اور	۳۱	۱۸۱
لیکن گورنر	گورنر	۲	۱۸۳
سنت	سنت	۱۳	۱۸۳
وہ ان کے	ان کے	۹	۱۸۳

نہیں رہے	نہیں	بابک	۱۰	۱۸۳
رہتا ہے	رہتا	"	۱۷	"
ایسی تعلیم	تعلیم	"	۶	۱۸۵
اوپر پتھوں	اور	"	۲۰	۱۸۵
بلدیات	بلدے	بابک	۲۱	۱۸۸
فوجی	قومی	"	۱۶	۱۸۹
اور جو	کیونکہ	"	۳۰	۱۸۹
تعلق	واسطہ	"	۳۰	۱۹۰
بلدیات	بلدے	"	۱۴	۱۹۱
طبی	یا طبی	"	۱۵	۱۹۱
جن میں کالج	جن کالج	"	۶	۱۹۲
احاطہ	جہاں احاطہ	"	۱۰	۱۹۲
مریضوں کی تھی جنہوں نے شفا خانے میں	مریضوں کی تعداد	"	۱۲	۱۹۲
ریکٹر علاج نہیں کرایا انہوں نے مریضوں کی تعداد	وقت	"	۱۵	۱۹۲
وقت پریش	دیتی ہیں	"	۱	۱۹۳
دیتی رہیں	شفا خانہ	"	۱۹	۱۹۳
شفا خانے	رہتے	"	۷	۱۹۵
رہتے تھے	بعد	"	۱۸	۱۹۵
برابر	ہوتے ہوئے	"	۷	۱۹۶
ہونے	پنچنا	"	۱۵	۱۹۶
پنچا	بس	"	۱	۱۹۸
جن				

سکتے ہیں	سکتے	باسجلہ	۶	۱۹۸
فساد و حار	فساد و حار	"	۸	"
ایک ارب بائیس	ایک بائیس	"	۱۰	"
شلاٹنگ	مثلاً ٹنگ	"	۲۰	"
کاسٹے کا	کاسٹے	"	۲۱	"
ڈولھا وری	دولہو وری	باسجلہ	۲۰	۲۰۰
لگے	لگین	"	۹	۲۰۱
سپر	مانت	"	۱۱	۲۰۱
طبقے	طبقے	"	۸	۲۰۲
یاسپور	سبپور	"	۱۶	۲۰۲
کے	کی	"	۴	۲۰۳
داشت	نگہداشت	"	۹	"
حاصل خیز	فائصل چیز	"	۱۸	"
لگی	لی	"	۴	۲۰۴
وو	وہ	"	۱۰	۲۰۴
داشت	نگہداشت	"	۱۶	"
داشت	نگہداشت	"	۱۹	"
ضرورت نہیں	ضرورت	"	۵	۲۰۵
پھیلی	پھیل گئی	"	۷	"
ستلج	تسلج	"	۱۳	"
گودام	گدام	"	۳	۲۰۷

گرٹ	گرٹ	باب	۱۷	۲۰۶
گارانٹی یا کفالت	کفالت	"	۸	۲۰۷
کمپنیاں	کمپنیوں	"	۱۰	"
خریدے	خریدنے	"	۱۴	"
اور اکثر	اکثر	"	۱۵	"
برقی	پڑتی	"	۲۸	"
کاروبار	کارہ بار	"	۲۰	"
ہے	دیا ہے	"	۱	۲۰۸
بے حد اضافہ	اضافہ	"	۴	۲۰۸
اور نیز	نیز	باب	۱	۲۰۹
قابل ذکر ہیں	ہیں	"	۲	"
لارڈ لٹن	لارڈ	"	۱۰	"
باب میں	باب	"	۶	۲۱۰
کے	کی	"	۱۰	۲۱۰
یہ نہیں	نہیں	"	۱۳	"
سے	سے	"	۴	۲۱۱
قرضہ	قرضے	"	۸	"
کسی خاص	خاص	"	۱۶	۲۱۲
ہوتی	ہوتا	"	۳۰	۲۱۲
طریقوں پر	طریقوں	"	۳	۲۱۳
+	کی	"	۴	"

بھلائی بُرائی	بھلائی	باب	۷	۲۱۳
خود	خو	"	۸	"
سائنسی طریقے	علمی طریقے	"	۱۲	"
سائنسی	علمی	"	۱۳	"
کنٹرولیٹر	کنٹرولیٹر	"	۳	۲۱۴
شاہی خدمت	خدمت	"	۴	"
جرمنی	جرمن	"	۶	"
کا ہے	کا	"	۱۰	"
بنی	بن	"	۱۴	۲۱۶
ہوتا	ہوتی	"	۳	۲۱۷
فریڈرک	فریڈرک	"	۱۲	"
رفیزن	افین	"	۹	۲۱۸
لڑائی	لڑائی	"	۱۰	"
فریڈرک	فریڈرک	"	۴	۲۱۹
کی کوشش	ہاتھ	"	۵	"
یورپ کی	یورپ کے	"	۶	"
اس بات سے	اس سے	"	۸	"
تحریک کا	تحریک	"	۱۶	۲۲۰
د	پیداوار	"	۲۰	"

